UNIVERSAL LIBRARY
OU_224328
UNIVERSAL LIBRARY

نظارۂ پرستان

پہلی جلد

باب-۱

دو بھائی

سنہ ۱۸۲۴ء کے وسطی ایام کا ذکر ہے کہ دو بھائی آکسفورڈ یونیورسٹی کے ایک کالج میں تعلیم پا تے تھے۔ اُن کا خاندانی نام ودین تھا اور گو حقیقت میں وہ ودین ڈیل کے مشہور قبیلہ تعلق رکھتے تھے۔ پھر بھی اُن کا باپ چونکہ اُس خاندان کا رُکن صغیر تھا۔ اِس لئے موروثی امارت میں حصّہ نہ ملنے کی وجہ سے اُن کے مالی وسائل محدود تھے یہ امیر شخص آنریبل مسٹر ودین کی بیوی کا ایک مدّت سے انتقال ہوچکا تھا۔ اِس لئے بیٹوں کی پرورش اور نگرانی کا سارا بوجھ اسی پر تھا اِس کا ارادہ تھا۔ کہ اُنہیں کالج میں اعلیٰ تعلیم دِلانے کے بعد ایسے کاموں کے لئے تیار کرے۔ جو اُن کے مزاج کے موافق یا موقعہ کے حسب حال ہوں۔ اور جن میں وہ خاندانی روایات کے مُطابق ترقی کر سکیں۔ ہر دو نوجوان شکیل دو جیہہ تھے ان میں انگلستان کے ایک قدیم خاندان کے سب اوصاف تدبّر و مردانگی پائے جاتے تھے۔ دونو کا مزاج فطرتاً ایک تھا۔ مگر کچھ تو باپ کے اِشتیاق بیجا اور کچھ اُن حالات کے اثر سے جن میں زندگی بسر کرتے ہوئے اُنہیں شب و روز خوشامد رعب اور چاپلوسی سے واسطہ پڑتا تھا۔ اُن کی ذہنی خوبیوں میں ایک حد تک فرق آچکا تھا۔

جب وہ آکسفورڈ یونیورسٹی میں داخل ہوئے۔ تو ہیو جو دونوں میں بڑا تھا۔

ن کی عمر ۱۲۔ اور چھوٹے برٹرام کی ۱۸ سال سے اوپر تھی۔ دونو مساوی القامت پھر بھی ہیو کی بدنی ساخت مضبوط اور اندام فربہ تھا۔ نہ صرف اِس لئے کہ وہ اپنے بھائی سے تین سال بڑا ہونے کے باعث مردانہ بالیدگی کی منزل میں قدم رکھ چکا تھا۔ بلکہ اس وجہ سے بھی کہ چھوٹا بھائی خلقاً لاغر اندام اور نازک تھا۔ بڑے کے چہرہ میں اگر تکبّر آمیز وجاہت نے خاص اثر پیدا کردیا تھا۔ تو چھوٹے کے عارض گلفام کی یونانی ساخت بھی کچھ کم دلآویز نہ تھی۔ ہیو کے خط و خال سے ذہانت کا فقدان ظاہر تھا۔ اور برٹرام کی صورت سے حسیاتِ لطیف کا ہجوم۔ پہلے کی طبیعت میں غصہ عیش پرستی۔ طلبِ راحت اور جذباتِ بہیمیہ کی کثرت تھی۔ مگر دوسرے کے مزاج میں فخر آمیز ذہانت اور دور اندیشی کا مادہ غالب۔ اور اُس کے چھوٹے بالائی ہونٹ کا ہلکا خم صاف ظاہر کرتا تھا۔ کہ اُسے ریا اور دروغ سے قطعی نفرت ہے۔ ہیو کی پیشانی فراخ۔ نمایاں اور پھیلی ہوئی تھی۔ برٹرام کی بلند اور محرابی۔ دونو کے چہرے زرد تھے۔ مگر اول الذکر کا عیش پرستی اور آخر الذکر کا شدّت غور و خوض کی وجہ سے بڑے بھائی کے چہرے کی ساخت صاف کہتی تھی۔ کہ زمانۂ آئندہ میں جذبات ... سد کا اثر اور طلب عیش کی خو ضرور اپنی یادگار لمبی لکیروں کی صورت ... چھوڑیگی۔ مگر چھوٹے کے سنگ مرمر کے ایسے سپید چہرہ کی ذہانت دائمی اور منزلِ فنا سے بالاتر تھی۔ دونو کی آنکھیں سیاہ تھیں۔ مگر ایک کی ... سے طلبِ جاہ اور دوسرے کی آنکھوں سے نور علم کا اظہار ہوتا تھا۔ ہیو ... بال سیاہ تو تھے۔ مگر موٹے کثیف اور بے چمک۔ حالانکہ برٹرام کے بالوں کی سیاہی میں تابش اور ریشمی پن پائی جاتی تھی۔ وہ خم کھا کر اُس کے چھوٹے خوشنما کانوں کے اوپر اور دونو سپید کنپٹیوں تک پھیلے ہوئے تھے۔ غرض اس تفصیل کا اجمال یوں سمجھنا چاہیئے۔ کہ بڑا بھائی گو شکیل و وجیہ تھا۔ مگر وہ محض انہی دو اوصاف کی وجہ سے تعریف کا مستحق تھا۔ حالانکہ چھوٹے میں ان خوبیوں کے علاوہ اُس کی باقی صفات بھی مُتنفّس کے دِل میں محبت و ہردلعزیزی پیدا کرنے کا موجب ہوتی تھیں۔

کالج میں داخل ہونے کے بعد جلدی ہی ہیو کا اپنے طبقہ کے طالب علموں سے تعلّق ہوگیا۔ اور اُن کی صحبت میں اُس نے دن کا وقت کھیل اور رات ...

و آرام میں ضائع کرنا شروع کیا دن کا بڑا حصہ شکار کھیلنے۔ دوڑ لگانے۔ کشتی کھیلنے اور مرغ لڑانے میں بسر ہوتا تھا۔ اور رات کا شراب پینے۔ تاش کھیلنے اور خرافات خانوں کی سیر میں۔ دوسری طرف برٹرام کا یہ حال۔ کہ فطری شوق و احساس فرض کے مشترکہ تقاضے سے اُس نے اپنا وقت مطالعہ میں صرف کرنا شروع کیا۔ گو اس کے ساتھ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ وہ اپنے بڑے بھائی کے اثرات نحس سے قطعاً محفوظ بھی نہیں رہا۔ کیونکہ امیر گھرانوں میں جہاں ایک بھائی محض اس وجہ سے کہ حُسنِ اتفاق سے وہ دوسرے سے چند سال پہلے عالمِ وجود میں آیا تھا۔ موروثی خطابات اور جائیداد کا مالک بنتا ہے۔ اُس کے چھوٹے بھائی عموماً اُس کے افعال و حرکات کو اس وجہ سے ادب و احترام کی نظر سے دیکھا کرتے ہیں۔ کہ قانونِ تولید نے انہیں اُس کا دست نگر بنایا۔ اور دُنیاوی مشاغل میں وہی اُن کا ہادی و رہنما ہوگا علاوہ ازیں دیکھا گیا ہے۔ کہ اگر بڑا بھائی چھوٹے کو لہو و لعب میں شریک ہونے کے لئے کہے۔ تو بصورتِ انکار اُسے کتابی کیڑا "فرشتہ" وغیرہ کے طنزیہ القاب دیئے جاتے ہیں اور چونکہ ایسے کلمات کسی نوجوان کو گوارا نہیں ہوتے۔ اس لئے بسا اوقات نیک طینت۔ پابند فرض لڑکے محض شرم کے احساس بیجا سے اُن مشاغل کو ترک کر کے جو اُن کی فطری رغبت کے مطابق تھے اُن کاموں میں منہمک ہو جاتے ہیں۔ جنہیں وہ عام حالات میں ناپسند کرتے تھے۔ یہ سب مختلف مگر زوردار اغراضات برٹرام و ہیں پر بھی کارگر ہوئے اور جب ایک بار آغاز کار ہو گیا۔ دوسرے لفظوں میں جب ایک بار اُس نے مطالعہ کا شوق ترک کر کے اپنے بھائی اور اُس کے دوستوں کی صحبت قبول کر لی۔ اور محوِ راحت ہو گیا۔ تو وہ احساس ندامت جو ضمیر کی تحریک سے پیدا ہوا کرتا تھا۔ بتدریج مٹتا گیا۔ اور گو اس کا مطلب یہ نہیں۔ کہ برٹرام اپنے بھائی ہو کی طرح پورا عیاش اور راحت طلب بن گیا۔ پھر بھی مزاج کا وہ استقلال جو اُس کا جوہر تھا۔ زائل ہو گیا۔ نتیجہ یہ کہ پہلے سال کے خاتمہ پر دونوں نے اپنی حالت پر غور کیا تو معلوم ہوا کہ اُن کے اخراجات مالی وسائل سے بدرجہا بڑھ گئے اور وہ اس حد تک مقروض ہوئے کہ باپ سے اُس کا ذکر کرنے کی جرأت نہ ہو سکتی تھی۔ اگرچہ اس کے ساتھ قرضہ سے سبکدوشی کی آثار

ظاہر کوئی صورت بھی نہ تھی۔

جن لوگوں سے طالبانہ کالج کا لین دین تھا۔ وہ ایسے کم حوصلہ نہ تھے کہ روپیہ کے لئے شور مچانا شروع کرتے۔ اور چونکہ انہیں معلوم تھا۔ کہ ہیو اور برٹرام دوین کا تعلق ایک ایسے گھرانے سے ہے۔ جس کے اراکین خطاب دار اور صاحب ثروت ہیں اس لئے وہ اس خیال پر شاکر رہے کہ خاندان کا کوئی فرد خاص جلدیا بدیر انکا روپیہ ادا کر دیگا ہیو کے اسراف کا اب بھی یہ عالم تھا۔ کہ گویا دوین ڈیل کا خطاب مارکوئیس جس کی بدولت اس خاندان کا نام روشن تھا۔ اُسی کے قبضہ میں آنے والا ہے۔ حالانکہ اصل حقیقت یہ تھی کہ اُس کی ذات اور خطاب کی منزل میں کئی رکاوٹیں حائل تھیں۔ چھوٹے بھائی برٹرام میں بھی گو تباہی کی راہ پر چلتے ہوئے دفعتاً رُکنے کی اخلاقی جرأت نہ تھی تاہم جب کبھی اوقات فرصت میں وہ اُن مشکلات کی وسعت کو دیکھتا جن میں وہ بتدریج مگر یقینی طور پر پھنسا جاتا تھا۔ تو اُسے سخت قلق و اضطراب ہوتا۔ لیکن جیسا ہم نے بیان کیا۔ اُس میں رُکنے کی اخلاقی جرأت نہ تھی۔ شرم کا غلط احساس اور نیز یہ خیال کہ مجھے اپنی زندگی میں بڑے بھائی کے ہاتھوں کی طرف دیکھنا ہوگا۔ اُسے ہر قسم کی خارجی ترغیبوں کو دور کر کے اپنے فطری رحجان اور طبعی راست پسندی پر عامل ہونے سے روکتا تھا۔ مگر حسن اتفاق سے انہیں ایام میں ایک ایسا واقعہ ظہور میں آیا۔ جس نے اُس کے خیالات و احساسات کو ایک بالکل نئی راہ پر ڈال دیا۔

دونو بھائیوں کو کالج میں رہتے قریباً ایک سال ہو گیا تھا۔ اور اب اُن میں سے بڑے کی عمر ۲۲۔ اور چھوٹے لڑکے کی ۱۹ سال سے اوپر تھی کہ برٹرام کی ایک پنشن یاب فوجی کپتان اور اُس کی دختر سے ملاقات ہوئی۔ یہ شخص جس کا خاندانی نام لیسی تھا۔ ان ایام میں اچھا خاصہ سن رسیدہ تھا۔ اس کی شادی بڑی عمر میں ہوئی تھی۔ جس کا ثمر واحد وہ لڑکی تھی۔ جس کا ذکر اوپر کیا گیا ہے۔ گو اُس کی ولادت ماں کی جان لیوا ثابت ہوئی تھی۔ کپتان لیسی کے مالی وسائل محدود تھے۔ اس کے باوجود اُس نے اپنی عزیز بیٹی الزا کی پرورش اور تربیت میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا تھا۔ اُس نے اُسے بہترین تعلیم دلائی۔ اور جس وقت لڑکی جوان اور حسین ہوئی تو باپ سے انتہا درجہ محبت کرنے لگی۔ وہ اس بات کو اچھی طرح سمجھتی تھی کہ باپ نے

میرے لئے کسی طرح کے ایثار سے دریغ نہیں کیا۔ پس وہ اُس کے احسانات کا عوض اپنی انتہائی محبت کی صورت میں پیش کر رہی تھی۔ وہ باپ کی اس درجہ فرمانبردار تھی۔ کہ اُس کا ہر لفظ اُس کے لئے درجہ قانون رکھتا تھا۔ اور ہم کہہ سکتے ہیں کہ وہ اُس سے جس طرح کی قربانی چاہتا۔ یہاں تک کہ اُسے اُس کی جانِ عزیز کی بھی ضرورت ہوتی۔ تو اُس نازآفریں حسینہ کو اُسے پیش کرنے میں دریغ نہ تھا۔

حُسن و جمال کی دُنیا میں الزالبیبی صنّاعِ قدرت کی تخلیق کا بے نظیر نمونہ تھی۔ جس وقت برٹرام سے اُس کی ملاقات ہوئی اُس وقت اُس کی عمر ۱۸ سال یعنی اس نوجوان سے بقدر ایک سال کم تھی۔ اور جیسا کہ خیال کیا جاسکتا ہے صحت و شباب نے اُس کی شکل و صورت میں سارے عالم کی دلفریبیاں پیدا کر دی تھیں۔ اُس کے گیسوئے مشکیں کے مقابلہ میں چہرہ کی شفاف سپیدی ایک عجیب و دلکش نظارہ پیش کر رہی تھی۔ پیشانی بلند۔ فراخ مگر بے رنگ۔ شانے۔ گردن اور سینہ سپید۔ عارضِ سیمیں کی رنگت ہلکی گلابی۔ مگر ہونٹوں کی ملائمت درجہ سُرخ تھی۔ آنکھیں موٹی سیاہ اور تیز نگ۔ سلیم جن پر سیاہ بھویں نقاشِ قُدرت کے خطِ دلفریب کی صورت رکھتی تھیں۔ خط و خال موزوں اور دانت موتیوں کی طرح سپید تھے۔ اس پیکرِ آتش کی قامت درجہ اوسط سے تھوڑی اُونچی مگر نہایت متناسب تھی۔ سارے اعضاء سڈول اور اُن کی موزونیت قد کی دلفریبی کو دوبالا کر رہی تھی۔ آنکھوں کا خندہ ہلال تبسم کی سحر آگینی۔ اور اُس کے خرام کا اندازِ وقار۔ یہ سب باتیں ایک ناقابلِ بیان نفاست کی مظہر تھیں۔ مختصر یہ کہ اس صانعِ حقیقی نے اسے حُسنِ لطیف کا ایک نادرِ دنیا یاب نمونہ تیار کیا تھا۔ صورت کی طرح اُس کی سیرت بھی قابلِ تعریف تھی۔ وہ فطرتاً خلیق۔ ہر قسم کے ریا سے پاک دوسروں پر کامل اعتماد رکھنے والی اور اس قدر صاف باطن تھی۔ کہ اُس کے خلاف کسی حال میں شک ہونا غیر ممکن تھا۔ بغض و حسد۔ غیبت و بدگوئی ان کے اُس نے فقط نام سُنے تھے۔ اُن کے صحیح معنوں سے وہ بالکل بے خبر تھی۔ اُس کی گفتگو اور عمل اُس کی خلقت کے مطابق اُس معصومیت کی جھلک رکھتے تھے۔ لیکن گو وہ فطرتِ انسانی کے سیاہ پہلو سے اس درجہ لاعلم تھی تاہم اس سے بے نہ سمجھنا چاہئے۔ کہ ناسوں دغا جر لوگونکی

خوف ناک چالبازیوں سے منزل عصمت سے سہولت گرا سکتی تھیں - ہرگز نہیں - کیونکہ نیکی و عصمت بجائے خود ایک مستحکم دیوار ہے - جسے کوئی خارجی طاقت آسانی سے مسمار نہیں کر سکتی - اپنی جنس کا وقار اور حیائے دوشیزگی کا القا جو ہر عصمت پرست عورت کا جوہر ہوتا ہے - اُسے خفیف ترین لفظ یا اشارہ پر جو آدابِ تہذیب کے خلاف ہو - یقیناً برانگیختہ کر دیتا ہے،

غرض اس مزاج کی عورت الزا لیبی تھی جو کالج سے تھوڑی دور اپنے باپ کے پاس رہا کرتی تھی - گھر میں باپ بیٹی کے سوا صرف ایک عمر رسیدہ عورت اور تھی - جو کپتان لیبی کے ہاں اُس کے زمانۂ ازدواج ہی سے ملازم چلی آتی تھی اور اس لحاظ سے کپتان کی حسین و جمیل دختر کو اُس کے عہد طفولیت سے جانتی تھی - کپتان لیبی نے فوج کی ملازمت ترک کر کے شادی کی تو پھر آکسفورڈ ہی میں سکونت اختیار کر لی - اس لئے نہیں کہ اُسے اس شہر سے کوئی خاص دلچسپی تھی - بلکہ اس وجہ سے کہ اسکے ایک رشتہ دار کا انتقال ہوا تو وہ اپنی ساری جائیداد جو تین مکانات پر مشتمل تھی - اس کے نام پر چھوڑ گیا - ان گھروں میں سے ایک میں خود کپتان اپنے متعلقین کے ساتھ رہتا تھا باقی دو اُس نے کرایہ پر دے رکھے تھے - اور اُن سے جو تھوڑی بہت آمدنی ہوتی وہ اُس کے اپنے وظیفہ میں قلیل اضافہ کر دیتی تھی - ہر چند کہ مجموعی طور سے یہ رقم بھی بہت زیادہ نہ تھی - بہر حال یہ لوگ کفایت شعاری کی مدد سے بلائے قرض سے محفوظ رہ کر عزت کی زندگی بسر کرتے تھے - کپتان لیبی کو ان تین مکانوں کی وجہ سے اس کا بھی اطمینان تھا کہ اگر داعی اجل نے بیٹی کی شادی سے پہلے مجھے دنیا سے علیحدہ ہونے پر مجبور کیا - تو بھی اُس کے گذارہ کی فکر نہ ہوگی - کیونکہ اُس کا ذاتی وظیفہ گو اُس کی حیات تک محدود تھا - تاہم مکانوں کے کرایہ کی آمدنی کا سلسلہ دائمی تھا - اور اُن کی رقم سے اُسکی پسماندہ دختر کا گذارہ فراغت سے نہ سہی - چل ضرور سکتا تھا - بس اسباب کو اچھی طرح جانتے ہوئے بھی کہ الزا جیسی حسین و جوان لڑکی کی اقامت کے لئے شہر آکسفورڈ کسی طرح موزوں نہیں - کپتان لیبی بحالت مجبوری وہیں سکونت پذیر تھا - علاوہ بریں وہ سمجھتا تھا کہ الزا ایک سمجھدار اور تربیت یافتہ ہے - اگر اُسے کسی طرح کی تحریص و ترغیب دی بھی گئی - تو وہ بہر صورت پہلو

موڑ رہیگی۔ احتیاط مزید کے طور پر اس نے اب تک طلبائے کالج کی صحبت سے کنارہ کشی رکھی تھی۔ اور گو اُن میں سے بعض نے کپتان لیسی اور اُس کی دختر سے تعارف حاصل کرنے کی کوشش کی۔ تاہم کپتان کا طرزِ عمل اُن کے لئے کسی طرح حوصلہ افزا ثابت نہ ہوا ؏

اِس جگہ اُن حالات کی تفصیل غیر ضروری ہوگی۔ جن میں برٹرام وِوین کی اول مرتبہ اس کُنبہ سے ملاقات ہوئی۔ مختصر یہ کہ ایک روز جب الزا بازار سے گذر رہی تھی۔ کالج کے ایک شرابی طالب علم نے اُس کے رُوبرو بعض نازیبا الفاظ کہے۔ حُسنِ اتفاق سے برٹرام وہیں موجود تھا۔ اُس نے اُس بیباک طالب علم کو اُٹھا کر زمین پر دے مارا۔ جس کے بعد مس لیسی کو اُس کے گھر تک چھوڑنے جانا تقاضائے اخلاق تھا۔ اور اگر وہ نازنین اس درخواست کو نامنظور کرتی۔ تو اُسے آدابِ تہذیب سے بعید سمجھا جاتا۔ گھر پہنچ کر الزا نے اسے اندر آنے اور باپ کا شکریہ قبول کرنے کو مدعو کیا۔ اور اس مختصر ملاقات میں ہی کپتان لیسی کے دل پر نوجوان برٹرام کے متعلق ایسا خوشگوار اثر پیدا ہوا۔ کہ جب آخر الذکر نے اس سے پھر کسی موقعہ پر حاضر ہونے کی اجازت چاہی۔ تو وہ اس سے انکار نہ کرسکا۔ برٹرام اس کے بعد پھر اُن کے مکان پر گیا۔ اور الزا لیسی پر مفتون ہوگیا۔ اُس کا اندازِ تکلم۔ اُس کے طریق و اطوار کی خوبیاں۔ اُس کے طرزِ عمل کی نزاکت اور وہ آثارِ ذہانت جو قدرت نے اس میں تخلیق کئے تھے۔ اِن سب نے ایک طرف اُسے کپتان لیسی کا منظورِ نظر اور دُوسری جانب الزا کا محبوب بنانے میں مدد دی۔ کپتان نے اس نوجوان کے حالاتِ زندگی اور مُستقبل کی نسبت کس طرح کے سوالات پوچھنا درست نہ سمجھا۔ اور جب اتفاقاً اُسے معلوم ہوا۔ کہ برٹرام کا تعلق ایک امیر گھرانے سے ہے تو اس نے سمجھ لیا۔ کہ اس کا مُستقبل ضرور روشن ہوگا۔ اور گو اب تک طلبائے کالج کے خلاف ایک قسم کی لاپروائی جو نفرت کی حد تک پہنچتی تھی۔ اس کے مزاج میں پائی جاتی تھی۔ تاہم اب وہ بھی سمجھنے لگا۔ کہ برٹرام وِوین اس کلیہ کا ایک خوشگوار استثنےٰ ہے ؏

جہاں تک آدابِ تہذیب اجازت دے سکتے تھے۔ برٹرام مناسب

وقفوں کے بعد باپ بیٹی سے ملتا رہا۔ لیکن جس وقت اُن کی بے تکلفی بڑھی۔ تو آمدورفت بھی زیادہ ہونے لگی۔ اور چونکہ برٹرام مختلف اوقات میں شام کا وقت کپتان کے مکان پر بسر کر کے ایک پیالی چائے پینے کو ٹھیر جاتا تھا۔ اس لئے کپتان نے اس بات کو اس کی پرہیزگاری پر محمول کیا۔ اسی طرح جب ہفتوں نے مہینوں کی صورت اختیار کی اور الزا کے ساتھ برٹرام کے تعلق نے دوستی سے عشق کا درجہ حاصل کر لیا۔ تو باپ کو اس واقعہ سے گونہ اطمینان ہوا۔ کیونکہ اُس نے سمجھا۔ کہ اب بوقتِ مرگ مجھے اسبات کا اطمینان ہوگا۔ کہ میں نے اپنی عزیز بیٹی کو زندگی میں ہر طرح آباد اور مطمئن دیکھ لیا۔ اگر کپتان لیسی دانا یا جیسا دُنیا داروں کی لغت میں اس کے معنی لئے جاتے ہیں۔ چالاک اور ہوشیار ہوتا تو وہ اُس نوجوان کی نسبت ہر طرح کی تحقیقات ضروری سمجھتا۔ اس صورت میں اُسے معلوم ہوجاتا۔ کہ ایک امیر گھرانے سے برائے نام تعلق کے باوجود برٹرام چونکہ کُنبہ مذکور کی ایک شاخ صغیر کا رکن اصغر ہے۔ اس لئے دُنیا میں اُس کے لئے زورِ بازو کے سوا ترقی کا کوئی ذریعہ نہیں۔ مگر ایک تو اُس کی فطری کاہلی۔ دوسرے تساہل کی پیدا کردہ یہ عادت کہ واقعات کو جہاں تک ممکن ہو۔ اُن کی روشن صورت میں ہی دیکھا جائے۔ تیسرے اُس کی خود پسندی۔ سب باتوں نے مل کر یہ کیا۔ کہ جو خیال ایک بار سرسری اُس نے دماغ میں جاگزین ہوا تھا۔ اُس نے اُسے یقینی سمجھ کر ہر واقعہ ما بعد کو اُس کا ذریعہ تصدیق و توثیق سمجھنا شروع کر دیا۔

کئی مہینے گذر گئے اور اس عرصہ میں برٹرام و ورین کا چال چلن ہر طرح مستقیم ہو گیا۔ کپتان لیسی اور اُس کی دختر سے اپنی شناسائی کے راز کو پوری طرح محفوظ رکھتے ہوئے وہ حتی الامکان ہیو اور اُس کے دوستوں کی صحبت سے پرہیز کرنے لگا۔ عشق کی خاطر اُس نے وہ طعنے بھی گوارا کر لئے۔ جنہیں شرم کے احساس باطل کی وجہ سے وہ پہلے ناقابل برداشت سمجھا کرتا تھا۔ بھائی نے خیال کیا۔ اس پر کتب بینی کا جنون سوار ہے کئی روز تک وہ اُسے کتابی کیڑا" کہکر چڑانے کی کوشش کرتا رہا۔ مگر جب اس طرح اُس کے دل پر کوئی اثر پیدا نہ کر سکا۔ تو اُس کے لئے "نامرد" "فرشتہ" وغیرہ کلمات استعمال کرنے شروع کئے۔ پھر جب یہ بھی مؤثر نہ ہوئے۔ تو ناچار اُس نے برٹرام کو اُس کی حالت پر چھوڑ دیا۔ اسی اثنا میں اُس نوجوان کا یہ حال تھا کہ جتنا وقت تعلیم اور کتب بینی

سے بچتا۔ بلکہ یوں کہنا چاہئے۔ کہ جتنا وقت وہ ان کاموں سے بچا سکتا۔ وہ سب کپتان لیبی کے مکان پر ہی بسر ہوتا تھا۔

عاشق و معشوق کو خواب راحت کی زندگی بسر کرتے کئی مہینے گذر گئے اور گو کسی کو کبھی اظہار مدعا کی جرأت نہ ہوئی۔ تاہم دونو ایک دوسرے کے خیالات کو انداز نگاہ سے معلوم کر چکے تھے۔ دونو کبھی مل کر سیر کرنے نہیں گئے۔ کیونکہ برٹرام الزا کو ساتھ لے کر کالج کے کسی طالب علم سے ملنا پسند نہ کرتا تھا۔ اور بھائی کے سامنے تو وہ کسی حال میں آنا نہ چاہتا تھا۔ یہ احتیاط اس لئے کہ وہ ڈرتا تھا۔ اس صورت میں مجھے الزا کا اُس سے بھی تعارف کرانا پڑیگا۔ اور یہ اُسے کسی حال میں منظور نہ تھا۔ اس کی راحت کی انتہا تھی۔ کہ عشرتکدہ یار کی مختصر نشستگاہ میں اس کے پہلو میں بیٹھا ہے۔ کسی رقیب یا مخل صحبت کا خوف نہیں۔ پیارا ناز آفرین چہرہ پُر شوق نگاہوں کے سامنے ہے وہ کبھی اُس سے باتیں کرتا اور کبھی کوئی کتاب پڑھ کر سنانے لگتا ہے۔ یا وہ کشیدہ لے کر بیٹھی ہے۔ اور یہ اُسے پیار کی نظروں سے دیکھتا جاتا ہے۔ ایسی صحبت کے موقعہ پر الزا کے باپ کی موجودگی کو بھی پابندی نہ سمجھا جاتا تھا۔ کیونکہ اول تو وہ اپنی آرام کرسی پر لیٹا ہوا ہر وقت اونگھتا رہتا تھا۔ لیکن اگر بیدار بھی ہو تو وہ برٹرام کو اپنے بیٹے کی طرح سمجھتا۔ اور اُس سے بڑی محبت سے پیش آتا تھا۔ وہ جانتا تھا۔ کہ میری دختر اس سے منسوب ہو چکی ہے۔ اور اس تعلق پر وہ ہر طرح سے مطمئن تھا۔ ظاہر ہے۔ کہ جس صورت میں باپ نے برٹرام کی نسبت کسی طرح کی تحقیقات ضروری نہ سمجھی۔ تو معصوم و بے خبر الزا کیونکر اس فرض کو اپنے ہاتھ میں لے سکتی تھی۔ اُسے فقط اتنا معلوم تھا۔ کہ اس کا تعلق خاندان ودین ڈیل سے ہے۔ اس سے زیادہ اُسے کچھ معلوم نہ تھا۔ اُس کا عشق غایت درجہ پاک اور بے غرضانہ تھا۔ اور ہم یہاں تک کہہ سکتے ہیں۔ کہ کوہستان الپس کی برف سپید بھی اُس کی محبت سے زیادہ پاک نہ تھی برٹرام ودین سے اُس کا عشق اس گہری محبت کی صورت رکھتا تھا۔ جو کسی دوشیزہ کے عہد شباب کا تحفہ اولین ہوتا ہے۔ دوسری جانب اس نوجوان کی محبت بھی کچھ کم زور دار پُرجوش یا روشن نہ تھی۔ مگر اس کے باوجود تسلیم کرنا پڑتا ہے۔ کہ یہ سب باتیں محض ایک خواب راحت کا درجہ رکھتی تھیں۔ اُن میں عہد بیداری کی سنجیدگی قطعاً شامل نہ تھی۔

برٹرام ووین نے کبھی اس معاملہ پر غور کرنے کی کوشش نہیں کی کہ میری راحت کا خواب کبھی حقیقت بھی ثابت ہو سکتا ہے یا نہیں اور کیا میرے لئے الزالیبی سے شادی کرنا کسی بھی حالت میں ممکن ہے۔ زمانہ حال اُس کے لئے اتنا دلفریب تھا کہ اُس نے مستقبل پر غور کرنے کی کبھی تکلیف نہ کی۔ عہدِ شباب کی اُمنگیں ہمیشہ اُمید و اعتقاد سے پُر ہوتی ہیں اس لئے کہ جس طرح عشقِ الٰہی رُوح کا مذہب ہے۔ اسی طرح عشقِ صنم دِل کا ایمان ہے دونوں صورتوں میں انسان کو مستقبل پر اعتماد عظیم ہوتا ہے اور اس کیطرف سے یہ معلوم کرنے کی کسی حال میں کوشش نہیں کیجاتی کہ یہ اعتماد کس حد تک صحیح ہے جیسے خدا کا پرستار عبادت کے ذریعہ حصول جنت کی اُمید رکھتا ہے۔ ویسے ہی عشق کا پجاری جلد یا بدیر حصول راحت کو یقینی سمجھتا ہے اور کبھی اس سوال پر غور کرنے کی تکلیف نہیں کرتا کہ اس جنت کیطرح یہ راحت بھی کب اور کن حالات میں میسّر ہو سکتی ہے ؛

برٹرام کو کپتان لیبی اور اُس کی دختر کا شناسا ہوئے تقریباً ایک سال کا عرصہ گذر چکا تھا۔ کہ ۲۶ئ کے وسطی ایام میں اُسے دفعتاً اس خوابِ راحت سے بیدار ہونا پڑا۔ کنبہ میں ایک موت واقع ہونے سے مارکوئیس کی جانشینی کا سوال پیدا ہو گیا تھا اور دونوں بھائیوں کو آکسفورڈ سے اس لئے طلب کیا گیا۔ کہ وہ بھی متوفی امیر کے جنازہ میں شریک ہوں۔ اسی خط میں باپ نے لکھا تھا۔ کہ تمہارے قرض کا سارا حال مجھے معلوم ہو گیا ہے۔ یہاں آتے ہوئے تم نے اُن رقوم کی تفصیل جو قابل ادا ہیں لیتے آنا۔ کہ اُن کا تصفیہ کر دیا جائے اور منتظمان کالج کو اطلاع دے دینا۔ کہ اب ہم مزید تعلیم کیلئے واپس نہ آئیں گے۔ اگر الزا سے محض عارضی جدائی کا سوال پیش ہوتا۔ تو برٹرام اُسے باسانی برداشت کر لیتا۔ کیونکہ اس سے پہلے بھی زمانۂ تعطیل میں وہ اس قسم کی عارضی جدائیوں کا خوگر ہو چکا تھا۔ مگر جس وقت اُسے معلوم ہوا۔ کہ اس موت کی وجہ سے باپ کی مالی حالت میں اصلاح ہونے کے باعث مجھے اپنی کالجی تعلیم کو ہمیشہ کے واسطے خیرباد کہنا ہو گا تو اُس کے رنج والم کی کوئی انتہا نہ رہی ؛

کم وبیش مجذوبیت کی حالت میں وہ سیدھا کپتان لیبی کے مکان پر گیا اور الزا سے ملاقات کی۔ اُس کا باپ سیر کرنے گیا ہوا۔ مگر آپ بعض مصروفیتوں کی وجہ سے مکان پر ہی تھی۔ برٹرام کو اس طرح بے وقت آتے دیکھکر وہ بہت خوش ہوئی۔ مگر اس خبر نے جس کا وہ حامل تھا تمام خوشیوں پر پانی پھیر دیا۔ دونو فرط شوق سے بغلگیر ہوئے اور

پہلی مرتبہ اُن کے اب ایک دوسرے سے پیوست ہو گئے۔ نیز پہلی مرتبہ الزا اور برٹرام کے دلوں نے ایک دوسرے سے مل کر حرکت کی۔ اُس وقت پہلی بار عاشق و معشوق اپنے خواب راحت سے اس طرح بیدار ہوئے۔ گویا اُن کے سروں پر بجلی کوندگئی ہو آدھ گھنٹہ تک تو اُن کی یہ حالت رہی کہ معلوم ہوتا تھا دونو پاگل ہو جاینگے۔ مگر ہم نے اُوپر بیان کیا تھا۔ کہ عشق اُمید و اعتقاد کا مذہب ہے اور عہدِ شباب میں انسان کسی بھی حالت میں اُمید کو ہاتھ سے نہیں دیتا۔ یہی صورت اس وقت پیش آئی۔ بتدریج دونو نے سکون حاصل کیا۔ اور برٹرام نے اپنی محبوبہ کے کانوں میں دائمی محبت اور ناقابل شکست وفا کے لاانتہا وعدے کئے ۔

کہنے لگا "والد کا ارادہ غالباً مجھے کسی ایسے کام میں داخل کرنے کا ہے جس میں میری بہتری کی صورت ہو۔ ظاہر ہے کہ اُس کام میں پڑ کر میں بہت جلد دولت و ثروت حاصل کر لونگا۔ میرا خاندان مالدار اور ذی اثر ہے۔ جس وجہ سے میدان ترقی میں مجھے منزل مقصود تک پہنچنے کے لئے زیادہ جد و جہد نہ کرنی پڑیگی۔ علاوہ بریں اے جان جہاں تمہاری تصویر ہر وقت اور ہر حال میں میری زندگی کا روشن ستارا۔ میری اُمید کی شمع ہدایت اور ہر قسم کی محنت و مشقت کے معاوضہ کا نشان ہوگی۔ چند سال کا عرصہ جو غالباً دو یا تین سال سے زیادہ نہ ہوگا۔ بہت جلد گذر جائے گا۔ پیاری الزا ہم دونو جوان ہیں اور اُس وقت بھی جوان ہونگے۔ جب ہم اس طرح ایک دوسرے سے ملینگے کہ پھر ہماری جدائی کا امکان نہ ہوگا۔ آہ! وہ زمانہ کتنا راحت بخش ہوگا۔ اس کے علاوہ والد مجھے کسی بھی کام میں داخل کریں۔ میں وقتاً فوقتاً عشق کے پر لگا کر ضرور تمہاری دید کے لئے حاضر ہوا کرونگا۔ ہماری خط و کتابت کا سلسلہ یقیناً جاری رہیگا اور اگرچہ یہ مفارقت الم خیز اور حزن آمیز ہے۔ تاہم ایسی باتیں کچھ نہ کچھ ذریعہ تسکین ہو سکتی ہیں"

وہ نازنین زار زار رو رہی تھی۔ اس کا خوشنما سر نازک ڈنڈی کے سرے پر لگے ہوئے پھول کی طرح دلدار کے شانہ پر جھکا ہوا تھا۔ اپنی دجلہ ریز آنکھوں کو برٹرام کی طرف اُٹھا کر اُس نے نگاہ سے اپنی دائمی محبت اور اُس کے اقرار وفا کا شکریہ ادا کیا ۔

"جان سے پیاری میری ہو!" نوجوان نے جوش سے کہا۔ "تم اس وقت میری ہو

اور زمانہ آئندہ میں بھی میری ہی رہوگی۔ میں خدا کو حاضر و ناظر جان کر اس کا عہد کرتا ہوں کہ میری زندگی کبھی تمہاری ذات سے علیحدہ نہیں ہوگی۔ یہ انگوٹھی میرے اقرارِ محبت کی نشانی ہے۔ اِس کے نگینہ پر میرے نام کے ابتدائی حصّہ کا پہلا حرف کندہ ہے اِسے تم میرے وفا کی نشانی سمجھ کر اپنے پاس رکھو"۔

نازنین کی آنکھوں سے سیلاب اشک رواں تھا۔ اس حالت میں انگوٹھی لے کر دل سے لگالی اور ایک اور انگوٹھی اپنی خوشنما انگلی سے اُتار کر بے جوڑ اور اس قدر مدھم لفظوں میں کہ صاف طور پر سنائی نہ دیتے تھے۔ گو ان کی تہ میں اسکی ترنم خیز آواز کی حلاوت قائم تھی اس نے کہا:۔" پیارے برٹرام اسے تم اپنے پاس رکھو۔ اس پر میرے نام کا پہلا حرف کھدا ہوا ہے میں نہیں کہتی۔ تم سے میری محبت دائمی اور ناقابل فنا ہے۔ اس کا اندازہ تم میری صورت اور میرے دل سے کر سکتے ہو۔ بہر حال اگر سچ ہے۔ کہ پرستارانِ عشق ایک دوسرے کے رازِ دل سے آگاہ ہوتے ہیں۔ تو یقیناً تم اس حقیقت سے بے خبر نہیں ہوگے۔ کہ میں اس وقت اور آئندہ ہر زمانہ کے لئے تمہاری ہوں اور تمہاری ہی رہونگی"۔

برٹرام نے پیش کردہ انگوٹھی لے کر اُسے چُوما۔ پھر انگلی میں پہن لیا۔ بہت دیر تک دونو بغل گیر رہے۔ جُدا ہونا چاہتے۔ تو اور زور سے مل جاتے۔ لیکن یہ حالت کب تک قائم رہ سکتی تھی آخر علیحدگی کا وقت آگیا اور اُس وقت جو دردِ اذیت۔ جو ناقابلِ بیان تکلیف عاشق و معشوق کے دل کو ہوئی شکل اُس کے بیان سے عاجز ہے۔ پھر وہ سکون جو ابتدائی اظہارِ الم کے بعد قائم ہوا۔ اور یقیناً عارضی تھا۔ وہ بھی غائب ہوگیا برٹرام بار بار الزا کو اندازِ تشنج سے سینہ سے لگاتا تھا۔ اور دونو کو یہ حالت محسوس ہو رہی تھی۔ گویا یہ دردِ فراق اُن کے دِلوں کو پاش پاش کر دیگا۔ یہ کہنا غیر ضروری ہے کہ دونو ایک دوسرے سے علیحدہ ہوئے۔ تو سخت ہیجان کی حالت میں تھے برٹرام تیز چلتا۔ وہاں سے رخصت ہوا۔ اور اُس کے چلے جانے کے بعد الزا اس طرح بے سُدھ ہو کر ایک صوفہ پر گر پڑی۔ گویا راحت و اُمید ہمیشہ کے لئے اس سے جدا ہو گئے۔

اِس کے قریباً پاؤ گھنٹہ بعد جب کپتان لیسی مکان ہوا۔ تو الزا کا رنج و غم پہلے کی نسبت کم ہو چکا تھا۔ جیسے شائد اُن سُنہری اُمیدوں کا ر بنا چاہئے۔ جو

اب رفتہ رفتہ اُس کے دل میں پیدا ہونے لگی تھیں۔ اُس نے محسوس کیا کہ مجھے اپنے لئے نہیں تو برٹرام کی خاطر اس مصیبت کو جس طرح ممکن ہو برداشت کرنا چاہئے۔ کپتان لیسی نے جب سارے حالات سُنے۔ تو اُس پر بجلی سی گری۔ جیسا اس کے پیشتر بیان کیا گیا ہے وہ ایک نیک نہاد اور پُر اعتماد شخص تھا۔ گو اس کے ساتھ ہی خود پسندی کی عادت بھی کسی حد تک موجود تھی۔ اپنے دل میں وہ مستقبل کی نسبت نہائت روشن اُمیدیں رکھتا تھا۔ اُس کا خیال تھا۔ کہ برٹرام قریباً ایک سال اور کالج میں تعلیم پاکر اپنے رشتہ داروں سے گذارہ لائق مالی امداد حاصل کرسکیگا۔ اور اُس وقت الزا سے اس کی شادی ہو جائیگی یہ خیالات کپتان لیسی کا سہارا بنے ہوئے تھے۔ مگر تازہ واقعہ نے اس کی سب اُمیدوں کو آناً فاناً منتشر کردیا۔ اُس کے سارے قیاسات تلف ہوگئے۔ اور آج اول مرتبہ اُس کے دل کو احساس ہوا۔ کہ میں نے اس معاملہ میں کتنی بھاری غلطی کی۔ اُس نے سوچنا شروع کیا۔ کہ مجھے ابتدا میں ہی اس پر غور کرنا چاہئے تھا۔ کہ مناسب وقت گذرنے پر برٹرام وورین الزا سے شادی کرسکیگا یا نہیں۔ اس وقت جب دُنیا وی خیالات اُس کے ذہنی قیاسات میں مخل ہونے لگے۔ تو اُس نے معلوم کیا۔ کہ برٹرام کو تو ابھی دورِ ترقی میں پہلا قدم رکھنا ہے۔ اُس کے بعد اگر حالات موافق ہوں۔ تو ایک عرصہ نامعلوم کے بعد کامیابی کی صورت پیدا ہوسکتی ہے کپتان لیسی اِتنا بیوقوف نہ تھا۔ کہ وہ اسباب کو محسوس نہ کرتا کہ علیحدگی اور حالات کی تبدیلی جوان دِلوں میں عجیب انقلاب پیدا کر دیتی ہے۔ پس گو آج تک اُس کا عقیدہ یہی تھا۔ کہ برٹرام اور الزا کی محبت کا دور ہموار ثابت ہوگا۔ اور انجام کار یہ تعلق شادی کی صُورت اختیار کرسکے گا۔ تاہم اب یہ خیال پختگی سے اُس کے ذہن نشین ہوگیا۔ کہ آج کے واقعہ کے بعد دونو کے تعلق باہمی کو اگر قطعاً شکست و ریخت شدہ سمجھ لیا جائے تو بیجا نہیں۔ اس حماقت پر اپنی ذات کو قابلِ مذمت ٹھہرانے کے باوجود اُس نے الزا کے پاسِ خاطر سے یہ بات اُس کے سامنے ظاہر نہ کی۔ کہ وہ سمجھتا ہے۔ اب اس کا برٹرام وورین سے شادی کرنا امرِ موہوم اور بے نتیجہ اُمید ہے۔ یا یہ کہ اس بارہ میں اس کے سابقہ خیالات میں عظیم تبدیلی ہوچکی ہے۔

خیر اس واقعہ کو چند دن گذر گئے۔ اور اُس کے بعد الزا کو ایک خط موصول ہوا جس پر اولڈ امینڈس کی جہاں برٹرام وورین کا خاندان رہتا تھا اور جو شہر آکسفورڈ سے بہت دور

علاقہ ہمپشائر میں واقع تھا مہر لگی ہوئی تھی۔ عمر رسیدہ مارکوئیس کا انتقال ہوا تھا اور اسی جگہ اُس کے جانشین کو خطاب و ریاست کا مالک بننا تھا۔ ان ایام میں کُنبہ کے سب لوگ متوفی امیر کے جنازہ میں شریک ہونے کے لئے جمع تھے۔ خط میں ویسے ہی پُرجوش خیالات کا اظہار کیا گیا تھا۔ جن کی کسی عاشق جاں باز سے توقع ہوسکتی ہے یا جنہیں کسی ایسی نازنین کے سامنے جسے فریفتہ سے عشق حقیقی ہو۔ ظاہر کیا جا سکتا ہے۔ اس میں لکھا تھا۔ کہ میرے والد لارڈ ڈوین بن گئے ہیں اور گو اُنہوں نے اب تک ہم دونوں بھائیوں سے اپنے ارادوں کا ذکر نہیں کیا۔ تاہم امید ہے۔ کہ رسوم جنازہ سے فارغ ہونے پر اُن کے صحیح خیالات کا علم ہو سکیگا۔ اُس وقت میں سارا حال خط میں لکھونگا ۔

چند دن بعد ایک خط اور آیا۔ جس کا لہجہ اُمید افزا ہونے کی بجائے یاس آمیز تھا۔ جیسا کہ ہونا چاہئے۔ اس کا اُس نازنین کے دل پر بہت ناخوشگوار اثر ہوا۔ اس میں لکھا تھا۔ کہ انگریزی سفیر متعینہ ریاست ہائے متحدہ امریکہ کا تنخواہ دار اتاچی بن کر میں اس دور دراز ملک میں جا رہا ہوں۔ اور اب وہ وقت قریب ہے۔ کہ میرے اور تمہارے درمیان ایک وسیع قطعہ آب حائل ہو جائیگا۔ خط سے یہ بھی معلوم ہوا کہ روانگی کی تیاریاں اس قدر جلد کی گئیں۔ اور برٹرام کے والد نے اُس کی نقل و حرکت کی نگرانی کا ایسا مکمل انتظام کیا۔ کہ رخصت ہونے سے پہلے اُسے آکسفورڈ آکر الزا کو الوداع کہنے کا موقعہ نہ مل سکا۔ بہرحال اُس نے اپنی محبت کی استقامت کا حوالہ دے کر لکھا۔ کہ انگوٹھیوں کے تبادلہ کا وقت یاد کر کے جس طرح بھی ممکن ہو تمہیں اس تکلیف کو جو بہر صورت عارضی ہے برداشت کرنا چاہئے ۔

الزا عادتاً کسی بات کو باپ سے پوشیدہ نہ رکھتی تھی۔ بس یہ خط بھی اُس نے کپتان لیسی کو دکھا دیئے۔ اور اُنہیں دیکھ کر اُسے پورا یقین ہو گیا۔ کہ میں نے بہت بُرا کیا۔ کہ بیٹی کو برٹرام ایسے نوجوان سے اتنی گہری محبت کرنے کا موقعہ دیا۔ صاف ظاہر تھا کہ وہ خواب راحت جس کی تکمیل کی اُسے اُمید تھی۔ اب کسی حالت میں صورت حقیقت اختیار نہ کر سکیگا۔ جب اُس نے دیکھا۔ کہ بیٹی کی راحت خطرہ میں ہے تو گو الزا کو اپنے خیالات سے خبردار کرنا اُس کے لئے سخت تکلیف دہ فرض تھا۔

تاہم اُس نے اس کی انجام دہی کو ضروری سمجھا۔ اُس نے خیال کیا کہ اگر اب اُس کو بتا دیا جائے کہ تمہاری اُمیدیں کسی حال میں پوری نہ ہو سکینگی۔ تو یہ آخر کار صورت یاس دیکھنے سے ہزار درجہ بہتر ہے۔ پس اُس نے بتدریج تا بہ آہستہ اور جہاں تک ممکن تھا اپنے جوش کو دبانے کی کوشش کرتے ہوئے۔ اُسے بتایا کہ برٹرام وو بن ابھی زندگی میں کامیابی حاصل کرنے کے لئے بہت محنت کرنی پڑیگی جس میں عجب نہیں سالہا سال کا عرصہ گذر جاتے اور پھر اس کے بعد نا معلوم کب تک وہ اس قابل ہو کہ تمہارے ایسی بے جہیز لڑکی سے شادی پر آمادہ ہو سکے۔ اس اثناء میں ممکن ہے۔ نئی نئی صورتیں اُس کے دل میں نئے نئے خیالات پیدا کردیں اور وہ جذبۂ محبت جو اُس کے دل میں تمہارے لئے ہے۔ قائم نہ رہے۔ بالفرض اس کے عشق میں تبدیلی نہ ہو۔ پھر بھی عجب نہیں۔ کہ وہ بعض خارجی حالات و اثرات سے مجبور ہو کر کسی مالدار عورت سے شادی کرلے۔ الزا نے باپ کی تقریر کو حیرت و اندوہ کے ساتھ سُنا۔ زار زار روتے ہوئے وہ بار بار کہتی تھی کہ مجھے کامل یقین ہے۔ برٹرام اپنی محبت میں قائم اور ثابت قدم رہیگا۔ مگر کپتان لیسی نے ایک ناگوار فرض پوری طرح انجام دینے کا عہد مصمم کر لیا تھا۔ اور اُس کا ارادہ تھا۔ کہ اسے آج ہی درجۂ تکمیل تک پہنچا دیا جائے۔ پس اُس نے کہا۔ الزا دُور اندیشی اسی میں ہے۔ کہ تم فرضی اُمیدوں کو دل سے نکال کر آئندہ یاس کے لئے تیار ہو جاؤ۔ ہر چند کہ میرے لئے کسی طرح کے سخت احکام جاری کرنا بہت ناخوشگوار ہے۔ تاہم مجبوراً کہنا پڑتا ہے۔ کہ آج سے تمہارے اور برٹرام کے درمیان کسی طرح کی خط و کتابت نہ ہو۔ میں خود اُس کے نام ایک خط لکھکر سارے حالات واضح کر دونگا۔

اس کے دوسرے دن اُس نے ایک خط لکھا۔ جس کی تحریر نرم اور الفاظ محتاط تھے۔ اُس میں برٹرام سے درخواست کی گئی تھی۔ کہ تمہیں کم از کم دو سال تک الزا سے کسی طرح کی خط و کتابت نہ کرنی چاہئیے۔ اس عرصہ میں فریقین پر ثابت ہو جائیگا کہ اُن کے جذبات محبت کی صحیح نوعیت کیا ہے۔ اور میں وعدہ کرتا ہوں کہ اگر اس عرصہ کے بعد بھی تمہارے دل میں الزا کے لئے وہی اگلی سی محبت ہوئی تو پھر مجھے قطعاً عذر نہ ہوگا۔ کہ تمہارے موجودہ تعلقات بحال ہو جائیں۔

الزا نے سوچا باپ سب کچھ میری بہتری کو مدنظر رکھ کر ہی کر رہا ہے۔ پس کچھ

تو اس وجہ سے اور کچھ اس لئے بھی کہ وہ ہر بات میں اُس کے حکم پر چلنا فرض سمجھتی تھی۔ اُس نے کسی طرح کا اعتراض نہ کیا۔ اُسے برٹرام کی محبّت پر کامل اعتماد تھا۔ اور وہ یہ بھی جانتی تھی کہ میرا اپنا عشق اتنا غیر مستحکم نہیں کہ وہ ایسے قلیل عرصہ کی آزمائش برداشت نہ کر سکے۔ اُس نے خیال کیا کہ جس محبّت کے استحکام پر مجھے اتنا اعتماد ہے۔ کہ اگر ہستی انسانی ایسی طوالت اختیار کر سکے۔ تو صدیوں کا عرصہ بھی اُس میں تخفیف نہیں کر سکتا۔ تو دو سال کی قلیل مدّت سراسر معمولی بات ہے۔ عہدِ شباب کی اُمیدوں نے حوصلہ دیا۔ کہ یہ وقت بہت جلد گذر جائیگا۔ اور اُس کے بعد عشق کے درجۂ انبساط حاصل کرنے میں کوئی روک مزاحم نہ ہوگی۔ والد تکالیٔ تعلقات کی پھر اجازت دے دینگے۔ اور اس کے بعد اگر مجھے شادی کے لئے کئی سال تک انتظار کرنا پڑا۔ تو میں اس خیال سے کہ آخرکار مسرّت و راحت کا دور آنا یقینی ہے اِس زحمت کو خوشی سے برداشت کرونگی ؎

کپتان لیسی کا خط برٹرام دوین کو اُسی شام ملا۔ جب وہ امریکہ روانہ ہونے کے لئے تیار تھا۔ اُس نے بواپسی اُس کا جواب بھیجا۔ جس میں لکھا تھا۔ کہ مجھے آپکا فیصلہ منظور کرنے سے انکار نہیں۔ اس سے میرے دل کو رنج تو ہوا۔ لیکن میں اس لئے بخوشی منظور کرتا ہوں۔ کہ ایک تو حکم اُس کا ہے۔ جس کی دخترِ عزیز سے مجھے ناقابلِ بیان محبت ہے۔ دوسرے اِس سے ثابت ہو جائیگا۔ کہ میرا عشق کتنا مستقل اور پائیدار ہے۔ خط کے آخر میں کپتان لیسی سے درخواست کی گئی تھی۔ کہ آپ اِنرا کو اسبات کا یقین دلا دیں۔ کہ میں کہیں یا کسی حال میں رہوں۔ اس سے میری محبت میں کبھی فرق نہ آئیگا ؎

باب ۳

ہجومِ مصائب

واقعات مذکورہ کو ایک سال کا عرصہ گذر گیا۔ اب ۱۸۶۲ء کے تابستان کا آغاز تھا کہ انگلستان کے اخباروں میں ایک افسوسناک سانحہ جو ممالکِ متحدہ امریکہ کے ایک دریا میں پیش آیا تھا مختصر اور مجمل کیفیت شائع ہوئی۔ معلوم ہوا ایک جہاز جس پر چند آدمی بغرض تفریح سوار تھے۔ اور جن میں انگریزی جمہوریہ امریکہ کے عملہ کے آدمی بھی تھے۔ طوفان

میں غرق ہو گیا۔ اور جتنے آدمی اُس پر سوار تھے۔ ہلاک ہوئے۔ اس خبر کے ساتھ ہی چند خاص آدمیوں کے نام بھی دیئے ہوئے تھے۔ جن میں برٹرام ووین کا نام شامل تھا۔

کپتان لیسی چاشت کے بعد آکسفورڈ کا ایک مقامی اخبار پڑھ رہا تھا۔ کہ اُس کو یہ خبر نظر آئی۔ اُسے پڑھکر جو کلمہ حیرت اُس کے مُنہ سے نکلا۔ اُس سے الزا بھی چونکی۔ اور اُس نے انداز فکر سے وجہ دریافت کی۔ کپتان لیسی نے حقیقت حال کو پوشیدہ رکھنا غیر ضروری سمجھا۔ مگر خبر کا مضمون اُس کی نظروں میں لانے سے پہلے اُس نے اس بارہ میں تدریجی کیفیت بیان کرنا ضروری سمجھا۔ مگر وہ سارا حال بیان نہیں کر پایا تھا۔ کہ الزا حقیقت حال سمجھ گئی۔ اُس کی خوشنما آنکھوں سے آنسوؤں کا ایک قطرہ بھی نہیں گرا۔ نہ اُس کے ہونٹوں سے حرف شکایت نکلا۔ وہ سنگ مرمر کے بُت کی طرح چپ چاپ اور بے حرکت بیٹھی انتہائے یاس کی تصویر نظر آتی تھی۔ مگر جب باپ نے اس کو گود میں لے کر دلاسہ دینا شروع کیا۔ اُس وقت اُس کی آنکھوں سے اس طرح سیلِ اشک روانہ ہوا کہ وہ گھنٹوں الم ناک حالت میں زار زار روتی رہی۔ کہاں تو وہ اُمیدیں جو اس کی زندگی کا سہارا تھیں اور کہاں یہ ہجوم یاس کہ ایک لمحہ میں اس کے روشن مستقبل کا خاتمہ ہو گیا۔ کسے معلوم تھا کہ وہ بیمانۂ راحت جسے اُس نے حالت بیم ورجا میں آج تک بدقت محفوظ رکھا تھا۔ قدرت کے نامہربان ہاتھوں سے آن واحد میں چکنا چور ہو جائیگا۔ مگر خدائی انتظام عجیب اور فہم انسانی سے بالاتر ہیں۔ بہت دیر کے بعد کپتان لیسی نے جس کے اپنے جھری دار رخساروں پر آنسوؤں کے بڑے بڑے قطرے گر رہے تھے۔ اس سے التجا کی۔ کہ تمہیں میری خاطر اس رنج والم کو فرو کرنا چاہیے۔ الزا کے قلب مجروح پر ایسے الفاظ کیا اثر تسکین پیدا کر سکتے تھے۔ کئی گھنٹے بعد الزا کو اس سانحہ جانگدازہ پر سنجیدگی سے غور کرنے کا موقعہ ملا۔ اور کئی دن بعد وہ اس قابل ہوئی کہ حکمت آلہی پر صابر و شاکر ہو کر اس بار الم کو جس طرح بھی ممکن ہو برداشت کرے۔ کئی روز تک یہ واقعہ اُسے خواب کی طرح معلوم ہوا۔ بار ہا وہ سمجھتی تھی۔ کہ میرا دماغ کسی آفت مفروضہ کے اثر سے پریشان ہو رہا ہے۔ راتوں کو اکثر بے چین ہو کر نیند سے چونک کر بیدار ہو جاتی اور سوتے وقت ایسا معلوم ہوتا۔ کہ غرقابی کا نظارہ عین نظروں کے سامنے پیش ہے۔ اور غرق ہونے والوں کی چیخیں صاف طور پر سنائی

دیتی ہیں۔ پھر دفعتاً بیدار ہو کر وہ اپنے ہاتھوں سے دھڑکتی ہوئی کنپٹیوں کو دباتی اور دل سے سوال کرتی کہ کیا ایسا ہو سکتا ہے بارفتہ رفتہ یہ خواب کی حالت رفع ہوئی اور آخر کار وہ وقت آگیا۔ جب اُسے محسوس ہُوا کہ جو کچھ پیش آیا۔ وہ خواب نہیں ایک خوف ناک حقیقت ہے وہ شب و روز خدا سے دعا کرتی۔ کہ اے کارسازِ حقیقی تو ہی مجھے اس کی توفیق دے۔ کہ میں اس مصیبت کو برداشت کر سکوں۔ اس کے باوجود بار ہا اُسے محسوس ہوتا کہ میں دیوانی ہوئی جاتی ہوں۔ ایسے موقعوں پر وہ برٹرام کی انگوٹھی کو مجنونانہ انداز سے لبوں سے لگاتی۔ اس مصیبت میں محبت کی وہ نشانی جو ایامِ راحت کی یادگار تھی۔ اُس کے لئے واحد ذریعہ تسکین ثابت ہوئی۔ اس میں شک نہیں کہ یہ تسکین سراسر بے حقیقت تھی۔ مگر اتنا کمزور ہونے پر بھی جیسے مریض کی وہ شعاعِ اُمید جو حالتِ بحران میں پیدا ہوا کرتی ہے۔ وہ کچھ نہ کچھ اہمیت ضرور رکھتی تھی ؏

مثل مشہور ہے۔ کہ مصیبت کبھی تنہا نہیں آتی۔ ممالک متحدہ سے بدنصیب برٹرام وڈین کے متعلق جو افسوسناک خبر موصول ہوئی۔ اس کا زخم ابھی تازہ تھا کہ کپتان لیسی کے مکان میں آگ لگ گئی اور وہ ایسی تیزی سے بھڑکی۔ کہ چند گھنٹوں کے عرصہ میں تینوں مکان جل کر خاک سیاہ ہو گئے۔ سامان کی قسم سے کوئی چیز محفوظ نہ رہی۔ اتنا ہی غنیمت ہوا کہ مکینوں کی جانیں بچ گئیں۔ مصیبت پر مصیبت یہ ہوئی کہ اس زمانہ میں آگ کے بیمہ کا رواج عام نہ تھا۔ بدقسمتی سے کپتان لیسی کی جائیداد غیر بیمہ شدہ تھی۔ اس طرح پر اُس کی آمدنی کا ذریعہ خاص بالکل ہی تلف ہو گیا۔ اور اب بڑھاپے میں جب نقاہت روز افزوں اور صحت بتدریج خراب ہوتی جارہی تھی۔ اُسے وظیفہ کی اس حقیر رقم پر جو فوج سے ملا کرتا تھا۔ گذارہ پر مجبور ہونا پڑا۔ شومئی قسمت سے اس وظیفہ کا سلسلہ اُس کی زندگی تک محدود تھا اور یقیناً اُس کی موت پر قائم نہ رہ سکتا تھا۔ اس لئے سوال پیدا ہُوا کہ اُس کی موت پر ان کا کیا حال ہوگا۔ انہی ایام میں کپتان کی بُوڑھی خادمہ آتشزدگی کے صدمہ سے ایسی بیمار ہوئی کہ پھر نہ اٹھی۔ چند دن کے عرصہ میں وہ بھی عالم فنا سے دارالبقا کو چل دی اور اب کپتان لیسی اور الزا اس دُنیا میں یکہ و تنہا۔ مفلس و محتاج بے زر اور بے گھر رہ گئے ؏

کپتان کی ایک دُور کی رشتہ دار بیوہ عورت مسز ہیلی لنڈن میں رہا کرتی تھی۔

اور اوقات بعید میں کپتان کی اس سے خط وکتابت بھی ہوتی تھی۔ وہ ایک مالدار عورت تھی۔ اور صدر مقام کے حصہ ویسٹ اینڈ میں اس کا مکان ہر لحاظ سے شاندار تھا سوسائٹی کے بہترین لوگ اُس کے وہاں جایا آیا کرتے تھے۔ اور دعوتی جلسوں کا آئے دن اہتمام رہتا تھا۔ مسز بیلی صحیح معنوں میں دُنیا دار عورت تھی اور وہ بیدلی سرد مہری اور لاپروائی جو اُن عورتوں کا خاصہ سمجھی جاتی ہے۔ جو فیشن کی پرستار اور نمود کی عبادت گذار ہیں اس میں بدرجہ اتم موجود تھی۔ آکسفورڈ میں اپنے غریب رشتہ دار کپتان لیسی اور اُس کی بیٹی سے اس کا تعلق ان خطوں کے علاوہ جو عرصہ طویل کے بعد اُن میں جایا آیا کرتے تھے محض اتنا تھا کہ بڑے دنوں کے موقعہ پر وہ اُنہیں تھوڑے سے شکار اور ایک فیل مُرغ کے ساتھ رسمی مبارک کہہ چھوڑا کرتی تھی۔ جس کے جواب میں کپتان لیسی اُن چیزوں کی رسید اور دعائے خیریت لکھ دیتا تھا اور ایک حد تک یہی خط وکتابت تھی۔ جو اُن دونوں میں ہوتی تھی۔ لیکن اب جس وقت کپتان کو اپنی دُختر کی نسبت کئی طرح کے اندیشے پیدا ہوئے۔ تو اُس نے مسز بیلی کے نام ایک طویل چھٹی تحریر کی۔ جس میں آشفتگی کے ساتھ اور اُس کے ہولناک نتائج کا سارا حال درج تھا۔ اس خط میں اُس نے پدرانہ شفقت سے الزا کے حُسن وجمال۔ اُس کا خلاق حسنہ اور فرمانبرداری کا ذکر بھی تعریفی لفظوں میں کیا اور لکھا۔ کہ گو میرے حالات اِس کی اجازت نہ دیتے تھے تاہم میں نے غیر معمولی کفایت شعاری اور ایثار عظیم سے اُسے اعلےٰ تعلیم دلانے کے علاوہ اُس کی تربیت کا معقول انتظام کیا ہے۔ اتفاق سے یہ خط مسز بیلی کو عین اُس وقت ملا۔ جب وہ اپنے جلسہ دعوت کو کامیاب بنانے کے لئے کسی نئی کشش کی تلاش میں تھی۔ خصوصاً اس لئے کہ فیشن ایبل دُنیا کے لوگ جو اس قسم کے جلسوں میں شریک ہوا کرتے تھے۔ اب ایک عرصہ سے اُنہیں غیر دلچسپ سمجھنے لگے تھے۔ کیونکہ مسز بیلی کے کمرۂ نشست میں وہی صورتیں بار بار دیکھنے سے اُن کی طبیعت ایک مدت سے سیر ہو چکی تھی۔ ایسے حالات میں مسز بیلی کو خیال آیا۔ کہ اگر مس لیسی اس سے آدھی خوبصورت بھی ہو جس قدر اُس کے باپ کے خط سے ظاہر ہے تو جلسہ دعوت میں سامان انجذاب پیدا کرنے کا کام چل جائیگا۔ پس اُس نے فوراً اس خط کے جواب میں کپتان لیسی کے نام ایک چھٹی روانہ کی۔ جس کا انداز تحریر مشفقانہ

اور عنائیت آمیز تھا۔ جس کے متن میں کپتان سے اُس کی مصیبتوں پر اظہار ہمدردی کیا گیا تھا۔ اور خاتمہ پر درج تھا۔ کہ میرا گھر آپ کا گھر ہے۔۔ اور اگر کوئی عذر مانع نہ ہو تو یہاں گرا سوینر سکوئر میں چلے آئیے۔ خط کے ساتھ اُس نے ۲۰ پونڈ کی رقم ملفوف کی اور لکھا کہ آپ کی تشریف آوری چونکہ مجھ پر احسان کا درجہ رکھیگی۔ اس لئے اخراجات سفر پورا کرنے کو میں یہ تھوڑی سی رقم روانہ کرنے کی جرأت کرتی ہوں۔ خدا کے لئے اس کی وجہ سے بُرا نہ مانئے گا ؎

جب یہ خط اور روپیہ کپتان لیسی کو ملا۔ تو وہ اسے غیر متوقع عنائت سمجھ کر خوشی سے باغ باغ ہو گیا۔ الزا کی رائے تھی کہ اُن سوانح عظیم کے بعد جن کے پیہم نمودار ہونے سے اُس کے اطمینان و سکون میں خلل آچکا تھا۔ ذہنی انتشار و اضطرار رفع کرنے کے لئے چند روز آکسفورڈ میں قیام کیا جائے مگر باپ لندن چلنے کے لئے بیچین تھا۔ اور اس کے انتظام میں مخل و مزاحم ہونا اُس کی عادت میں داخل نہ تھا۔ اس لئے اُس نے اپنے جذبات کو جس طرح بھی ممکن تھا فرو کر کے چلنے پر رضامندی ظاہر کی۔ اُن کی تیاری نہائت مختصر تھی۔ اپنا قلیل رخت سفر باندھ کر اور اس مکان سے جس میں واقعہ آشفتگی کے بعد وہ اٹھ آئے تھے۔ عازم لندن ہوئے۔ رستہ میں کپتان لیسی نے بار بار الزا کو یہی سمجھانے کی کوشش کی۔ کہ جہاں تک ممکن ہو مسز بیلی کو خوش کرنے اور خوش رکھنے کی کوشش کرنا۔ جس سے بالواسطہ اس کا یہ بھی مطلب تھا۔ کہ جس طرح ہو سکے افسردگی اور پریشانی رفع کر کے لندن پہنچ کر تمہیں خوش و خرم نظر آنا چاہئے۔ سچ پوچھئے تو کپتان لیسی فطرتاً برا آدمی نہ تھا۔ مگر ہجوم مصائب اور بیٹی کی فکر نے اُسے نہائت خود غرض اور دُنیا دار بنا دیا تھا۔ اُس کی انتہائی آرزو یہ تھی۔ کہ الزا مسز بیلی کے مکان پر کسی مالدار شخص کو اپنا وارفتہ بنائے۔ اور چونکہ معاملات کو اُن کی صحیح صورت میں دیکھنے کی عادت اُس میں یوم اول سے مفقود تھی۔ اس لئے بارہا وہ یہ سمجھنے لگتا تھا۔ کہ لندن پہنچکر الزا کا کسی مالدار رئیس سے شادی کر لینا قطعی طور پر تسلیم شدہ امر ہے۔ بہر حال اُس نے اس کا ذکر اپنی بیٹی سے نہیں کیا۔ اور اس معصوم حسینہ کو خواب میں بھی اس کا خیال نہیں آیا۔ کہ ان جگر پاش واقعات کے بعد جن میں سے ایک کا تعلق خود اُس کی راحت اور دوسرے کا اُس کے باپ کے اثاثہ سے تھا۔ وہ اس قدر جلد شادی کی نئی تجاویز پیش کرنے پر آمادہ ہوگا۔ غائت درجہ ملول و

محزون۔ باطن میں وہ بھی سمجھتی تھی۔ گو شباب کے انبساط اول کے اس بے رحمی سے رنج وغم میں مبتلا ہونے کے بعد اُس کی طرف سے کسی دوسرے شخص کے لئے اظہار محبت سراسر غیر ممکن ہے۔ اور اُس کا فرض مقدس بھی ہے۔ کہ برٹرام کی تصویر کو ہمیشہ لوح دل پر کندہ رکھے اِس کے باوجود ظاہر میں باپ کے اصرار پر اُس نے جہاں تک ممکن تھا۔ سکون و اطمینان قائم رکھنے کی کوشش کی۔ اور چونکہ طبعاً مضبوط اور جرأت دار لڑکی تھی۔ اِس لئے وہ رنج والم جس کا کوہ بیکراں اُس کے قلب نازک پر ٹوٹ پڑا تھا۔ اُس کے عارض گلگوں کی صباحت کو دوبالا کرنے کے سوا اُس کی صورت میں کوئی انقلاب خاص پیدا نہ کر سکا مختصر یہ کہ جس وقت لنڈن پہنچے ہوئے مسز ہیلی کے پیش کیا گیا۔ تو باطنی فکر واندوہ کی وجہ سے اُس کے حسن وجمال نے خلاف معمول وہ انداز دلفریبی اختیار کر لیا تھا کہ اُس معمر خاتون نے اس حسینہ کو اپنے حسب منشاء پا کر باپ بیٹی دونوں کا غایت درجہ پُرتپاک خیر مقدم کیا۔ جو اُس وقت کپتان لیسی کو اصل حقیقت کی بے خبری میں سراسر بے غرضانہ معلوم ہوا ؛

ستمبر کے وسطی ایام تھے۔ جب کپتان لیسی اور اُس کی دختر لنڈن میں وارد ہوئے اور جیسا کہ عموماً ہوا کرتا ہے۔ فیشن ایبل دُنیا کا بڑا حصہ صدر مقام سے دیہات کی طرف رخصت ہو چکا تھا۔ اِس لئے مسز ہیلی کی محفلیں بھی ملتوی تھیں۔ خود اُس خاتون کا یہ حال تھا کہ کبھی شہر لنڈن سے باہر نہیں گئی۔ دیہات سے اس کو سخت نفرت اور ساحل بحر سے عظیم کراہت تھی۔ اُس کو لنڈن کے ریجنٹ اور بانڈ سٹریٹ میں ہی خرید و فروخت کر کے لطف آتا تھا۔ یہ باتیں الزا کی موجودہ ذہنی حالت میں ہر لحاظ سے مفید ثابت ہوئیں کیونکہ اُسے لنڈن پہنچتے ہی جمعیت وہجوم میں شریک ہونے کے لئے مجبور نہ ہونا پڑا۔ اور اثنائے قیام لنڈن کے عرصہ میں اتنا ضرور ہوا کہ اپنے دلدار کی مرگ بے ہنگام کا جو رنج اس کے دل پر اثر انداز ہو رہا تھا۔ اُس نے رفتہ رفتہ شاکر تقدیر ہونے کی صورت اختیار کر لی۔ رنج کا خوگر ہونے سے اُس کی شدت میں کمی ہونے لگی۔ اور وہ ندامت کا رونا دھونا جو پہلے جاری رہتا تھا۔ موقوف ہو گیا آنکھوں کے خندہ سیال نے انداز حلم اختیار کیا۔ خط وخال نے فکر وآشفتگی سے جمال حاصل کر لیا اور بشرہ کے اہتزاز ونوش علیشی نے اس نیم افسردہ نیم جلادت پر تبسم کو جگہ دی۔

جو صنفِ نازک میں عموماً اور کسی حسین صورت کے لبوں پر خصوصاً دلنواز ہوتا ہے
سنہ ۱۸۱۷ء کے خاتمہ کے قریب صدر مقامِ عالم میں دورِ طرب و عیش کا آغاز ہوا
ابتدا میں مسز ہیلی کے مکان پر چھوٹی چھوٹی پارٹیاں دی جاتی تھیں۔ مگر پرستارانِ فیشن
کے دیہات سے شہر میں واپس آنے پر سرکار کی تعداد بھی کثرت اختیار کرنے لگی
اس سے واضح ہوتا ہے۔ کہ انزا عیش و نشاط کی محفلوں میں دفعتاً حصہ لے کر چکا چوند
نہیں ہوئی۔ بلکہ اسے رفتہ رفتہ لندن کے حصہ ویسٹ اینڈ کی سوسائٹی کے ہنگامۂ
طرب کا عادی بنایا گیا۔ اور گو فطرتاً وہ اسی کی آرزو مند تھی۔ کہ اپنے کمرہ کی تنہائی میں
رہ کر اس کی تصویر کو جس نے روانگی سے پہلے پیمانِ وفا کئے تھے دیکھا کرے۔ مگر
باپ کا حکم اتنا ضروری تھا۔ اور اس کا اصرار یہی تھا۔ کہ وہ ہر معاملہ میں مسز ہیلی کے
اشارہ پر عمل کرے۔ یہ بیان کرنا لاحاصل ہے۔ کہ مسز ہیلی نے اسے سماے لندن پر
ایک درخشاں ستارہ کی حیثیت میں پیش کرنے کو بلایا تھا۔ اور وہ ایسا کرنے پر تلی ہوئی
تھی۔

غرض ان حالات میں انزا البیسی بہت جلد ہر شخص کی توجہ کا مرکز بن گئی۔ لوگ سمجھتے
تھے۔ کہ اس کا حسن بجائے خود اپنے اندر اک درد و اثر رکھتا ہے۔ صرف اس کے باپ
کو اس راز کا حال معلوم تھا۔ جس نے اس کھلتی ہوئی کلی کو دوبارہ منہ بند غنچہ کی صورت
میں بدل دیا تھا۔ جب وہ مسز ہیلی کی محفلِ عیش میں اس طرح شریک ہوئی۔ کہ عطر
بیز پھول اس کی پیشانی اور ضیا ریز الماس اس کی گردن پر آراستہ ہوتے۔ تو
کوئی اس کی صورت سے اس کا اندازہ نہ کر سکتا تھا۔ کہ ان خوشنما پھولوں کے نیچے
اس نازنین کا دماغ آتش نشاں پہاڑ کی دبی ہوئی آگ کی حرارت سے ابل رہا ہے
یا ان روشن ہیروں سے ذرا ہی فاصلہ پر وہ قلبِ حزیں جو کبھی دنیا کے جواہرات
میں بہترین روحانی زیور عشق کا مخزن ہوا کرتا تھا۔ سنگِ اسود کی طرح سیاہ ہو چکا ہے

اوائل ۱۸۲۸ء میں مسز ہیلی نے اس مہمانِ ذی جاہ کے اعزاز میں جس نے
شرکت کا وعدہ کیا تھا۔ ایک غیر معمولی شاندار پارٹی کا اہتمام کیا۔ یہ مہمان
ڈیوک آف ارچ مونٹ تھا۔ جس کی عمر ۵۰ سال کے قریب تھی۔ قد لمبا اور سیدھا
اخلاق بلند مگر چہرہ سے فکر و خشونت کے آثار ظاہر تھے۔ انداز میں خاندانی تمکنت

کی جھلک موجود تو تھی۔ مگر کسی مہذب اور شریف آدمی کے اخلاق حسنہ سے ملی ہوئی۔ چہرہ لمبوترا۔ خط و خال نمایاں۔ رنگ زرد اور قدرے ملیح۔ مگر اس کے باوجود صورت سے بہارِ شباب کے آثار اب تک ظاہر تھے۔ اور اس سن و سال میں بھی وہ کسی پہلو سے بدنما نہ تھا۔ سر کے بال اور گلمچھے جو کبھی سیاہ ہوا کرتے تھے۔ اب سپیدی کی جھلک اختیار کرنے لگے تھے۔ مگر دانت ایسے مضبوط اور مکمل اور بلحاظِ عمر اس قدر سپید اور خوشنما تھے۔ کہ جب ہنستا۔ تو اُس کی عمر حقیقت سے بہت کم معلوم ہوتی تھی۔ یہ شخص جسے حال میں ڈیوک کا تاج امارت ملا۔ اب تک کنوارا تھا۔

ڈیوک آف مارچ مونٹ حقیقت میں بہت مالدار اور صاحبِ جائیداد تھا اُس کا ایک عالیشان مکان شہر میں اور زمین متعلقہ اراضی سمیت دیہات میں واقع تھے۔ ایسے حالات میں یہ امر چنداں باعثِ حیرت نہیں کہ بہت سی فطرتی مائیں اپنی قابلِ شادی لڑکیوں کو اس کی نظر میں لانے اور اُسے اُن پر وارفتہ کرنے کی کوشش کرتی تھیں۔ اب تک یہ ساری کوششیں بے اثر رہی تھیں۔ مگر اس قابل یادرات کو جب مسز بیلی نے اپنے مکان پر سالِ نو کی پہلی شاندار دعوت دی۔ امیرِ موصوف کا دل اوّل مرتبہ ناوکِ حسن سے زخمی ہو گیا۔ اُس نے حسن و جمال کی ملکہ الزالیبسی کو پہلی بار مسز بیلی کے وہاں دیکھا اور ایک ہی نظر میں ایمان و خرد ہار بیٹھا۔ حاضرین میں سب نے ڈیوک کی اِس تبدیل شدہ حالت کو دیکھا۔ اور اُس کی حقیقت کو محسوس کیا۔ مگر اُس نازنین کی بے خبری کا یہ عالم کہ اُس نے اسے معلوم تک نہیں کیا۔ اصل یہ ہے۔ کہ چند ماہ پیشتر جو سانحہ عظیم اسے پیش آیا تھا۔ اُس کا صدمہ اس قدر جانکاہ اور جانگداز ثابت ہوا کہ اعضاء اب تک اپنے حواس کو بحال نہ کر سکے تھے اور وہ ہر وقت نیم خواب کی سی حالت میں رہتی تھی۔ اس واقعہ کے بعد کئی ہفتے گذر گئے۔ مسز بیلی نے کئی دعوتیں دیں۔ مگر سب میں ڈیوک آف مارچ مونٹ کی شرکت لازمی ہوتی تھی۔ اسی طرح خود مسز بیلی الزا کو ساتھ لے کر جس محفل میں شریک ہوتی۔ ڈیوک صرور وہاں پہنچتا تھا۔ اب وہ اُس سے پوری وضاحت کے ساتھ اور نمایاں طور پر اظہارِ عشق کرنے لگا تھا۔ ہر شخص جو اس واقعہ کو دیکھتا۔ اس کی اہمیت کو محسوس کرتا تھا۔

مگر وہ نازنین اب بھی ڈیوک کے عشق سے غافل و بے خبر تھی۔ وہ سارے عالم کو نیم

خواب کی حالت میں رہ کر دیکھتی تھی۔ اُس کی گفتگو۔ نگاہ اور تبسم۔ یہاں تک کہ آداب محفل اور نقل و حرکت سب باتیں مصنوعی اور ارادی اثرات سے خالی تھیں۔ مگر چونکہ اس کے تکلّم باطریق عمل میں کوئی بات غیر معمولی نہ ہوتی تھی اور موجودہ افسردگی اور پریشانی میں بھی اُس کی ادائے جانستان بدستور باقی تھی۔ اس لئے انتہائی غور بین نظروں کے سوا کسی کو اس کا حال معلوم نہ ہو سکتا تھا۔ کہ اس ظاہری سکون کے آب ساکت کی تہ میں نہنگِ الم پوشیدہ ہے۔ فیشن ایبل حلقۂ زندگی کی چہل پہل میں ایسی دور رس نظریں بہت کم کسی شخص کو حاصل ہوتی ہیں۔ اور خود ڈیوک آف مارچ مونٹ گو نہائت دُور اندیش اور ذہین تھا۔ لیکن قلب نسوانی کی حالت جاننے کا ملکہ اس میں بھی نہ تھا۔

آخر کار کچھ عرصہ گذرنے پر ڈیوک آف مارچ مونٹ نے مس لیبی سے شادی کی درخواست کی۔ اس حسینہ نے اُس کی تجویز کو انداز حیرت سے سُنا۔ جسے ڈیوک نے اُس کی حیائے دوشیزگی پر محمول کیا۔ الزا کے مُنہ سے ایک لفظ تک نہیں نکلا۔ اُس کی آنکھوں سے ایک پردہ سا اُٹھ گیا۔ وہ چیزیں جو کچھ عرصہ پیشتر دُھندلی نظر آتی تھیں واضح ہو گئیں۔ اُس وقت اول مرتبہ اُسے معلوم ہوا کہ ڈیوک کی مسلسل توجہات بے معنی نہ تھیں۔ اور گو میں نے اپنی بے خبری میں اسے معلوم نہیں کیا۔ مگر وہ میرے سکوت کو رضامندی پر محمول کرتا رہا ہے۔ سہ پہر کا وقت تھا۔ کہ ڈیوک نے الزا کو مسز بیلی کے کمرۂ نشست میں تنہا پاکر اُس سے شادی کی درخواست کی۔ اُس کی حیرت کو رضامندی اور اضطراب کو حیا پر محمول کر کے اُس نے اُس کی ساعد سیمیں کو اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ اور اُس کے دستِ حنائی کو احترام سے بوسہ دے کر یہ کہتا کمرہ سے رخصت ہوا کہ میں تمہارے والد سے اجازت لے کر آتا ہوں۔ اس وقت الزا کے تخیل میں برٹرام کی تصویر اس وضاحت سے نمودار ہوئی جیسے عرصۂ دراز سے کبھی ظاہر نہ ہوئی تھی۔ دونو ہاتھوں کو تشنجی انداز سے ملا کر وہ ناقابلِ بیان خوف و اضطراب کی حالت میں اس خیال سے بے حد متاثر کہ میں عالمِ بے خبری میں اپنے عاشقِ صادق سے بے وفا ثابت ہو رہی ہوں وہ بہت دیر تک چُپ چاپ بیٹھی رہی۔ برٹرام کی دی ہوئی انگوٹھی جس پر حرف B کندہ تھا۔ اُس کے سینہ سے لگی ہوئی تھی۔ عالمِ دہشت

میں اُس نے اُسے نکال کر جوش سے بوسہ دیا۔ اور اُس کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو گرنے لگے ۔

تھوڑی دیر بعد جب ہجوم جذبات کے آنکھوں کی راہ سے خارج ہونے پر طبیعت قدرے سکون پذیر ہوئی۔ تو اُس نے انگوٹھی کو پھر چھاتی سے لگایا۔ اشک آلودہ آنکھیں پونچھ لیں اور سوچنا شروع کیا۔ کہ ڈیوک آف مارچ مونٹ کو اس کی غلط فہمی پر کیونکر آگاہ کیا جائے۔ مگر عین اُس وقت کمرہ کا دروازہ کھُلا اور اس کا باپ اندر داخل ہوا۔ ہرچند کہ وہ عمر رسیدہ اور ضعیف تھا۔ مگر اُس نے تیز چلتے ہوئے پاس آ کر الزا کو اپنے سینہ سے لگایا۔ اور اسے ایک لفظ بھی کہنے کا موقعہ نہ دے کر اس قسم کے فقرات کی جھڑی باندھ دی۔ کہ تم بہت فرمانبردار بیٹی ہو کہ تم نے ڈیوک سے شادی پر رضامندی ظاہر کی۔ میں بہت خوش ہوں کہ یہ رشتہ میری منشاء کے عین مطابق ہوا۔ اب میرے دل سے تفکرات کا بوجھ دُور ہو جائیگا اور موت کسی وقت بھی آئے میرے لئے الم ناک نہ ہوگی۔ الزا باپ کے الفاظ سُنکر حیرت زدہ متعجب اور مبہوت ہوگئی۔ صاف ظاہر تھا۔ کہ اس کا باپ اس شادی پر تُلا ہوا ہے ۔ اور اگر اُس نے حرفِ انکار زباں پر لانے کی جرات کی۔ تو وہ یقیناً دل شکستہ ہوکر مر جائیگا اس نازنین کے دماغ میں چکر آ رہے تھے۔ یہ خیال جنوں کی سی حالت پیدا کر رہا تھا کہ میں برٹرام کی معشوقہ اب کسی اور سے شادی کروں؟ جبکہ اپنے دل میں وہ اس بات کا عہد کر چکی تھی۔ کہ ساری عمر اُس کی یاد میں ناکتخدا رہ کر بسر کرونگی۔ اس اثناء میں اس کا بڈھا باپ رہ رہ کر اظہارِ مسرت کر رہا تھا۔ وہ بچوں کی طرح کبھی روتا کبھی ہنستا اور کبھی ناچنے لگتا تھا۔ باپ کی اس حالت کا اس بدنصیب حسینہ کے دل پر بہت اثر ہوا۔ اُس نے بطور عذر چند الفاظ کہنے کی کوشش کی۔ مگر کلمات وفورِ جذبات سے مغلوب ہو گئے۔ اور اس کے بعد جب وہ پھر رونے لگی۔ تو اس کے باپ اور مسز بیلی نے باری باری اس سے بغل گیر ہو کر تسلی دہی شروع کر دی ۔

اس کے بعد دن میں موقعہ پا کر اس نے باپ سے بیان کیا۔ کہ مجھے ڈیوک سے ذرا بھی اُنس نہیں۔ پہلی اور آخری محبت جو میرے دل میں پیدا ہوئی وہ برٹرام کے لئے تھی۔ اور اُسی کے ساتھ تلف ہوگئی۔ اب تو میرا دل بھی سینہ میں نہیں کیونکہ

وہ اسی قعرِ دریا میں غرق ہو چکا ہے۔ جہاں وہ۔ جس سے مجھے عشق تھا۔ واقعی خواب میں ہے۔ کپتان لیسی کو جب معلوم ہوا کہ الزا اتنی شاندار شادی کی تجویز کو ناپسند کرتی ہے۔ تو اُس پر مجذوبیت کا عالم طاری ہو گیا۔ کبھی روتا۔ کبھی دوزانو ہو کر ہاتھ جوڑتا۔ کبھی سینہ کوبی کرتا اور کبھی بال نوچنے لگتا تھا۔ بارہا اُس نے فرشِ زمین پر گر کر عجز و انکسار کا انتہائی اظہار کیا۔ الزا ایسی فرمانبردار لڑکی جسے پیکرِ خلوص و ہیکلِ اخلاق کہنا بیجا نہ ہوگا۔ اس الحاح و زاری سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکتی تھی۔ وہ تو اس بات کو پیشِ نظر رکھ کر کہ باپ نے میرے لئے صدہا طریقوں پر ایثار کیا ہے۔ اُس کی خوشنودی کی خاطر ہر قسم کی قربانی کو آمادہ تھی خیر اس رنجیدہ کیفیت کو طول دینا عبث ہے۔ مختصر یہ کہ ایک گھنٹہ کے بعد جو اپنے اذیت دہ اثرات کے اعتبار سے عذابِ عظیم کی ایک صدی سے کم اہمیت نہ رکھتا تھا۔ آخر کار الزا نے باپ کے اصرار پر تسلیم خم کر دیا۔ اور اُن شہیدانِ پاک کی لاپروائی کے ساتھ۔ جنہیں زندہ جلانے یا دفن کرنے کو لے جا رہے ہوں۔ اُس نے زرد رو۔ بے حرکت اور انتہائی سکون کی حالت میں ڈیوک آف مارچ مونٹ سے شادی کرنا منظور کر لیا۔

ہاں مگر ایک شرط پر اُس نے پھر بھی اصرار کیا اور وہ اُس کو منوا کے رہی جس زمانہ کا ہم ذکر کر رہے ہیں۔ اپریل ۱۸۲۸ء کے دن تھے۔ الزا کی شرط یہ تھی کہ شادی سے پہلے دو ماہ کا عرصہ اور گذرنا چاہیئے۔ کہ دو سال کی وہ مہلت پوری ہو جائے جو اُس کے باپ نے بصورتِ آزمائش برٹرام دوین کو دی تھی۔ اور گو بدنصیب الزا کو اس کی مطلقاً امید نہ تھی۔ کہ اس عرصۂ قلیل میں کوئی معجزہ عمل میں آ سکیگا۔ پھر بھی اس عرصہ معینہ کو پورا کرنا وہ اپنا فرضِ مقدس سمجھتی تھی۔ اور اس فرض کی تکمیل اس کے نزدیک ایک دینی اہمیت رکھتی تھی۔ علاوہ بریں دو ماہ کے عرصہ میں غریب برٹرام کی موت کی خبر موصول ہوئے پورا ایک سال گذرنے والا تھا اور گو حالات سے مجبور ہو کر وہ اُس کی یاد میں سیاہ پوش نہ بن سکتی تھی۔ تاہم دل میں اُس کی موت کا غم ہر وقت تازہ رہتا تھا۔ اور اس حساس اندوہ کے احترام کی خاطر وہ ایک سال کا سوگ پورا کرنا ضروری سمجھتی تھی۔ اگرچہ اس کے ساتھ وہ اس حقیقت سے بھی بے خبر نہ تھی کہ یہ سوگ ایک سال یا چند سال کا نہیں بلکہ دائمی ہے۔ پس اس کا اصرار یہ تھا کہ شادی

کی تاریخ . . . یا یُوں کہنا چاہیے۔ کہ اُس کے ایثار و شہادت کا دن جولائی سے پہلے نہ ہو۔ باپ اس پر رضا مند ہوگیا۔ وہ سمجھتا تھا۔ کہ اصلی مدعا بہرحال حاصل ہو چکا اور یہ امر بجائے خود کچھ اہمیت نہیں رکھتا کہ شادی کب ہو ٭

جیساکہ ایسی حالتوں میں عموماً ہوا کرتا ہے۔ دو ماہ کی یہ قلیل مہلت بہت جلد گذر گئی۔ مگر الزا نے اپنی روح پر ایسے طریق سے جبر کیا۔ کہ اُس کے ذہنی رنج کا اثر اس کی صورت پر ظاہر نہ ہوسکا۔ باپ کی عنایات کا معاوضہ ادا کرنے کی خاطر وہ اپنی راحت تباہ اور اپنی ہستی قربان کرنے کو آمادہ ہو چکی تھی۔ مگر اس کے ساتھ ہی وہ چاہتی تھی۔ کہ میرے قلق و اضطراب کا اثر میری ذات تک رہے کسی طرح ڈیوک نہ دیکھ پائے کہ وہ جبر کا شکار ہے۔ اور نہ باپ کو یہ جان کر رنج ہو کہ وہ بمجبوری میرے حکم پر چل رہی ہے۔ اصل یہ ہے۔ کہ وہ باپ کی زندگی کے آخری ایام کو کسی حال میں تلخ کرنا نہ چاہتی تھی۔ پس جس طرح بھی ممکن تھا۔ اُس نے اپنے دل کو مضبوط کیا اور ہر قسم کی آزمائش سے گذرنے کو آمادہ ہوگئی۔ اُس کے عارض گلفام کی زردی اور بشرۂ نور بار کی افسردگی کے سوا کسی اور ذریعہ سے معلوم ہوسکتا تھا کہ اُس کے دل مجروح میں حزن و ملال کے زہر سے بجھا ہُوا خنجر کھُب چکا ہے ٭

۱۰ جولائی ۱۸۲۸ء کو رسم شادی قدرے اخفا کے ساتھ ادا کر دی گئی۔ ڈیوک کے متعلقین میں سے کوئی حاضر نہ تھا۔ صرف چند دوست اس تقریب پر شریک ہوئے۔ اوّل الذکر کو ڈیوک نے ایک مصلحت خاص سے مدعو نہیں کیا تھا۔ اور وہ مصلحت یہ تھی۔ کہ جو لوگ میرے بے اولاد مرنے کی صورت میں جائیداد کے مالک ہوسکتے تھے اب محروم الارث ہونے کے ملال سے شادی میں بے لطفی پیدا کرنے کا موجب نہ ہوں۔ دُوسری طرف کپتان لیسی بعض ذاتی وجوہ سے اس رازداری کے حق میں تھا مگر یہ وجوہ کچھ بھی ہوں۔ بدنصیب الزا کو ان کا قطعاً علم نہ تھا۔ خود اُس نے باپ سے کوئی سوال نہیں پُوچھا۔ اسے اتنا بھی معلوم نہ ہوا۔ کہ ڈیوک کے رشتہ داروں کے نام کیا ہیں۔ صرف ایک بات اس کو معلوم تھی۔ اور وہ اسی قدر جاننے پر قانع تھی کہ اس سے میری شادی کی گئی ہے۔ وہ ڈیوک آف مارچ مونٹ ہے۔ اور شادی کے بعد ڈچس بن گئی ہوں ٭

باب ۳

اضطرار

ادائے رسم کے بعد مسز بیلی نے ایک بہت پُرتکلف دعوت دی۔ جس میں منتخب مہمانوں کو مدعو کیا گیا۔ اور جب اس دعوت سے فراغت ہوئی۔ تو آخر کار وہ وقت آگیا۔ جب الزا ڈچس آف مارچ مونٹ کو باپ اور مسز بیلی سے رخصت ہو کر شوہر کے ساتھ ان دیہی مقامات کی طرف روانہ ہونا تھا۔ جہاں اس کو ماہ عسل کا زمانہ بسر کرنا منظور ہو۔ یہ مقامات کون کون سے تھے۔ اس کا نہ اُس نازنین کو علم تھا اور نہ جاننے کی خواہش۔ اس لئے کہ شادی کے بعد کا زمانہ اس کے لئے دورِ نشاط کی بجائے ایک عرصہ اذیت تھا۔ جسے برداشت کرنا وہ اپنا فرض سمجھتی تھی دعوتی میز سے اُٹھ کر وہ اس کمرہ میں گئی۔ جہاں خادمہ سفر کا لباس پہنانے کو تیار کھڑی تھی۔ اور اُس وقت نوکرانی نے رسماً الزا کو "مائی لیڈی" یا "یور گریس" وغیرہ القاب سے مخاطب کیا۔ تو یہ الفاظ اُس کے معصوم کانوں کو بہت ہی ناگوار معلوم ہوئے سنگار کے مراسم سے فارغ ہو کر وہ اس کمرہ نشست کی طرف چلی۔ جہاں خادمہ کی اطلاع کے بموجب اُس کا باپ تنہائی میں الفاظ نصیحت و الوداع کہنے سے پہلے اُسے پیار دینا چاہتا تھا۔ عمر رسیدہ کپتان لیسی اس وقت بہت خوش تھا۔ مگر اُس کی مسرت میں میں ایک عجیب طرح کا عصبی اضطراب بھی شامل تھا۔ تاہم بیٹی سے جدا ہونے کا غم قطعاً اُس کی صورت سے ظاہر نہ ہوتا تھا۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ الزا کی جدائی اُس کے لئے شاق نہ تھی۔ کیونکہ ناظرین اس حقیقت سے پوری طرح آگاہ ہیں کہ اُسے اپنی دختر عزیزہ سے گہری محبت تھی۔ مگر اس قسم کا رنج والم جس قدر بھی سے تھا۔ وہ کچھ تو اس مسرت و انبساط میں جو بیٹی کی طرف سے بےفکر ہونے ا۔ اور کچھ اس اطمینان کے نیچے جو اپنی تجاویز کے مکمل ہونے اور کسی قم نہ رہنے سے حاصل تھا۔ بالکل دب گیا۔ مگر جیسا کہ بیان کیا مت میں ایک مبہم عصبی اضطراب ملا ہوا تھا۔ اسی کو بھولی یا۔ جو ماں باپ کو بیٹی سے جدا ہوتے وقت ہوا کرتا

ہے۔ مگر جو کپتان لیسی کی صورت میں بالکل ظاہر نہ ہوا تھا ؛

الزا کو گود میں لے کر پیار کرتے ہوئے سمر کپتان نے کہا "عزیز لڑکی تمہارے حسن و خوبی نے تمہیں اس معراجِ ترقی پر پہنچا دیا ہے۔ جو تمہاری شان کے لائق تھا۔ میں خوب جانتا ہوں۔ اس وقت تمہاری راحت ہر لحاظ سے مکمل ہے تاہم ایک بار پھر۔ آخری مرتبہ میں ایک ایسے معاملہ کا ذکر کرنے پر مجبور ہوں جس کا عہدِ ماضی سے تعلق ہے"؛

یہ الفاظ سن کر ڈچس اس طرح کانپنے لگی۔ جیسے کسی نے برف کا ڈلہ اس کی چھاتی پر رکھدیا ہو۔ ہر چند کہ جولائی کا مہینہ تھا۔ تاہم باپ کے الفاظ سنکر وہ نمایاں طور پر کانپی۔ اس کا چہرہ اور بھی زرد ہو گیا اور ہاتھ بے اختیار دل کی طرف گیا جہاں برٹرام دوین کی دی ہوئی انگوٹھی اب تک پوشیدہ تھی ؛

کپتان لیسی نے الزا کو اس طرح مضطرب دیکھ کر اس کی وجہ کو اچھی طرح سمجھ لیا اور جلدی سے کہنے لگا "الزا میں بہت اختصار سے کام لونگا۔ اب تم پرایا دھن ہو۔ تمہاری شادی ایک امیر ابن امیر سے ہو چکی ہے۔ جس کی عزت بلند دولت کثیر اور چلن ہر لحاظ سے بے داغ ہے۔ یہ بیان کرنا لاحاصل ہوگا کہ اسے عہدِ ماضی کا حال بالکل معلوم نہیں۔ اور تمہاری دانائی۔ تمہاری دُور اندیشی۔ بلکہ میں کہونگا۔ تمہاری اس فرمانبرداری کا جو میرے لئے تمہارے دل میں باقی ہے یہ تقاضا ہے کہ تم بھی اس راز کو اپنے نفس سینہ میں محفوظ رکھو۔ یا بہتر ہو کہ اُسے بالکل بھول جاؤ"؛

"پیارے باپ۔ آپ کا آخری فرمان ناقابل عمل ہے"۔ الزا نے مرتعش آواز سے کہا "اس راز کو پوشیدہ رکھنا بیشک ممکن ہے۔ لیکن اسے بھول جانا ... آہ! یہ کسی حال میں ممکن نہیں۔ پھر بھی آپ کے اندیشوں کی تلافی کیلئے میں یقین دلاتی ہوں۔ کہ ایک ڈیوک سے نکاح ہونے کے بعد میں اپنی حیثیت کو اچھی طرح سمجھنے لگی ہوں اور اگر اس دل میں کوئی جذبہ۔ کوئی اُمنگ۔ کوئی احساس باقی ہوتا تو میں اس بات کو باعث فخر اور موجب ناز سمجھتی۔ کہ اس نے صدہا عورتوں میں سے مجھی کو انتخاب کیا لیکن خیر۔ اس کے ناقابل ہوتے ہوئے بھی میں کبھی اپنے شوہر کے دل کو مجروح یا اس کے

احساسات کو رنجیدہ کرنے کے لئے یہ نہ ظاہر ہونے دُونگی کہ مجھے کبھی کسی اور سے محبّت تھی۔ اور اِس لئے اس سے محبّت نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ صحیح جذبہ عشق قلبِ انسانی میں ایک بار ہی نمودار ہوتا ہے۔ بار بار پیدا نہیں ہؤا کرتا۔"

"جان سے پیاری بیٹی" کپتان لیبی نے کہا "تمہارے الفاظ میرے دل میں رنج و مسرّت کے مشترکہ اثرات پیدا کرتے ہیں۔ مسرّت اس لئے کہ تم اپنے رُتبہ کی اہمیّت سے باخبر ہو۔ اور رنج اس لئے کہ عہد گزشتہ کی یاد اب تک تمہارے سینہ میں باقی ہے ... "

"اباجی میری وجہ سے آپ کسی طرح کے رنج والم کو دل میں جگہ نہ دیں"۔ الزا نے التجائی انداز سے کہا "جو ہونا تھا ہو گیا۔ اور میں اپنی حالت پر شاکر نہیں تو راضی برضا ضرور ہوں۔ بس میں پھر التجا کرتی ہوں۔ آپ میری نسبت کسی طرح کی فکر نہ کریں۔ صبح و شام آپ کی بیٹی کی دُعا بارگاہ الٰہی میں یہی ہوگی۔ کہ آپ جب تک زندہ ہیں سکھی رہیں" یہ آخری الفاظ کہتے ہوئے ڈچس آف مارچ مونٹ کی آواز مرتعش ہو گئی اور آنسوؤں کے گرم قطرے اُس کے عارض زرفام پر بہنے لگے۔

اِس رقت خیز نظارہ کا بڈھے کپتان کے دل پر بہت اثر ہوا۔ مگر وہ ضبط سے کام لے کر کہنے لگا "نورِ نظر الزا میری آخری اور پہلی ہدائت تم سے یہی ہے کہ ہمت و استقلال بحال رکھنا"۔

"آپ کسی طرح کی فکر نہ کریں۔ میں ہر قسم کے حالات کا سکون و یکجہتی سے مقابلہ کرونگی" الزا نے آنسو پونچھتے ہوئے کہا "فرمائیے آپ اور کونسی نصیحت کرنا چاہتے ہیں؟"

"بہت کم" کپتان لیبی نے جواب دیا "کہنے کو میں بہت کچھ کہہ سکتا تھا۔ مگر وقت تھوڑا ہے۔ اور گاڑی جس میں ڈیوک۔ تمہارا شوہر۔ انتظار کر رہا ہے دروازہ پر کھڑی ہے۔ علاوہ بریں" عمر رسیدہ شخص نے اور زیادہ عصبی اضطراب ظاہر کرتے ہوئے کہا۔ جسے اس کی معصوم بیٹی نے رنج جدائی پر محمول کیا۔ "علاوہ بریں وہ ذکر اس قسم کا ہے۔ جس سے کئی طرح کی افسوسناک یاد تازہ ہونے کا احتمال ہے پھر بھی چند الفاظ کہنے ہی پڑتے ہیں۔ ممکن ہے مستقبل قریب میں تمہارے روبرو اس قسم کے نام لئے جائیں۔ جن سے اس رنجدہ عہد ماضی کی یاد جس کا

میں نے اشارتاً ذکر کیا تھا تازہ ہو جائے۔ اور یہ بھی ممکن ہے۔ کہ تمہیں معلوم ہو اس شادی کی بدولت تمہارے تعلقات ایسی جگہ ہوتے ہیں ... مگر نہیں۔ ان باتوں کو جانے دو۔ جُدائی کی گھڑی ہے میں صرف ایک آخری نصیحت اور کرنا چاہتا ہوں۔ جو یہ ہے۔ کہ خواہ تم کسی طرح کی گفتگو سنو۔ اپنے سکون کو ایسے طریق پر برقرار رکھنا۔ کہ تمہاری کسی حرکت یا کسی فعل سے تمہارے شوہر کو اس کا علم نہ ہو۔ کہ تمہاری نسبت کسی زمانہ میں ایک اور شخص سے ہوئی تھی۔"

ڈچس کے سکون ظاہری و باطنی میں ذرا فرق نہیں آیا۔ اعضا بُت کی طرح بے حرکت تھے۔ چہرہ کے کسی ایک عضلہ نے بھی جنبش نہیں کی۔ اور نہ پوشاک کے ہلنے سے سینہ کا اضطراب ظاہر ہوا۔ منجمد لہجہ میں کہنے لگی "آج شادی کے مراسم میں جس طرح کا سکون کامل میری طرف سے ظاہر ہوا۔ اس سے آپ میرے استقلال و استقامت کا بخوبی اندازہ کر چکے ہیں۔ آپ نے دیکھ لیا کہ میں نے اپنے طرزِ عمل سے ڈیوک کو ہرگز یہ جاننے کا موقعہ نہیں دیا۔ کہ مجھے حقیقت میں اس سے محبت نہیں۔ ان باتوں سے آپ میرے آئندہ طرزِ عمل کا بہتر اندازہ کر سکتے ہیں اور ان واقعات کی بنا پر آپ کے لئے یہ جاننا دشوار نہیں ہو سکتا۔ کہ میری آئندہ زندگی کس طرح بسر ہوگی۔ میں پھر عرض کرتی ہوں۔ کہ میرا استقلال قائم ہے اور میں تقدیر پہ شاکر ہوں۔ میں یہاں تک کہہ سکتی ہوں۔ کہ اگر وہ جس کی تصویر میرے نزدیک دُنیا کی ہر شے سے عزیز تر ہے۔ کسی فوق الفطرت معجزہ کی رُو سے پھر زندہ ہو جائے اور زندگی حاصل کر کے میرے سامنے آئے۔ تو میرے اندر اتنا حوصلہ ہے ... خواہ آپ اسے انتہائے یاس پر ہی محمول کریں۔ بہرحال میرا حوصلہ اتنا قوی ہے کہ میں ایسی آزمائش میں بھی ثابت قدم رہ سکتی ہوں۔ اُمید ہے۔ اب آپ کا اطمینان ہو گیا ہوگا۔"

ایک لمحہ کے لئے عمر رسیدہ کپتان لیسی کے چہرہ پر بعض عجیب او ناقابل فہم اثرات نمودار ہوئے۔ مگر اُنھوں نے فوراً ہی اُس حقیقی اور قلبی مسرت کی صورت اختیار کر لی۔ جو اُسے بیٹی کے فیصلہ سے ہوئی تھی۔ چنانچہ اُس حسینہ کو گود میں لے کر اُس نے کہا "نورِ نظر الزا! ان سب باتوں کے لئے میں تمہارا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ بس اب مجھے تم سے اور کچھ نہیں کہنا ہے۔ جاؤ۔ رخصت کی گھڑی آگئی ہے

تمہیں رخصت کرتے وقت میری دعا یہی ہے۔ کہ خدا کی برکتیں ہمیشہ تم پر نازل رہیں اور میری دعائیں ایسا طلسم ثابت ہوں۔ جو تمہارے دل کو مدت العمر مضبوط و استوار بنائے رکھے"۔

الزا کو باپ کی نگاہ۔ الفاظ اور طرز عمل اُس وقت عجیب معلوم ہُوا۔ مگر وہ اس بارہ میں کوئی لفظ منہ سے نہ کہنے پائی تھی۔ کہ مسز ہیلی نے آکر اطلاع دی گاڑی روانگی کے لئے تیار کھڑی ہے۔ الزا پھر ایک بار باپ سے بغل گیر ہوئی مسز ہیلی سے بھی ملی اور اُس کے بعد صدر دروازہ کی طرف چلی۔ جہاں ڈیوک کی شاندار گاڑی کھڑی تھی۔

گاڑی کے دونوں جانب ڈیوک کا نشان امارت بنا ہُوا تھا۔ وہ اس میں سوار ہو کر اپنے شوہر کے پہلو میں بیٹھ گئی۔ جس کی دولت و ثروت کی اب وہ مساوی حصہ دار بن چکی تھی۔ گاڑی میں چار گھوڑے جُتے ہوئے تھے۔ وہ ہوشیار گاڑی بانوں نے جس وقت انہیں چابک لگائے تو وہ تیز چلتے ہوئے ڈیوک کے محل سے روانہ ہوئے۔ تھوڑی دیر میں گاڑی لندن۔ کے بازار دل کو طے کر کے کھلے میدانوں میں پہنچ گئی۔ رستہ میں ڈیوک اگر کوئی بات کہتا تو الزا اس طرح کی اُداس مگر شیریں آواز سے جس کی اب وہ عرصہ دراز سے خوگر ہو چکی تھی۔ جواب دیتی۔ کیونکہ وہ اس بات کا عہد مصمم کر چکی تھی۔ کہ باپ نے رخصت ہوتے وقت جو نصیحت کی تھی۔ اُس پر پوری طرح عمل کیا جائے۔

مگر اُس کے اوسان و استقلال کی آزمائش کا وقت جلدی ہی آ گیا۔ جب اسے ڈیوک کی گفتگو سے معلوم ہُوا کہ وہ اُن تین دیہاتی محلات میں سے جو ڈیوک کی ریاست میں شامل تھے۔ اُس کی طرف جو ہمپ شائر میں واقع ہے اور اوک لینڈس کے نام سے مشہور ہے۔ جا رہے ہیں۔

ڈیوک نے اوک لینڈس کا نام لیا۔ تو الزا کو بجلی کی طرح صدمہ ہُوا۔ اُس کے سینہ میں ایک تیز سرد لہر پیدا ہوئی۔ مگر وہ باپ کے کہنے سے اس درجہ محتاط ہو چکی تھی۔ کہ اُس کی صورت سے وہ اضطراب جو وہ اپنے سینہ میں محسوس کر رہی تھی قطعاً ظاہر نہ ہوا۔ یا اگر ہُوا تو اُس نے اُسے چھپانے کی یہ صورت پیدا

کی۔ کہ تھوڑی دیر کے لئے کھڑکی کی راہ سے سڑک کا منظر دیکھنے لگی۔ کوئی جانے پُر فضا سبزہ زار کا نظارہ لے رہی تھی۔ حالانکہ آنکھوں کی طاقت دید مسلوب تھی۔ اور دماغ ہر قسم کے احساس سے عاری۔ اوک لینڈس! آہ! یہ تو اسی مقام کا نام ہے جہاں بر ٹرام وین آکسفورڈ میں مجھ سے رخصت ہو کر روانہ ہوا تھا۔ اور یہ محل اس خاندان کی ملک میں تھا۔ جس سے اس کا تعلق تھا۔ پھر یہ جگہ ڈیوک کے قبضہ میں کیسے آئی؟

وہ انہی فکروں میں تھی کہ ڈیوک نے سلسلۂ کلام جاری رکھکر کہا۔ "جان سے پیاری الزا ہم کچھ دنوں وہاں کامل علیحدگی کی زندگی بسر کریں گے۔ اور میں یقین کرتا ہوں کہ یہ تنہائی تمہارے لئے رنج دہ یا ناگوار ثابت نہ ہوگی"۔

"جی نہیں"۔ اس نازنین نے حسب معمول شرمیلے انداز سے جواب دیا۔ "اس کے علاوہ جو بات آپ کو مرغوب ہو وہ مجھے کیونکر ناگوار ہو سکتی ہے"۔

"پیاری الزا ان الفاظ کے لئے میں تمہارا شکریہ ادا کرتا ہوں" اور یہ کہتے ہوئے اُس کے شوہر نے اُس کے نازک ہاتھ کو بوسہ دیا۔ "لیکن جیسا میں کہہ رہا تھا۔ یہ علیحدگی عارضی ہوگی۔ اور مناسب عرصہ گذرنے پر تمہارا کنبے کے سب اراکین سے تعارف کرایا جائیگا۔ یا یوں کہنا چاہیئے۔ کہ میں ان سب کو تمہارے روبرو پیش کرونگا۔ اس وقت اوک لینڈس میں تمہاری زندگی بڑی رونق اور چہل پہل میں بسر ہوگی۔ تمہارے والد اور مسز ہیلی بھی وہیں آجائینگے۔ اور تم جان سے پیاری الزا اس گھر میں میزبان کے فرائض انجام دو گی۔ جس کی ملکیت میں اب تمہارے سپرد کرتا ہوں"۔

ڈچس نے موزوں الفاظ میں جواب دیا۔ جس کے بعد اس سلسلہ میں کچھ اور باتیں ہوتی رہیں۔ مگر ڈیوک نے کوئی لفظ ایسا نہیں کہا۔ جس سے الزا کے استقلال یا اوسان کی آزمائش کا موقعہ آتا۔ پھر بھی اوک لینڈس کا لفظ رہ رہ کر اس کے دماغ میں ہیجان پیدا کر رہا تھا۔ بارہا اُس کے جی میں آتی۔ کہ ڈیوک سے دریافت کرے۔ یہ جگہ آپ کے قبضہ میں کیونکر آئی؟ مگر باوجود بڑی کوشش کے وہ اس سوال کو الفاظ کی صورت دینے کی جرأت نہ کر سکی۔ اور چونکہ خود ڈیوک نے اس مضمون پر اور کچھ نہیں کہا۔ اس لئے الزا نے سمجھا کہ وہ خیال کرتا ہے کہ میں پہلے ہی اس معاملہ سے واقف ہوں یا کم از کم وہ اسے کوئی خاص اہمیت نہیں دیتا۔

چار گھنٹوں کی تیز مسافت کے بعد ڈیوک نے الزا کو اطلاع دی کہ اب ہم حدودِ ریاست میں داخل ہو رہے ہیں۔ اس کے نصف گھنٹہ بعد درختوں کے پیچھے ایک پرانی عمارت کا بالائی حصہ نظر آنے لگا۔ اسی جگہ کا نام اوک لینڈس تھا۔ الزا نے معلوم کیا۔ کہ عنقریب وہ اُس مکان کی چار دیواری میں داخل ہونے اور اسی زمین پر قدم رکھنے کو ہے جہاں برٹرام رہتا اور پھرا کرتا تھا۔ خیال آیا۔ کیا تھوڑی دیر میں میں بھی اسی جگہ بیٹھونگی۔ جہاں وہ بیٹھا کرتا تھا۔ اور انہی چیزوں کو دیکھونگی۔ جو اُس کے پیش نظر رہا کرتی تھیں؟ اس اثنا میں گاڑی بدستور تیز چلتی ہوئی شاہراہ سے ہٹ کر ایک فراخ اور شاندار رستہ سے گذرتی ہوئی ایوان مذکور کی طرف چلی۔ الزا نے کھڑکی کے باہر دیکھا۔ تو دل نے بے اختیار کہا یہی وہ سرزمین ہے جس کا ہر ایک درخت جو سر اُٹھائے آسمان سے باتیں کر رہا ہے۔ کسی زمانہ میں برٹرام کو اپنے سایہ میں جگہ دے چکا ہے۔ اور اب تو انہی مناظر سے گذر رہی ہے۔ جو اُس کے پیش نظر ہوتے تھے۔ اسی ہوا میں سانس لیتی ہے۔ جس میں وہ سانس لیتا تھا۔ اسی زمین پر چلتی ہے۔ جس پر وہ چلا کرتا تھا۔ اس قسم کے خیالات اس کی ذہنی اذیت کو پیدا کرنے اور برقرار رکھنے کیلئے کافی تھے۔ اور ان کی بدولت اس کے سینہ میں متضاد جذبات کا ہجوم قدرتی تھا۔ مگر اس نے دل کو ہر قسم کی آزمائشوں کے لئے مضبوط و استوار کر رکھا تھا اور گو اس میں شک نہیں کہ اس کے سینہ میں صدہا اثرات۔ اضطرار و اضطراب پیدا ہو رہے تھے۔ بہر حال اس کے زرد چہرہ پر ان کا کوئی اثر ظاہر نہیں ہوتا تھا۔

اتنے میں گاڑی اس شاندار محل کے دروازہ پر کھڑی ہوگئی اور بیسیوں نوکر اپنے آقا اور اس کی دلھن کے خیر مقدم کو دوڑے آئے الزا گاڑی سے اُتر کر تبدیل لباس کے لئے ایک کمرہ میں گئی۔ تو اس وقت اس کے سینہ میں خیالات و جذبات نے ایسا ہیجان پیدا کر رکھا تھا۔ کہ اگر تنہا ہوتی۔ تو دل کھول کر رونے لگتی۔ مگر وہ خادمائیں نگیرین کی طرح اس کے ساتھ تھیں۔ اور ان کی موجودگی میں اسے کسی طرح کی کمزوری ظاہر کرنا منظور نہ تھا۔

الزا کو اوک لینڈس میں آئے کئی دن گذر گئے اور اس عرصہ میں کوئی قابل ذکر واقعہ پیش نہ آیا۔ اس اثنا میں اس نے اس شاندار ایوان کے سب حصوں اور مختلف کمروں کا معائنہ کیا۔ اور گو لندن کے قصر نوابی کی شان دیکھنے کے بعد وہ ہر قسم کی نفاست و زینت کے

نظاروں کے لئے تیار تھی اور جانتی تھی۔ کہ نئے گھر میں ہر طرف دولت و عزت کا راج نظر آئیگا پھر بھی جو شان اس نے یہاں آکر دیکھی۔ وہ اس کے اندازوں سے بڑھ چڑھکر تھی۔ اس قصر وسیع کا صرف ایک حصہ ایسا رہ گیا جس کا اُس نے اب تک معائنہ نہیں کیا تھا یعنی وہ جس میں اس خاندان کے اکابر و اعیان کی تصویریں آراستہ تھیں۔ یہ جگہ چونکہ مرمت طلب تھی۔ اس لئے ڈچس کو ادھر آنے کا موقعہ نہیں ملا۔ لیکن مرمت ختم ہونے پر ایک دن صبح کے وقت ڈیوک نے الزا سے اس حصہ میں بھی چلنے کی درخواست کی۔ اور کہا "وہاں ہمارے اسلاف کی تصویروں کے علاوہ اُن رشتہ داروں کی شبیہہ جن کا حال میں انتقال ہوا ہے۔ نیز وحید الدھر ماہران فن کی تیار کردہ نادر تصاویر آویزاں ہیں" خیر دونو سمت مذکور میں روانہ ہوئے۔ سب سے اول وہ نادر تصویریں تھیں۔ جنھیں مشہور عالم مصوروں نے تیار کیا تھا۔ ان کے آگے خاندانی تصویریں آراستہ تھیں۔ ڈیوک کے قدیم بزرگوں کی تصویروں سے الزا کو خاص دلچسپی نہ تھی۔ مگر جس وقت وہ گیلری کے اس حصہ میں پہنچی۔ جہاں ان اراکین قبیلہ کی تصاویر آویزاں تھیں۔ جنھوں نے حال میں رحلت کی۔ تو اس کے دل میں عجیب طرح کے خیالات پیدا ہونے لگے۔ یعنی ایسے خیالات جنھوں نے واقعات گذشتہ کی یاد کی صورت اختیار کرنی شروع کی۔ اور بعض حالتوں میں ماضی و حال کو ایک دوسرے سے وابستہ کر دیا۔ چنانچہ جس وقت وہ بڑھتی ہوئی حیرت و استعجاب کے ساتھ ان صورتوں کو دیکھ رہی تھی۔ تو یہ دہشت خیز گمان جو پہلے مبہم غیر معین اور دھندلی صورت رکھتا تھا۔ بتدریج درجہ یقین حاصل کرنے لگا۔ کہ ان تصویروں میں اس ناقابل فراموش تصویر کے ساتھ جو اس کے لوح دل پر کندہ تھی۔ ایک غیر معمولی مشابہت موجود ہے۔ اور جس وقت وہ ان تصویروں کی قطار کے آخر میں پہنچی۔ تو اس تصویر کو دیکھ کر جس پر یہ سلسلہ ختم ہوتا تھا۔ اُس کی آنکھیں انتہائی حیرت سے اس پر جم گئیں۔ اس کے مُنہ سے بے اختیار چیخ نکلنے کو تھی۔ کہ وہ سنبھل گئی دراصل یہ تصویر ایک ایسے شخص کی تھی۔ جو گو برٹرام سے عمر میں بہت زیادہ تھا تاہم دونو کی مشابہت اتنی زبردست تھی۔ کہ الزا کو یقین ہو گیا۔ یہ تصویر برٹرام کے باپ کے سوا اور کسی کی نہیں ہو سکتی۔

اور اب طرح طرح کے خیالات کے توہمات اُس کے دل میں پیدا ہونے لگے

لیکن گو اُس کے سینہ میں متضاد خیالات کا محشر عظیم جاری تھا۔ تاہم اُس کا اثر اس کی صورت پر نمودار نہیں ہوا۔ وہ لرزہ جو اسے اپنے بدن پر محسوس ہوا۔ وہ بھی شائد اس کی روح تک محدود رہا۔ کیونکہ ظاہر میں وہ بدستور ساکن و صامت تھی۔ کم از کم ڈیوک نے اس میں کوئی غیر معمولی تبدیلی نہیں دیکھی۔ ایک لمحہ کے لئے اس نے اپنی آنکھوں کو اس تصویر سے دوسری طرف ہٹا لیا اور یہ سوچنے کی کوشش کی۔ کہ جو کچھ میں نے دیکھا ہے وہ حقیقت نہیں خواب ہے۔ جس کا ظہور اس تصویر کے ہر وقت پیش نظر رہنے کی وجہ سے پیدا ہوا۔ جو اس کے دل کے آئینہ میں منعکس تھی۔ مگر جب اُس نے ذرا دیر کے بعد اپنے شوہر کے خاندان کے آخری چھ اسلاف کی تصویروں کو دوبارہ نظر غور سے دیکھا تو یہ بات پوری طرح ثابت ہوگئی۔ کہ جو کچھ میں نے محسوس کیا۔ اُس کا تعلق واہمہ یا تخیل سے نہیں۔ بلکہ یہ مشابہت حقیقی و اصلی ہے۔ جس کا آغاز ان تصویروں میں اس شخص سے ہو کر جس کا انتقال سب سے پہلے ہوا تھا۔ اس کے جانشینوں میں بتدریج ترقی کرتے ہوئے آخری تصویر میں بالکل وہ صورت اختیار کر چکا تھا۔ جو باپ بیٹے کی مشابہت کی حالت میں ہوا کرتی ہے۔ پس پھر ایک بار اس نے اسی آخری تصویر کو نظر غور سے دیکھا۔ اور اس کے ساتھ ہی اس شخص کی جانگداز یاد جس سے اس کا عشق دائمی تھا۔ مگر جو اب اس سے ہمیشہ کے لئے جدا ہو چکا تھا تازہ ہوگئی ؟

مگر ڈیوک کو اب بھی اس کے طرز عمل میں کوئی بات عجیب یا غیر معمولی نظر نہ آئی اس نے اس کے غور و تعمق کو اس قدرتی استعجاب و دلچسپی پر محمول کیا۔ جو ایک نئی بیاہی دلھن کے دل میں سسرال کے متوفی اجداد کی تصویروں سے ہو سکتی ہے پس کہنے لگا۔ "یہ تصویر میرے چھوٹے بھائی لارڈ کلیمنٹن آنجہانی کی ہے۔ جس کا انتقال قریباً ایک سال پیشتر ہوا تھا۔ واقعہ کا افسوسناک پہلو یہ ہے۔ کہ انہی ایام میں مجھے مارکوئیس کے درجہ سے ترقی کر کے ڈیوک کا رتبہ حاصل ہوا۔ اور اسے لارڈ کا اعزاز ملا تھا" ؟

"لیکن مائی لارڈ آپ کے یہاں مارکوئیس کا خطاب کس نام سے منسوب ہے؟" الزا نے دریافت کیا۔ اور گو ظاہر میں وہ ہر طرح ساکن و صامت تھی۔ تاہم قلب میں ناقابل بیان جذبات کا ہجوم تھا۔

"اصل حقیقت یہ ہے۔ کہ قریباً دو سال پیشتر ایک عمر رسیدہ چچا کے انتقال پر مجھے مارکوئیس آف ووین دیل کا اعزاز حاصل ہوا تھا۔ جسے تھوڑا عرصہ بعد ڈیوک آف مارچ موسٹ کے خطاب میں بدل دیا گیا۔ جس رشتہ دار کی موت پر مجھے یہ اعزاز حاصل ہوا۔ اُس کے بعد میرے چھوٹے بھائی کو لارڈ ووین کا خطاب ملا تھا۔ ظاہر ہے کہ اس صورت میں لارڈ کا خطاب محض اعزازی تھا۔ مگر جب مجھے ڈیوک کا رتبہ حاصل ہو گیا تو اسے بھی حقیقی لارڈ بنا کر نیبرن کلینٹڈن کا خطاب دے دیا گیا"۔

"تو کیا اس رشتہ دار کی موت سے پہلے جس کے انتقال پر یہ سب تبدیلیاں عمل میں آئیں۔ آپ کے چھوٹے بھائی کا نام محض آنریبل مسٹر ووین تھا؟" الزا نے دریافت کیا اور پھر خود ہی کہنے لگی " معاف کیجئے میں ان معاملات کی نسبت بہت کم واقفیت رکھتی ہوں.... "

وہ رُک گئی اور فقرہ مکمل نہ کر سکی۔ زود رفتار خیالات اس کے سینہ میں ہیجان پیدا کر رہے تھے۔ اس کا دل ہجوم جذبات سے مغلوب تھا۔

"پیاری الزا! میں خوش ہوں کہ تم ان معاملات میں اس قدر گہری دلچسپی لے رہی ہو"۔ ڈیوک نے کہا "بیشک دو سال پہلے تک میرے بھائی کا نام سادہ مسٹر ووین تھا مگر جیسا میں بیان کر رہا تھا۔ قریباً ایک سال کا عرصہ ہوا کہ یکایک اس کا انتقال ہو گیا۔ الزا اس کی موت نہایت المناک تھی۔ اس لئے کہ وہ ایک ذہنی صدمہ کی وجہ سے ظہور میں آئی۔ ایک روز امریکہ سے اطلاع موصول ہوئی۔ کہ اُس کے بیٹے کا جس سے اسے بے حد محبت تھی۔ انتقال ہو گیا ہے... مگر الزا... پیاری الزا کیا بات ہے؟ کیا تم بیمار ہو؟"

"نہیں مائی لارڈ۔ میں اچھی ہوں۔ اطمینان فرمائیے"۔ ڈچس نے جلدی سے کہا۔ اور اس کے ساتھ ہی اس نے حیرت خیز کوشش سے اوسان بحال کر لئے "دراصل یہ جگہ بہت سرد ہے..."

"بے شک سرد ہے" ڈیوک نے دلھن کی دلجوئی کے خیال سے فوراً کہا۔ حالانکہ امر واقعہ یہ ہے کہ جولائی کا مہینہ تھا اور آفتاب کی شعاعیں ہر چیز کو ضیاء و تابش دے رہی تھیں۔ "چونکہ معمار۔ رنگساز اور نقاش کئی روز تک یہاں کام کرتے رہے ہیں۔ اس لئے جگہ مرطوب ہو گئی ہے۔ لیکن میرا خیال ہے سردی سے زیادہ رنگ اور تارپین کی بُو نے

تمہارے نازک دماغ پر اثر کیا ہے۔ آؤ چلیں۔ باقی چیزیں پھر دیکھ لی جائینگی"۔
الزا نے جس کا چہرہ سنگ مرمر کی طرح سپید تھا۔ شوہر کے بازو کا سہارا لیا۔ اور اُس کے ساتھ گیلری سے رخصت ہوئی۔ رستہ میں ایک نوکر ملا۔ اس سے ڈیوک نے کہا کہ مہتمم خانہ کو میری طرف سے کہنا وہ سخت ناراض ہیں۔ کہ اس نے گیلری کی بدبو رفع کرنے کا انتظام نہیں کیا۔ چونکہ جگہ مرطوب اور نمناک ہے۔ اس لئے وہاں آگ جلوانے کا انتظام کرو۔ یہ کام بہت جلد ہونا چاہیئے۔ کیونکہ آج ڈچس کا مزاج وہاں تھوڑی دیر ٹھیرنے سے ہی ناساز ہوگیا ہے۔ اس کے بعد الزا درد سر کا بہانہ کر کے اپنے کمرہ میں چلی گئی۔ اور وہاں تنہائی میں واقعات پیش آمدہ پر غور کرنے لگی۔
اسکی آنکھوں کے سامنے پردہ سا ہٹ گیا۔ اول مرتبہ اس نے معلوم کیا۔ کہ والد نے جو احتیاطی الفاظ دم رخصت کہے تھے۔ ان کا صحیح اور اصلی مطلب کیا تھا۔ صاف ظاہر تھا کہ اس کی شادی اسی خاندان میں کی گئی۔ جس سے اس کے ولدار برٹرام کا تعلق تھا۔ اور اس کا شوہر اسی عاشق جانباز کا چچا ثابت ہوا۔ جس سے وہ عہد وفا کر چکی تھی۔ جسے انتقال کئے دو سال کا عرصہ گذر گیا تھا۔ مگر جس کی صورت ہر وقت اس کے لوح دل پر منقوش تھی۔ یہ جاننا مشکل نہ تھا کہ اس کے والد کو شروع سے حقیقت حال معلوم تھی مگر خود اُس نے اور مسز بیلی نے اس کو بڑی احتیاط کے ساتھ اُس سے پوشیدہ رکھا۔ اگر خود ڈیوک نے اس کو اس بارہ میں خبردار نہ کیا تو مقام حیرت نہیں کیونکہ شادی سے پہلے اُن میں ایک دوسرے کے رشتہ داروں کی نسبت کسی طرح کی گفتگو بالکل نہ ہوئی تھی۔ علاوہ بریں اس خاموشی کے وجوہ معلوم کرنا بھی دشوار تھا۔ ڈیوک نے آخری عمر میں ایک جوان عورت سے شادی کرنے کا ارادہ کیا۔ تو اس کے لئے صورت مصلحت یہی تھی کہ نہ اس کا ذکر ان رشتہ داروں سے کرتا جنہیں اس کے لاوارث مرنے سے فائدہ پہنچ سکتا تھا۔ اور نہ الزا سے اُن کا۔ الزا اور برٹرام کے سابقہ تعلقات کا اُسے قطعاً علم نہ تھا۔ یہاں تک بھی نہیں۔ کہ کبھی ان دونوں میں شناسائی تھی۔ پس اگر اس نے اپنے رشتہ داروں کا الزا کے سامنے ذکر نہیں کیا۔ تو اس کی تہ میں اس مصلحت کے سوا جس کا اوپر ذکر کیا گیا ہے۔ کسی طرح کی رازداری کو دخل نہ تھا۔ علاوہ بریں گذشتہ ایام میں خاندان وین ڈیل کے امرا کے خطابات میں چونکہ ترقی عمل میں آ چکی تھی۔ اس لئے الزا کا یہ جاننا بھی خارج

از امکان تھا۔ کہ ڈیوک آف مارچ مونٹ کسی زمانہ میں مارکوئیس آف موبن ڈیل ہوا کرتا تھا۔ اسی طرح لارڈ کلیوڈن کا نام اگر کبھی اتفاقاً اُس کے گوش زد ہوتا بھی۔ تو وہ ہرگز نہ سمجھ سکتی کہ اس کا بر تام آنجہانی سے کسی طرح کا تعلق ہے۔ مگر اب اُس نے سارے حالات کو اچھی طرح سمجھ لیا۔ اور رہ رہ کر یہ خیال اُس کے ذہن میں تازہ ہونے لگا۔ کہ حالات کے کس قدر پیچیدہ اجتماع نے میری زندگی پر اثر انداز ہو کر مجھے اس خاندان میں پہنچایا۔ جس میں کبھی یہاں اس کے مختلف حالات میں داخل ہونے کی شوق سے منتظر تھی یعنی جس شخص سے اب اس کی شادی ہوئی۔ اس کے بھتیجے کی دُلھن بنکر ۔

افسوس۔ کس بے دردی سے اس کی راحت کو قربان کیا گیا۔ مگر اس نیک خاتون کے دل میں باپ سے اس درجہ گہری محبت تھی اور یہ اثر محبت اس کی فطرت میں اس قدر آمیز ہو چکا تھا۔ کہ اس وقت انتہائی درد و اذیت محسوس کرتے ہوئے بھی اس نے اپ کو ہر قسم کی ذمہ واری سے سبکدوش کرنے کی کوشش کی۔ دل کو یہی سمجھایا کہ وہ میری بہتری کو پیش نظر رکھ کر مجھے کسی امیر گھرانے میں بیاہنا چاہتے تھے۔ پس اُنہوں نے جو کچھ کیا۔ وہ نیک نیتی اور پدرانہ اخلاص و شفقت پر مبنی تھا۔ اور اگر اپنی دانست میں مجھ سے بھلائی کرتے۔ اور میری بہتری کی تدبیر سوچتے ہوئے انہی کا ہاتھ میرے سینہ میں خنجر خونخوار بھونکنے کا ذریعہ بنا۔ تو اس میں کم از کم اُن کے ارادوں کو دخل نہیں ہو سکتا۔ پس مجھے اِن کے خلاف کسی طرح کا رنج و کینہ دل میں نہ رکھنا چاہئے پھر اس خیال کو مضبوط و استوار کرنے کے لئے کہ اُن کے ساتھ میرا پیار بدستور سابق اور میرا دل ہر قسم کے احساس بغض سے خالی رہنا چاہئے۔ نیز اس قیاس ذہنی کو باطل کرنے کی غرض سے کہ جو کچھ کیا گیا۔ اس میں کسی ریا یا سازش کو دخل نہ تھا۔ اُس نے اُن عظیم الشان قربانیوں کو یاد کیا۔ جو باپ نے اس کے عہدِ طفولیت سے اب تک اس کے لئے کی تھیں۔ لیکن اس طرح دل کو سمجھانے اور رنجیدہ خیالات کو ٹالنے کی کوشش میں رہ رہ کر پھر یہ افسردہ کُن۔ اضطرار افزا اور الم خیز احساس ذہن میں تازہ ہو جاتا اور جاناں عاشق کی ناقابل فراموش یاد اس میں اور اضافہ کرتی ۔ ۔ ۔ کہ میری شادی نہ صرف اس سے مختلف شخص سے جس سے میرا پیمان وفا تھا۔ بلکہ اسی کے ایک قریبی رشتہ دار سے عمل میں آئی۔ اس قسم کے مبہم احساس گویا اس سے کوئی ہولناک جرم سرزد ہوا ہو۔ کچھ اس طرح

کا دُھندلا خیال کہ تقدیر نے صبر و شکیب کی آزمائش کے لئے مجھے اس مقام پر لا ڈالا جس کے تعلقات و اثرات ہمیشہ سوہان رُوح ہونگے۔ اس کو مضطر و پریشان کر رہا تھا مگر جو ہونا تھا ہو گیا۔ تقدیر نے پانسہ پھینک دیا اور اب اُس کا فرض یہی تھا کہ راضی بہ رضا ہو کر جس طرح ممکن ہو اوقات بسر کرے۔ اور سب سے زیادہ اس داغ الم کو جو اُس کی رُوح کے عمیق ترین حصّہ میں محفوظ تھا۔ اپنے شوہر سے چھپا کر اُسے اپنے ساتھ ہی قبر تک لے جائے ؞

قریباً ڈیڑھ مہینہ گذر گیا۔ اور اس عرصہ میں الزا کا پھر نگار خانہ میں جانا نہیں ہوا۔ ڈیوک نے کئی بار وہاں چلنے کی تحریک کی۔ مگر الزا کوئی نہ کوئی عذر کر کے۔ یا کسی دُوسری تفریح کے بہانہ سے ٹالتی ہی رہی۔ کبھی وہ ریاست کے ایک حصّہ کی سیاحت کی خواہش ظاہر کرتی کبھی دُوسرے کی۔ اِسی طرح جب کبھی اُس کا شوہر اپنے چھوٹے بھائی کی موت اور اُس کے اسباب کا ذکر کرنے لگتا۔ تو وہ جھٹ گفتگو کو کسی دوسرے پہلو میں بدل دیتی اور یہ کاروائی مؤثر طریق پر کرنے کے لئے وہ معاملات حاضرہ میں غیر معمولی دلچسپی کا اظہار کرنے لگتی اور گو حقیقت میں اس کی یہ حالت بخار کے جوش سے مُشابہ اور بعض موقعوں پر جنون کی حد تک پہنچتی تھی۔ تاہم ڈیوک جو اس پر ہزار جان سے فدا تھا۔ اپنی بیخبری میں اس کی دلچسپیوں کو حقیقی تصور کرنے لگتا تھا ؞

غرض اس طرح ماہ عسل کا زمانہ بسر ہوا۔ حتیٰ کہ آخر کار ایک دن صبح کو چاشت کے وقت ڈیوک آف مارچ مونٹ نے کہا۔ "جان سے پیاری الزا میرا خیال ہے کہ ہمارے اوقات کی موجودہ تقسیم تمہارے لئے بار خاطر ثابت ہونے لگی ہے۔ اس لئے اس میں تبدیلی ہونی چاہئے۔ ضروری ہے۔ کہ اوکلینڈس میں رونق کا سامان کیا جائے سچ ہے۔ کہ تمہاری بے خبری میں میں نے بعض انتظامات اس قسم کے کر بھی دیئے ہیں۔ جن سے عین موقعہ پر یقیناً تمہیں حیرت ہوتی۔ مگر افسوس میں اس راز کو تم سے چھپا کر نہیں رکھ سکتا۔ تمہارے والد اور مسز بیلی آج سہ پہر کو یہاں آ جائینگے اور ہمارے دوست سر ولیم اور لیڈی لوسکیس اپنی تینوں بیٹیوں کے ساتھ جن کی نسبت یاد ہوگا۔ کہ رسم شادی پر موجود تھیں۔ ایک ہفتہ ہمارے پاس رہنے کو تشریف لا رہے ہیں۔ پیاری الزا سچ کہنا۔ تم ان انتظامات سے ناخوش تو نہیں ہو؟"

ڈیوک نے جہاں تک ممکن تھا۔ اپنی ذات اور ان تجاویز کو دلہن کے مقبول خاطر

بنانے کی کوشش کی۔ اور الزا نے بھی جیسا اس کی عادت تھی۔ اخلاق کی راہ سے ڈیوک کا شکریہ ادا کر کے اسکے عمل میں لائے ہوئے انتظامات پر مسرت ظاہر کی ؛

"ان کے علاوہ ایک مہمان اور بھی رات کا کھانا کھانے کے وقت آنے والا ہے" ڈیوک نے سلسلہ بیان جاری رکھتے ہوئے کہا "وہ میرا بھتیجا لارڈ کلینڈن ہے۔ جو حال میں براعظم یورپ کی طویل سیاحت سے واپس آ رہا ہے۔ اس نے اپنے خط میں مجھے شادی کی مبارک باد دیتے ہوئے تمہیں۔ پیاری الزا آداب لکھا ہے۔ خط کی تحریر بہت موزوں ہے۔ اور اس سے اس قسم کی مردانہ فیاضی اور خلوص دل کا اظہار ہوتا ہے۔ جس کی مجھے ایسے شخص سے بہت کم امید ہو سکتی تھی" یہ آخری فقرہ اس نے ایسے انداز سے کہا۔ گویا اپنے دل سے کہہ رہا ہو۔ مگر جلدی ہی ان اندیشوں پر غالب آ کر جو بظاہر اس کے دل میں اس بارہ میں پیدا ہو رہے تھے۔ کہ میرے بھتیجے لارڈ کلینڈن پر اس شادی کا کیا اثر ہو گا۔ اس لئے کہا "بہر حال میں نے اسے جواب لکھ دیا ہے اور استدعا کی ہے۔ کہ وہ ہماری مہمانی قبول کرے"؛

کلینڈن کا نام پھر ایک بار زیر بحث آنے پر الزا کے دل میں عہد ماضی کی وہ تلخ یاد جو حقیقت میں مٹی نہیں صرف دب گئی تھی۔ تازہ ہو گئی۔ اصل یہ ہے کہ جب سے اس نے شاکر تقدیر ہونا سیکھا۔ اس یاد کا اثر اس کے دل میں اس طرح قائم رہتا تھا۔ جیسے سمندر کی ساکن سطح کے نیچے تحت البحر لہریں۔ اسطرح کے احساسات گو اس کے قلب میں ہر وقت اختلال پیدا کیا کرتے تھے۔ تاہم صورت سے ان کا اثر بالکل ظاہر نہ ہوتا تھا ؛

سہ پہر کے قریب مسز بیلی اپنی شاندار سفری گاڑی پر اوک لینڈس میں وارد ہوئی ساتھ ہی کپتان لیسی بھی تھا۔ جس نے آتے ہی الزا کو پدرانہ شفقت سے گلے لگایا۔ مگر بدقسمتی سے اس موقعہ پر بھی الزا کی طرف سے۔ جس محبت و گرم جوشی کا اظہار ہوا اسے اس کے باپ نے غلطی سے شادی پر اظہار اطمینان و مسرت سمجھا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ اگر اس کے دل میں پیشتر کسی طرح کے اندیشے جاگزین ہوئے بھی تھے۔ تو اب وہ بالکل رفع ہو گئے مگر خود الزا نے جس وقت باپ کے چہرہ کو غور سے دیکھا۔ تو وہ اس کو بے حد نحیف اور مریض صورت نظر آیا۔ بیٹی کو شاداں دیکھ کر کپتان کے چہرہ پر اثرات تبسم تو نمودار ہوئے۔ مگر وہ صورت سب کی لاغری چہرے کی زردی کم جو فکر و تشویش سے پیدا ہوئی تھی

مٹانے سے قاصر رہے۔ الزا کے لئے یہ جاننا دشوار نہ تھا۔ کہ باپ کو میری وجہ سے کیسی کچھ پریشانی رہی ہوگی۔ یہ خیال ہر وقت اس کے لئے سوہان روح ہوگا۔ کہ وہ میری دم رخصت کی ہدایات کو فراموش کر دے۔ بے خبری میں اس عہد ماضی کو جسے وہ پوشیدہ رکھنا چاہتا تھا۔ ظاہر کر دے۔ بہرحال باپ کے چہرہ کو اداس و متفکر دیکھ کر بیٹی نے اس سے غیر معمولی محبت کا اظہار کیا۔ جس سے کپتان لیسی کی راحت کا پیمانہ اب پھر اسی طرح پُر ہو گیا۔ جیسے پیشتر اس کی خواہشات دُنیا کی تکمیل میں ہُوا تھا۔ مسز بیلی کے لئے یہ امر کچھ کم باعث فخر نہ تھا۔ کہ اُسے ایک معزز ڈیوک کو اپنا رشتہ دار کہنے کا موقعہ ملا۔ اپنی اہمیت کو اس طرح دوبالا ہوتے دیکھ کر وہ اس وقت کو یاد کر کے بہت خوش ہوتی تھی۔ جب اس نے کپتان اور اس کی دختر کو حالت احتیاج میں مدد دے کر اپنے پاس بلایا۔

اس کے تھوڑی دیر بعد سہ پہر کو سر ولیم اور لیڈی لومیکس بھی اپنی تینوں بیٹیوں کے ساتھ آپہنچے۔ جب کھانا کھانے کا وقت آیا۔ تو کئی اور مہمان بھی جو اوک لینڈس کے قرب و جوار میں رہتے تھے آموجود ہوئے۔ لیکن ابھی تک وہ شخص غیر حاضر تھا۔ جس کی آمد کا الزا کو بے حد خوف لگا ہُوا تھا۔ یعنی لارڈ کلینڈن۔ آکسفورڈ کے زمانہ قیام میں اُس نے ہیو کی جسے اب لارڈ کلینڈن کا اعزاز حاصل تھا۔ صورت دیکھی تھی۔ اور وہ یہ بھی جانتی تھی۔ کہ برٹرام نے اس سے میرا ذکر اشارتاً بھی نہ کیا ہوگا۔ مگر اس کے لئے وجہ خوف یہ نہ تھی۔ کہ وہ برٹرام کے ساتھ میرے سابقہ تعلق کو ڈیوک پر ظاہر کر دیگا۔ فکر صرف اس لئے تھی۔ کہ اگر لارڈ کلینڈن کی صورت بھی برٹرام آنجہانی سے مشابہ ہوئی۔ تو میرے استقلال اور بحالی اوسان کے لئے نہایت سخت آزمائش کا سامنا ہوگا۔ اور اس وقت میرے ذہن کو جس قسم کا درد اذیت برداشت کرنا پڑیگا وہ اتنا سخت ہوگا۔ کہ عذاب جہنم کو بھی اس کے مقابلہ میں اعراف سمجھا جا سکتا ہے۔ خیر کھانا کھانے کا وقت قریب آیا۔ لیکن معلوم ہوا کہ لارڈ کلینڈن اب تک نہیں آیا۔ تھوڑی دیر انتظار کے بعد ڈیوک نے فیصلہ کیا۔ کہ دعوت کا سامان میز پر لایا جائے چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ عورتیں کمرہ نشست میں چلی گئیں۔ اور اس کے تھوڑی دیر بعد مرد بھی اُن کے پاس جا پہنچے۔ اس وقت نو بج چلے تھے۔ اور الزا اس خیال سے

اپنے دل کو تسلی دے رہی تھی۔ کہ وہ ملاقات جس کا اس قدر اندیشہ تھا۔ کم از کم ایک دن کے لئے تو ملتوی ہوگئی۔ کہ باہر سڑک پر کسی تیز رو گاڑی کے صدر دروازہ پر ٹھیرنے کی آواز سنائی دی۔ یہ وقت الزا کے لئے سخت آزمائش کا تھا۔ اور اس نے پوری ہمت سے اوسان بحال کرنے کی کوشش کی۔ سر ولیم لوسیکس جو ایک دراز قامت لاغر اندام۔ امیر صورت معمر شخص تھا۔ اس وقت اس سے محو گفتگو تھا۔ اور یہ امر اس لحاظ سے اس کے لئے باعث اطمینان تھا۔ کہ اگر اس کی بجائے۔ کوئی نوجوان ہوتا۔ اور اس کی تیز نگاہ الزا کے چہرے پر جمی ہوئی ہوتی۔ تو اس کی دلی بے چینی کا راز یقیناً فاش ہو جاتا۔ اتنے میں کمرہ نشست کا دروازہ کھلا۔ اور ایک خادم نے بلند آواز سے اطلاع دی۔ کہ لارڈ کلینڈن تشریف لے آئے ۔

ڈیوک اپنے بھتیجے سے بڑی گرم جوشی سے ملا۔ انداز مصافحہ سے ظاہر ہوتا تھا۔ کہ وہ ہیو کا اس مخلصانہ رویہ کے لئے دل سے شکر گزار ہے۔ جو اس نے اپنے خط میں شادی کا ذکر کرتے ہوئے اختیار کیا۔ حالانکہ دراصل اس کے لئے شادی پر خوش ہونے کی کوئی وجہ نہ ہو سکتی تھی۔ اس لئے کہ اگر ڈیوک لاوارث مرتا۔ تو اس کا خطاب اور ریاست یقیناً لارڈ کلینڈن کے حصہ میں آتی۔ مگر اب کہ اس کے چچا نے ایک اکیس سالہ جوان عورت سے شادی کر لی۔ ہیو کے دل میں اس لئے فکر و تشویش پیدا ہونا قدرتی تھا۔ کہ میری دیرینہ امیدیں پوری نہ ہو سکینگی ۔

جیسا کہ بیان کیا گیا ہے۔ ڈیوک نے اپنے بھتیجے سے مصافحہ کرتے ہوئے اس کا پرتپاک خیر مقدم کیا اور اس کے بعد کہا۔ "اب میں تمہارا اس سے تعارف کراتا ہوں۔ جس سے ملنے کے یقیناً تم آرزومند ہو گے"

جب سے دروازہ کھلا۔ اور لارڈ کلینڈن داخل ہوا تھا۔ الزا نے ایک بار بھی نظر اٹھا کر اس کی طرف دیکھنے کی جرأت نہ کی تھی۔ مگر اب وہ بھی اٹھ کر کھڑی ہوئی۔ وہ بت کی طرح بے حرکت تھی۔ اور گو سینہ میں ہجوم جذبات تھا۔ تاہم ظاہر میں اس قسم کا اطمینان و وقار قائم تھا۔ جسے قدرتی اور بے ارادہ سمجھا جا سکتا ہے۔ حالانکہ اس کے دماغ میں عجیب طرح کی سنسنی پیدا ہو رہی تھی۔ اور آنکھوں کے سامنے دھند چھائی ہوئی تھی۔ سر ولیم لوسیکس اب تک کچھ کہہ رہا تھا۔ مگر وہ اس کو سمجھنے سے

قاصر تھی۔ اس کی اور باقی مہمانوں کی آوازیں ایک ناقابل فہم بھنبھناہٹ کی طرح سنائی دیتی تھیں۔ نیم بیداری کی سی حالت میں اس نے کسی کے اپنی طرف آنے کی آواز سنی۔ اور اس کے بعد اسے اپنے شوہر کی آواز یہ کہتے سنائی دی "الزا یہ میرا بھتیجا لارڈ کلینڈن ہے"

دفعتاً اُس نے محسوس کیا۔ کہ انتہائی استقلال کے امتحان کا خوفناک وقت سر پر آ گیا۔ اس خیال کے ذہن میں پیدا ہوتے ہی اس نے آنکھیں اٹھائیں اور اپنے سامنے ایک دراز قامت۔ شکیل و وجیہ جوان کو کھڑے دیکھا۔ جس کی عمر چوبیس سال سے چند ماہ اُدھر ہو گی۔ گو صورت سے تین چار سال اور زیادہ معلوم ہوتی تھی۔ بال ہر چند کہ سیاہ تھے۔ مگر ان میں وہ لچک یا چمک نہیں تھی۔ جو برٹرام کے بالوں میں ہوا کرتی تھی۔ اس کے نمایاں اور تکبر آمیز خط و خال گو خوشنما تھے۔ تاہم ان پر تسکان وزوال کے آثار صاف نظر آتے تھے۔ مگر جزوی اختلافات کے باوجود الزا کو اس شخص کی صورت اور برٹرام کے چہرہ میں جس کی تصویر اس کے لوح دل پر کندہ تھی ایک عظیم مشابہت نظر آئی۔ آزمائش بہت سخت تھی۔ مگر الزا نے اوسان بحال رکھے اپنے غیر معمولی استقلال پر خود اسے مسرت آمیز حیرت ہوتی تھی اور شائد یہی وجہ تھی۔ کہ اس نے وہ حلاوت آمیز لہجہ اختیار کر کے جو اس کے لئے قدرتی تھا۔ مسکراتے ہوئے بہو کو اپنا ہاتھ پیش کیا۔ اور اسے آوک لینڈس میں آنے پر خوش آمدید کہی

لارڈ کلینڈن کا رویہ ادب آمیز اور دوستانہ تھا۔ اس خاتون کے سامنے جو عمر میں اس سے تین سال چھوٹی ہونے کے باوجود رشتہ میں اس کی چچی تھی۔ اس نے نزاکت کی حد انتہا تک پہنچا ہوا خلیقانہ انداز قائم رکھا۔ ڈیوک اور سر ولیم لومیکس ان کے پاس کھڑے باتیں کرتے رہے۔ اس کے بعد اول الذکر بیرونٹ کو اپنے ساتھ لے کر دوسرے کمرے میں چلا گیا۔ کہ الزا اور لارڈ کلینڈن کا وہ تکلف جو پہلی ملاقات پر عموماً ظاہر ہوا کرتا ہے۔ رفع ہو جائے۔ اور دونوں ایک دوسرے سے بہتر واقف ہو سکیں۔ الزا پھر اپنی جگہ پر بیٹھ گئی اور لارڈ کلینڈن بھی طبقہ امرا کے نوجوانوں کی طرح اطمینان کے ساتھ اس کے پاس ایک کرسی پر جا بیٹھا۔ اس نے واقعات حاضرہ پر گفتگو شروع کی۔ نئے اطالوی اوپیرا جدید ترین ناول اور اس ناٹک کا جو حال میں مقبول

ہوا تھا۔ ذکر کیا۔ بلند طبقہ کی دو تین شادیوں کا جو عنقریب ہونے والی تھیں حال تھا۔ پھر اپنی غیر ملکی سیاحت کی تفصیل لے بیٹھا۔ اور کئی واقعات خاص کا جو اُسے پیش آئے تھے حال بیان کیا۔ اس کا انداز تکلم دلفریب تھا۔ اس سے خود پسندی کا اظہار نہ ہوتا تھا۔ اس کی گفتگو سے ظاہر ہوا کہ وہ طبقہ اعلےٰ کے مراسم و آداب سے پوری طرح واقف ہے۔ اس کی باتیں خلوص و بالغ نظری پر دلالت کرتی تھیں۔ کم از کم یہ رائے تھی۔ جو الزا نے اس کی نسبت قائم کی۔ اور ایسا ہونا قدرتی تھا۔ کیونکہ ایک تو اس کے رویہ سے یہ نہ ظاہر ہوتا تھا۔ کہ وہ کوئی خاص اثر پیدا کرنے کی کوشش کر رہا ہے دوسرے اس لئے۔ کہ ہر موقعہ پر اس نے چچا کا ذکر اس طرح کیا۔ جیسے کسی پابند فرض بھتیجے کو کرنا چاہئے۔ ڈچس سے اس نے ایسے ادب و اخلاق کا برتاؤ کیا۔ جو دو ایسے رشتہ داروں میں لازم سمجھا جا سکتا ہے۔ اور جس کی ایک نوجوان کی طرف سے ایک معمر قرابتی کی نوجوان بیوی کے متعلق اُمید ہو سکتی ہے ٭

اس کے تھوڑی دیر بعد لارڈ کلینڈن کا کپتان لیسی سے تعارف کرایا گیا۔ مگر جب آخر الذکر تھوڑی گفتگو کے بعد تاش کھیلنے کے کمرہ میں چلا گیا۔ جہاں اس کا ارادہ ایک آدھ بازی لگانے کا تھا۔ تو لارڈ کلینڈن نے الزا سے پوچھا ”کیا آپ کبھی آکسفورڈ میں رہا کرتے تھے؟“

گذشتہ نصف گھنٹے کے بعد ڈچس اس قسم کے کسی سوال کے لئے تیار ہو چکی تھی پس اس نے اضطراب ظاہر کئے بغیر اس سوال کا اثبات میں جواب دیا۔ مگر نہ اس سے لئے کوئی غیر ضروری تفصیل بیان کی۔ اور نہ اس سوال کا مدعا جاننے کے لئے ہیو کی طرف استفہامی نظر سے دیکھا ٭

راستے میں لارڈ کلینڈن نے سلسلہ تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا ”جب مجھے آپ کی شادی کی خبر اخبارات کے ذریعہ پیرس میں معلوم ہوئی۔ تو اسی وقت خیال آیا تھا۔ کہ کپتان لیسی کا نام جن کا ذکر آپ کے والد بزرگوار کی حیثیت میں درج تھا۔ میرے لئے نیا نہیں۔ اور اب جو مجھے اُن کا شرف نیاز حاصل ہوا۔ تو کامل یقین ہو گیا۔ کہ میں نے پیشتر اُنہیں دیکھا ہے۔ مجھے یاد آ گیا۔ کہ میں نے ایک بار انہیں آکسفورڈ میں دیکھا تھا۔ مگر آپ کو معلوم نہیں کہ خود میں دو سال تک

اس شہر میں رہا تھا۔" اس کے بعد ذرا مسکرا کر اس نے کہا۔" اس زمانہ میں ہم چونکہ کالج میں تعلیم پاتے تھے۔ اس لئے ہمیں اس قسم کے بھی تعارف کے لائق سمجھا جاتا تھا" الزا نے آہستہ آہستہ نظر پھیر کر لارڈ کلینڈن کی طرف دیکھا۔ وہ معلوم کرنا چاہتی تھی۔ اس شخص کے الفاظ میں کوئی خاص اشارہ اس رعایت کی طرف تو نہیں ہے جو اس کے بھائی برٹرام کو ہمارے مکان پر آنے کے معاملہ دی گئی تھی۔ مگر اس کی کی صورت دیکھ کر اسے یقین ہو گیا۔ کہ اس کے الفاظ کوئی خاص اہمیت نہیں رکھتے اور اس نے جو کچھ کہا۔ وہ محض ایک رسمی گفتگو کا حصہ تھا۔

"ہاں" آخر کار الزا نے اس کے سوال کا جواب دیتے ہوئے کہا۔" مجھے یاد ہے آپ اکسفورڈ میں رہا کرتے تھے۔"

"اس صورت میں یہ بات واقعی عجیب ہے۔" ہیو نے سلسلہ بیان جاری رکھکر کہا۔" ہم دونو عرصہ دراز تک ایک ہی شہر میں رہنے کے باوجود تھوڑی دیر پہلے تک ایک دوسرے سے ناواقف تھے۔ اور اب جو ہماری ملاقات ہوئی۔ تو ایسے حالات میں کہ مجھے ایک چھوٹے رشتہ دار کی حیثیت میں آپ کا نیاز حاصل کرنا پڑا۔" یہ الفاظ اس نے خفیف تبسم کے ساتھ سر کو ذرا سا خم دے کر کہے۔ اور پھر اس کے بعد کہنے لگا۔ "گذشتہ ماہ جون میں اس واقعہ کو دو سال ہو گئے۔ کہ میں اور برٹرام آکسفورڈ سے چلے آئے تھے۔ اور میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ مجھے اس سے کچھ زیادہ رنج نہیں ہوا۔ بات یہ ہے۔ کہ ایک ہی طرح کی زندگی بسر کرتے رہنے سے۔ خواہ وہ زندگی راحت و آرام ہی کی کیوں نہ ہو۔ طبیعت اچاٹ ہو چکی تھی۔ کیونکہ زندگی کے عیش و آرام بھی جذبات انسانی پر ضرور اثر انداز ہوتے ہیں" یہ کلمات اس نے اس شخص کے انداز سے کہے۔ جو پیمانہ راحت سے پوری طرح جرعہ کش ہو کر سیر ہو گیا ہو۔" رہا برٹرام۔ اس کی نسبت میں نہیں کہہ سکتا کہ کیوں۔ بہرحال جب وہ کالج سے روانہ ہوا۔ تو بے حد افسردہ و مایوس تھا۔ ممکن ہے۔ اس کی وجہ یہ ہو۔ کہ وہ میری طرح آوارہ نہ تھا۔ اور زیادہ تر مطالعہ میں منہمک رہتا تھا۔ لیکن میں التجا کرتا ہوں۔ کہ آپ از راہ کرم میری کمزوریوں کے اعتراف سے کشیدہ خاطر نہ ہوں۔ کیونکہ وقت گذر جانے پر انسان کو ایسی باتوں کا ذکر کرنے کا حق

ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ میں عرض کر رہا تھا۔ برٹرام بہت سنجیدہ خیال اور جذبات پرست تھا۔۔"
اس وقت ڈچیس کا رومال بے اختیار اس کے ہاتھ سے گر گیا۔ کیونکہ الزا پر نقاہت سی طاری ہونے لگی تھی۔ جس سے اُس کی انگلیاں رومال پر گرفت قائم نہ رکھ سکیں۔ گذشتہ چند لمحوں کے عرصہ میں برٹرام کا نام کئی بار اس کے سامنے لیا جا چکا تھا۔ نام ایسا تھا۔ کہ اسے یاد کر ایک بار بھی اس کے سامنے ہوتا۔ تو بیقرار کر دیتا۔ مگر جب اس نے بار بار اس شخص کو جو اس کے نزدیک مقدس محترم اور محبوب تھا۔ اس شخص کی زبانی سُنا۔ جو اسے بڑی لاپرواہی سے اور اس طرح سے لے رہا تھا۔ گویا اسے بھائی کے انتقال پر ذرا بھی افسوس نہیں۔ تو الزا کا استقلال متزلزل ہونا۔ اور اس کی ذہنی اذیت سے مغلوب ہو جانا قدرتی تھا۔ لیکن ایک بار پھر اس نے فوق الفطرت کوشش سے اپنے اوسان بحال کئے۔ رومال گرنے کے واقعہ نے اسے ان خطرات سے جن میں وہ گھری ہوئی تھی۔ آگاہ کر دیا۔ اور اس کے چہرہ پر دوبارہ سکون ظاہر ہونے لگا۔

لارڈ کلیمنڈن نے رومال اُٹھا کر پیش کیا۔ اور وہ اس ذکر کو جاری رکھنا چاہتا تھا کہ سر ولیم ٹومپکنس نے بڑے وقار سے آگے بڑھ کر اس طرح کی نیم باز آنکھوں سے جنہیں وہ اپنے زعم میں ذہانت کی نشانی سمجھتا تھا۔ گفتگو میں حصہ لے کر اسے دوسرے پہلو میں ڈال دیا۔ عین اس وقت کمرہ کا دروازہ بڑے زور سے کھلا۔ جس سے حاضرین چونک گئے اور ایک عورت جو پیانو بجا رہی تھی رُک گئی۔ معلوم ہوا۔ نو وارد مسز بیلی ہے۔ جو اس وقت سخت اضطراب کی حالت میں نظر آتی تھی۔ ڈچیس کے پاس آ کر اُس نے ایسی پریشانی سے جسے وہ کوشش کے باوجود چھپا نہ سکتی تھی۔ کہا۔ "الزا گھبرانے کی بات نہیں فکر نہ کرو۔۔۔ میرا خیال ہے۔ معمولی بات ہوگی مگر تمہارے والد۔۔۔۔"

"آہ! میرے والد!" الزا نے چونک کر خوفزدہ لہجہ میں کہا۔

"فکر کا مقام نہیں۔۔۔ انہیں ذرا غش آ گیا ہے۔ اور خوش قسمتی سے ڈاکٹر براڈ لے یہیں موجود ہیں۔۔۔"

ڈچیس نے اس سے زیادہ نہیں سُنا۔ وحشیانہ انداز سے دوڑتی ہوئی کمرہ سے باہر نکل گئی۔ اور تھوڑی دیر میں اسکو سارا حال معلوم ہو گیا۔ کیفیت یہ تھی۔ کہ تاش کھیلنے کی میز پر بیٹھے ہوئے کپتان بیبی پر دفعتاً فالج گرا۔ اور وہ بیہوش ہو گیا۔

باب ۴

پُراسرار تحریر

افسوس اس دُنیا کے انقلابات کتنے عجیب اور حیرت خیز ہیں۔ رنج و راحت کی تبدیلیاں کبھی برق کی سرعت رفتار سے عمل میں آتی ہیں - اور کبھی اس قدر آہستہ کہ کسی کو اُن کا علم نہیں ہوتا۔ جادو کی لالٹین کی طرح نظارہ دفعتاً ایک روشن کمرہ سے جہاں نغمہ موسیقی نے اثر فرحت پیدا کر رکھا تھا۔ جس کی ہوا عطر بیز اور عنبر ریز تھی۔ اور جہاں ہر طرف خوشی کے چہچہے سُنائی دیتے تھے - ایسی جگہ تبدیل ہوتا ہے۔ جہاں فرشتہ اجل کی دست برد سے ماتم بپا ہے اور آہ و بکا کی آوازیں سنائی دیتی ہیں۔ اس طرح کے واقعات ہماری زندگی میں روز آتے ہیں۔ پس اگر قصر اوک لینڈس میں ایسا ہوا تو جائے حیرت نہیں۔ عین اس وقت کہ محل کے ایک حصہ میں موسیقی کے خوشگوار نغمے دلفریب اثرات پیدا کر رہے تھے۔ اور دوسری جگہ مہمان بے فکری سے تاش کھیلنے میں مصروف تھے۔ فرشتہ مرگ نے یکایک اپنے سیاہ پروں کا سایہ ڈال کر اس نغمہ طرب کو صدائے ماتم میں بدل دیا اور ایک بدنصیب شکار اجل کی بازی تمام ہو گئی ۔

آدھی رات کبھی کی گزر چکی تھی۔ اور قصر اوک لینڈس میں کپتان لیسی ایک شاندار کوچ پر اس آخری نیند میں سو رہا تھا - جو فالج کا لازمہ ہوا کرتی ہے - اور جس کا سونے والا کبھی اس دُنیا میں بیدار نہیں ہوتا۔ الزا باپ کے پاس بیٹھی ہوئی اسکے سرد ہاتھ کو رہ رہ کر بوسے دیتی تھی۔ آنکھوں سے سیلاب اشک بہ رہا تھا۔ وہ روتی تھی۔ مگر بلند آواز سے نہیں۔ آنسوؤں کا تار اس تسلسل سے بندھا ہوا تھا۔ جسے حقیقی درد اذیت کا مظہر سمجھا جاتا ہے پاس کھڑا ہوا ڈیوک تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد جھک کر آہستہ اور نرم لفظوں میں اس قسم کی تسلی دیتا تھا جس کی موجودہ صورت میں گنجائش ہو سکتی ہے - کوچ کے سرہانے ڈاکٹر راڈنے پژمردہ صورت بنائے ان تدریجی انقلابات کو دیکھ رہا تھا - جو رُوح کے فنا سے بقا کی طرف جاتے وقت ظہور پذیر ہوتے ہیں - حالانکہ مریض کی حالت ظاہر کرتی تھی - اب کسی طرح کی انسانی امداد اس کے لئے کارگر نہیں ہو سکتی - پھر بھی اس گھر کی عمر رسیدہ مہتمم عورت کو نرس کے فرائض انجام دینے کے لئے بلا لیا گیا تھا - اور وہ اس جگہ موجود تھی - مریض کے علاج میں جہاں تک ممکن تھا

کوشش کی گئی۔ دست اجل کو روکنے کے لئے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا گیا۔ مگر دنیا میں جہاں ہر چیز کا علاج ہے۔ مریض مرگ کے درماں کی کوئی صورت نہیں۔ اور الزا کا باپ بھی بستر مرگ پر ہی دراز تھا۔ آخر جب صبح کاذب کی دھندلی روشنی نے کھڑکیوں سے داخل ہو کر شمع کی رنگت کو زرد کیا۔ کپتان لیسی کی روح اس وجود خاکی سے جو کئی گھنٹوں سے بے حس و حرکت پڑا تھا۔ دارالامان کیطرف پرواز کر گئی ۔

اس وقت ڈیوک بھی اپنی مصیبت زدہ اور معصوم بیگم کو ساتھ لے کر اس کمرہ سے رخصت ہوا۔ اس نے الزا سے التجا کی۔ کہ اب تم اپنی خوابگاہ میں جا کر آرام کرو۔ اس صدمۂ عظیم اور ناقابل برداشت رنج میں بھی وہ اپنے شوہر کے ہمدردانہ آمیز طرز عمل سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکی۔ چنانچہ جس وقت سے رسم شادی ادا ہوئی تھی۔ اس کے بعد اول مرتبہ اس نے ڈیوک کے ہاتھ کو سچی گرمجوشی سے دبایا۔ ہمارے نزدیک اس نظارہ کی تفصیل بیان کرنا غیر ضروری ہے۔ اس لئے کہ ناظر الزا کی رقت قلبی اور اس محبت سے جو اس کو باپ سے تھی پوری طرح آگاہ ہے۔ اور اچھی طرح سمجھ سکتا ہے۔ کہ اس کی روح کو اس وقت کتنا بھاری صدمہ ہوا ہوگا۔ بہر حال مناسب وقت پر رسم جنازہ ادا ہوئی اور کپتان لیسی کی لاش کو اوک لینڈس کے دیہاتی گرجا میں جو ڈیوک کے محل سے ایک میل فاصلہ پر تھا۔ سپرد خاک کیا گیا۔ ناظرین دیکھ لیں۔ اس دو رنگی دنیا میں عشرت شادی کے بعد سانحہ مرگ کا غم کتنا جلد ظہور میں آتا ہے۔ وہی الزا جس نے چند دن پیشتر عروسی لباس پہنا تھا۔ آج ماتمی پوشاک میں ملبوس تھی ۔

اوک لینڈس آتے وقت کپتان لیسی اپنا جزدان اسباب کے ساتھ ہی لے آیا تھا۔ ڈیوک کو چونکہ بیگم کے جذبات کا پاس عظیم تھا۔ اس لئے اس نے متوفی کپتان کی ہر چیز کو اس کی نظروں سے دور رکھا۔ صرف جزدان رہنے دیا۔ اور وہ بھی اس لئے کہ شائد اس میں کپتان کے بعض ضروری کاغذات وصیت وغیرہ کی قسم سے ہوں۔ یہ خیال ڈیوک کو اس لئے پیدا ہوا۔ کہ اس کو اپنے متوفی خسر کی مالی حالت کا علم نہ تھا۔ جو کچھ بھی ہو اس نے یہی سمجھا۔ کہ اس جزدان کو کھولنا الزا کا حق مقدس ہے۔ پس کپتان لیسی کے انتقال کے قریباً ایک ماہ بعد جب اس کی دختر عزیز کا دل بار الم سے کسی قدر ہلکا ہوا اور اس کے رنج و غم نے شاکر و صابر ہونے کی صورت اختیار کی تو ڈیوک

اس جزدان کو لے کر الزا کے کمرے میں گیا۔ اور اسے پیش کرتے ہوئے بڑے پیار سے ڈچیس کے رخساروں کو بوسہ دیا۔ الزا نے جس وقت باپ سا ملاقی کیا۔ تو غمزدہ بچے کے ساتھ ہی اس کا دل ڈیوک کے عنایت آمیز طرز عمل سے متاثر ہو گیا۔ اس نے محسوس کیا۔ کہ گو میں اس سے کسی حال میں محبت نہیں کر سکتی۔ تاہم اس کی عنایات کی قدر نہ کرنا انسانیت سے بعید ہوگا۔ باپ کا جزدان دیکھ کر اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ اور وہ اُسے کھولنے سے پہلے بہت دیر تک روتی رہی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ دل کا جوش نکل جانے سے وہ اس ناخوشگوار فرض کی انجام دہی کے لئے پوری طرح آمادہ و مستعد ہو گئی ؂

اُس نے جزدان کھولا۔ تو سب سے پہلی چیز جو اُسے ملی۔ وہ اس کے ماں کے بالوں کی ایک لٹ تھی۔ اس ماں کے بالوں کی۔ جس کا انتقال اُس کی ولادت سے ملزوم ثابت ہوا۔ اور جس کی صورت اسے کبھی دیکھنی نصیب نہ ہوئی تھی ؂

اس نے مقدس بالوں کو ادب سے بوسہ دیا۔ اور ایسا کرتے ہوئے اس کی آنکھیں بے اختیار اشک آلود ہو گئیں۔ مگر اس نے فوراً ہی آنسوؤں کو خشک کیا۔ اور اس کے بعد باقی چیزوں کی دیکھ بھال کرنے لگی۔ دوسرا کاغذ جو اس کو ملا۔ وہ ایک خط تھا۔ جو اس کے محبوب دلآرام برٹرام وڈبن نے اولڈ لینڈس سے اس کے والد کپتان لیسی کے نام لکھا تھا۔ اور جس میں الزا کے باپ کے اس فیصلہ کے آگے سر تسلیم خم کیا گیا تھا۔ کہ عاشق و معشوق کے درمیان عرصہ دو سال تک کسی طرح کی خط و کتابت نہ ہو۔ الزا نے اس خط کو صرف ایک بار یعنی اس روز جب وہ موصول ہوا دیکھا تھا۔ اس کے بعد کبھی نہیں۔ اس کے باوجود اس نے اس کی تحریر کو ایک لمحہ میں پہچان لیا۔ اور اس کے مضمون کا ہر ایک لفظ اس طرح اس کے حافظہ پر نقش ہو گیا۔ گویا اس کی عبارت کو گرم سرخ لوہے سے داغ دیا گیا ہو۔ ایک بار اس کے جی میں آئی۔ کہ خط کھول کر پھر ایک بار اس کا مضمون پڑھے۔ مگر رک گئی۔ کیونکہ فوراً خیال آیا۔ ایسا کرنا اپنے شوہر سے بیوفائی کے برابر ہوگا۔ اس کے باوجود خیالات بے اختیار برٹرام کی طرف لگ گئے۔ کیونکہ اس کی اس میں بہرحال طاقت نہ تھی۔ کہ اپنے ذہن کو اس جوانمرگ کی یاد سے روکے۔ نہیں۔ اس قدرتی رجحان پر اسے ذرا بھی اختیار نہ تھا۔ مگر دوسری جانب اس نے محسوس کیا۔ کہ مجھے کوئی ایسا فعل کرنے کا حق حاصل نہیں۔ جس کی بدولت سینہ میں پھر ایک بار ناخوشگوار جذبات اور

رنج دہ خیالات کا ہجوم پیدا ہو۔ جب خدا کو ہمارے عشق صادق کی کامیابی منظور نہ تھی۔ تو اب اس کے احساس کو تازہ کرنا بے کار ہے۔ پس معاملہ کے ہر پہلو کو اچھی طرح سوچ کر اس نے خط کو ایک طرف رکھ دیا۔ اور باقی چیزیں نکالنے کی فکر میں ہوئی؛

مگر آہ! کس لئے وہ یکایک چونک گئی۔ کونسی تحریر تھی۔ جو اب اس کے پیش نظر ہوئی؟ یہ کس کا خط تھا۔ جس پر اس کے باپ کا پتہ لکھا ہؤا تھا؛ اس نے اسے حریصانہ شوق سے اٹھایا۔ تحریر کو غور سے دیکھا۔ ڈاک خانہ کی مہروں کو پڑھا اور پھر بے اختیار اس پر عشق کی سی حالت طاری ہونے لگی۔ خط ایک بار اس کے ہاتھ سے گر گیا۔ مگر اس نے فوراً اٹھا لیا۔ اور پھر ایک بار اس کی مہروں کو غور سے دیکھا۔ کئی طرح کے عجیب اور وحشت خیز خیالات اس کے ذہن میں پیدا ہونے لگے... دردناک خیالات جن میں خوف کا عنصر بھی شامل تھا۔ اور جو بلحاظ اثر مغلوب کرنے والے تھے خط کو دیکھ کر اس کے دل میں ایک عجیب طرح کی کشش و پیچ کی سی حالت پیدا ہو گئی۔ وہ جانتی تھی۔ کہ خط کا مضمون ایک نظر دیکھنے سے اس حالت بیم و رجا کو رفع کر سکتا ہے۔ مگر سوال پیدا ہوتا تھا۔ کہ کیا میں اسے کھولوں؟ لیکن جلدی ہی یہ خیال مضبوطی سے اس کے ذہن نشین ہو گیا۔ کہ خواہ کچھ ہو۔ مجھے اس خط کا مضمون ضرور دیکھنا چاہئے۔ تو اس خیال کے دل میں پیدا ہو جانے سے وہ نمایاں طور پر کانپ بھی۔ وحشت ناک خیالات جن میں سے بعض ظاہری صورت میں غیر ممکن نظر آتے تھے۔ دماغ میں ہیجان پیدا کرنے لگے۔ مگر فوراً ہی خیال آیا۔ کہ جسے میں غیر ممکن سمجھتی ہوں۔ وہ نہ صرف دائرہ امکان میں داخل۔ بلکہ یقینی ہے۔ کیونکہ اس کا ثبوت اس خط کی صورت میں میرے ہاتھ میں ہے۔ رفتہ رفتہ اس کے ذہن میں یہ خیال پوری طرح جاگزین ہو گیا۔ کہ یقیناً ایسا ہے۔ مگر پھر بھی خط کا مضمون دیکھنے سے پہلے وہ امید و بیم کی حالت میں سخت تشویش کے باعث کانپتی۔ گھبراتی اور بے چین ہوتی جاتی تھی۔ یہ حالت واقعی ناقابل برداشت تھی۔ پس آخر کار جی کڑا کر کے اس نے خط کھول کر پڑھنا شروع کیا۔ مگر صرف چند الفاظ پڑھنے پائی تھی۔ اور خط کو کھولے ہوئے زیادہ عرصہ نہ ہوا تھا۔ کہ ایک لمبی گہری سانس لے کر۔ ہانپتی ہوئی اس حالت میں جس کی صحیح کیفیت ناقابل توضیح ہے۔ وہ ہیں فرش پر دو زانو ہو

کرگرگئی ؛

اس کا نازک سر اس کرسی پر جھک گیا۔ جس سے اتر کر وہ دوزانو ہوئی تھی۔ چہرہ ہاتھوں میں چھپ گیا اور کمرہ میں شمشان کی خاموشی چھاگئی۔ یہاں تک کہ اس کے دل کی حرکت یا سانس لینے کی آواز بھی سنائی نہ دیتی تھی۔ مگر کرسی کے پاس اس طرح بے حرکت بیٹھے ہوئے جیسے کسی حرمان نصیب عاشق کا سنگی مجسمہ اُس معشوق کی یادگار کے پاس رکھا ہوا ہو۔ جس سے اس کو دائمی عشق تھا۔ اور جواب ہمیشہ کے لئے اس سے جدا ہو چکا ہے۔ وہ بیہوش نہ تھی۔ بالکل نہیں۔ حواس قائم تھے۔ مگر حالت اس انتہائی خوف و اضطرار کی تھی۔ جس سے بدن میں سناٹا آجاتا ہے۔ چنانچہ اُس وقت بھی جب وہ اس طرح چپ چاپ اور بے حرکت دوزانو بیٹھی ہوئی تھی۔ اس کی ذہنی حالت نہایت خوف ناک تھی۔ وہ نہ روتی تھی، نہ اس کا سینہ اثر جذبات سے متلاطم تھا۔ اس کے بدن میں خفیف سا لرزہ بھی محسوس نہ ہوتا تھا۔ مختصر یہ کہ کوئی علامت ایسی نہ تھی۔ جس سے اس کی زندگی کا اظہار ہوتا۔ اس کے باوجود وہ زندہ تھی۔ مگر اس کے حسیات ناقابل بیان اور بعید از فہم تھے ؛

کئی لمحے گذر گئے اور اس عرصہ میں وہ بدستور اپنا چہرہ ہاتھوں میں چھپائے اسی طرح دوزانو ہو کر کرسی کے پاس بیٹھی رہی۔ بالآخر اس نے بڑی آہستگی سے۔ اس آہستگی سے جیسے کوئی بے قرار روح قبر سے باہر نکلتی ہو۔ سر اٹھایا۔ اس کا چہرہ واقعی کسی روح کی طرح بے رنگ تھا۔ اس وقت اگر وہ سامنے رکھے ہوئے آئینہ میں اپنی صورت دیکھتی تو یقیناً چونک جاتی۔ اپنی مغلوب و مجذوب حالت میں وہ اس بات کو ہرگز قابل یقین نہ سمجھتی۔ کہ آئینہ میں جو کچھ نظر آتا ہے۔ وہ میری اپنی تصویر ہے۔ مگر وہ آئینہ میں اپنی صورت کیا دیکھ سکتی تھی؟ اس لئے کہ گو حواس قائم تھے۔ مگر ان کے افعال معطل ہو چکے تھے۔ طاقت دید تک مسلوب تھی۔ کہ کمرہ کی کوئی چیز نظر نہ آتی تھی۔ سارے خیالات۔ سارے جذبات۔ یہاں تک کہ سارے احساسات اس ایک امر خاص کی طرف لگے ہوئے تھے۔ جس کے صدمہ جانگداز نے آناً فاناً اس کو اس حالت میں پہنچا دیا تھا ؛

کئی لمحے گذر گئے۔ اور آخر کار اس قسم کی مصنوعی اور غیر ارادی حرکت سے جس سے ظاہر ہوتا تھا۔ کہ وہ خود نہیں جانتی کیا کر رہی ہے۔ الزا نے جھک کر وہی خط جو اس کے ہاتھ سے گر گیا تھا۔ اٹھا لیا۔ وہی خط جس نے آن واحد میں اس کی حالت میں انقلاب عظیم پیدا کر دیا تھا۔ اس نے پھر ایک بار کرسی پر بیٹھکر خط کا مضمون بڑے سکون کے ساتھ پڑھا۔ مگر کیسا سکون! اس وقت اسکی حالت اس سمندر کی تھی۔ جس کی سطح قطبی ہوا کے اثر سے منجمد ہو گئی ہو۔ مگر تہ میں۔ پانی کا بے پار طلاطم بدستور قائم ہو۔ یا اس آتش فشاں پہاڑ کی طرح جو اس وقت کہ اس کا مادہ ٹھوس ہو۔ بے حرکت ہوتا ہے۔ مگر جب اس سکون کا اثر سحر باطل ہو جائے۔ تو ایک چنگاری اس کے مادہ آتش گیر کو مشتعل کر کے لاوا کی ندیاں بہا دیتی ہے +

خیر جیسا ہم نے بیان کیا۔ الزا نے اس خط کو بڑے سکون کے ساتھ شروع سے آخر تک پڑھا۔ اور جب وہ اُسے ختم کر چکی۔ تو آخر کار اس کے جوش نے ظاہری صورت اختیار کی۔ اس کے خوشنما چہرہ پر افسردگی کا بادل نمودار ہوا۔ جو سارے جسم پر پھیل گیا۔ اور اس کے ساتھ ایک سرد لہر نے اس کے بدن میں لرزہ پیدا کر دیا +

ایسی آواز میں جو یخ کی طرح سرد تھی۔ اس نے آہستہ سے کہا۔ "پاک خدا ایک بات کے لئے میں ابھی تیرا شکریہ ادا کرتی ہوں . . . لیکن صرف ایک بات کے لئے۔ کیونکہ باقی حالات تاریک۔ خوفناک اور ناقابل یقین ہیں"

اس حالت میں اس نے یہ بھی نہیں سوچا۔ کہ میں جو ہمیشہ شاکر تقدیر اور رضائے الٰہی پر قانع رہا کرتی تھی۔ اس کے کاموں میں صرف ایک قابل تحسین قرار دیکر ذات باری کی نظروں میں گناہ کی مرتکب ہو رہی ہوں۔ اس لئے کہ جیسا بیان کیا گیا ہے۔ اس کی حالت فرط اندوہ سے غیر تھی۔ مانا کہ تنفس کی آمد و رفت اب بھی جاری تھی مگر اس کا جسم ایک جاندار سنگ مرمر کے بت سے زیادہ حیثیت نہ رکھتا تھا +

جب اس نے باقی کاغذات کو دیکھا۔ تو ان میں ایک خط اور نکلا۔ جس کی تحریر ویسی ہی تھی۔ الزا نے اس کا مضمون پڑھا۔ تو ایک بار پھر اس کے احساس کو وہی پہلا درد و اذیت محسوس ہوا۔ تھوڑی دیر کے لئے اس کی پریشانی نے نہایت

دردناک شدت اختیار کی۔ اور سیلاب اشک بے اختیار آنکھوں سے جاری ہوگیا قلق واضطراب سے بار بار ہاتھوں کو ملتی تھی۔ اور آخر بہت دیر بعد اس قسم کا سکون قائم کرنے میں کامیاب ہوئی۔ جو فرط یاس کا نتیجہ ہوا کرتا ہے۔ اس کے بعد اس نے پھر جزدان کو دیکھا۔ مگر اب اس میں کوئی قابل ذکر چیز باقی نہ تھی اور حقیقت یہ ہے کہ جس قسم کا دردناک اثر اور سکتہ کی حالت اس پہلے خط نے ڈچس آف مارچ مونٹ میں پیدا کی تھی اور کوئی خط یا دستاویز اس پر کیا اضافہ کرسکتی تھی؟ اس نے سب کاغذات کو پھر اسی طرح رکھ کر بند کر دیا۔ اور جزدان کو ایک الماری میں رکھ کر قفل لگا دیا۔ دن کا باقی حصہ اس نے اپنے کمرہ نشست میں بسر کیا۔ اور شوہر کو ایک خادمہ کے ہاتھ کہلا بھیجا۔ کہ اگر آپ تھوڑی دیر کے لئے تنہا رہنے کی اجازت دیں۔ تو داخل عنایت ہوگا۔ ڈیوک نے قدرتی طور پر خیال کیا . . . اور جیسا کہ ناظرین کو معلوم ہے۔ حقیقت حال بھی یہی تھی۔ کہ ڈچس کو کاغذات میں کوئی چیز ایسی نظر آئی ہے۔ جس پر وہ خلوت میں غور کرنا چاہتی ہے۔ اس لئے مداخلت پسند نہیں کرتی +

مگر دوسری صبح کو جب وہ ناشتہ کی میز پر آئی۔ اور اس نے ڈیوک کا یوم گذشتہ کی عنایت کے لئے شکریہ ادا کیا۔ تو اس نے دیکھا۔ کہ اس کی رنگت بے حد زرد تھی جس سے اس نے محسوس کیا۔ کہ جزدان کی چیزیں دیکھنے سے اس کے دل میں باپ کے انتقال پر غم واندوہ کا احساس تازہ ہوگیا ہے۔ مگر اس نے پوری احتیاط سے کام لیتے ہوئے ان کاغذات کی نسبت جو اس میں بند تھے۔ ایک لفظ بھی نہیں کہا۔ تاہم اس دن کے بعد الزا کے چہرہ کی اداسی روز بروز بڑھتی ہی گئی۔ گو اس کے ساتھ اس کے مزاج میں تسلیم ورضا کا بھی اضافہ ہوتا گیا۔ اس کی آواز نے غیر معمولی نرمی اور حلم اختیار کیا۔ جس سے ظاہر ہوتا تھا۔ کہ وہ اپنے حقیقی جذبات کو زور سے دبانے کی کوشش کرتی ہے۔ اور گو رخساروں کی رنگت اب زرد تھی۔ تاہم یہ زردی اس قسم کی نہ تھی۔ جسے علامت مرض سمجھا جاتا۔ بلکہ وہ اس شفاف رنگت کا جزو لازم تھی۔ جو گلابی اثرات زائل ہونے پر باقی رہ جاتی ہے +

کپتان لیسی کے دفن کے بعد جلدی ہی لارڈ کلیمنڈن اور مسٹر بیلی اوک

لینڈس سے رخصت ہو گئے۔ باقی مہمان جو شریک دعوت ہونے کے لئے جمع ہوئے تھے۔ وہ اس سانحہ کے دوسرے دن صبح کو روانہ ہو گئے تھے۔ ڈیوک آف مارچ مونٹ نے اس خیال سے کہ نظارہ کی تبدیلی سے بیگم کی حالت روبہ اصلاح ہوگی اور سردیوں میں جنوبی ملکوں کی آب و ہوا اس کے لئے فائدہ مند ثابت ہو سکیگی۔ اٹلی کی سیاحت کی تجویز پیش کی۔ الزا ہر بات میں شوہر کے تابع فرمان رہا کرتی تھی حسرت آمیز سکون کے ساتھ جس کی اب وہ عادی ہو چکی تھی۔ اس نے اس تجویز پر رضامندی ظاہر کی اور چند دن بعد وہ اٹلی کو روانہ ہو گئے۔

سردیوں کا موسم گذر گیا۔ اور قدرت نے ایک بار پھر سطح زمین کو سبزہ اور درختوں کی شاخوں کو کلیوں اور تازہ کونپلوں سے مزین کیا۔ بہار کے بعد گرمی آئی۔ جس نے سبزہ کو شباب کا جوبن دے کر درختوں کو انتثار خزاں کے لئے تیار کیا۔ اور اب ستمبر ۱۸۲۹ء کے ابتدائی ایام تھے۔ یا دوسرے لفظوں میں کپتان لیسی کو انتقال کئے پورا ایک سال گذر چکا تھا۔ کہ ڈیوک اور ڈچس آف مارچ مونٹ ایک بار پھر قصر اوک لینڈس میں واپس ہوئے۔ ڈیوک سمجھتا تھا۔ کہ اٹلی جاتے وقت میں نے جو امیدیں قائم کی تھیں۔ وہ بڑی حد تک پوری ہو گئی ہیں۔ اس کا مطلب یہ نہیں۔ کہ الزا کے عارض گلفام کی سرخی پھر عود کر آئی تھی۔ نہیں۔ وہ تو ہمیشہ کے لئے رخصت ہو چکی تھی۔ تاہم اس کی رنگت میں اب وہ پہلے کی سی مردنی جو اس کے حسن لطیف پر داغ کثیف کی طرح تھی۔ رفع ہو گئی۔ فی الحقیقت رنگ کی موجودہ زردی نے اس کے حسن کو اور بھی چمکا دیا تھا۔ بعض شخصوں کی حالت میں دیکھا جاتا ہے۔ کہ رنج و غم کا وہ احساس جو بطن قلب میں موجود ہو ان کی ظاہری صورت پر اثر انداز نہیں ہوتا۔ خصوصاً ان حالات میں کہ اس غم موجودگی دائمی ہو۔ اور وہ گاہ بگاہ اثر شدید اختیار نہ کرے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ جسم انسانی گو اس پوشیدہ رنج والم کو برداشت نہ کرکے اندر ہی اندر گھل جاتا ہے۔ تاہم ظاہر میں اس کا اثر کچھ بھی نمودار نہیں ہوتا۔ یہی حالت الزا ڈچس آف مارچ مونٹ کی تھی۔ جس کے جسم میں وہ سب خوبیاں جو پہلے تھیں۔ اب بھی برقرار رہیں۔ وہی ادائے جانستان۔ وہی حسن شباب اور وہی خرام

ناز غرضیکہ حسن کی خوبی اور انداز کی سحر آگینی جو کسی شوہر کے لئے باعث فخر ہو سکتی ہے اب بھی اس میں قائم تھی۔ جس سے ڈیوک کو اس کی ذات پر بجا فخر و ناز تھا۔ اٹلی میں جس نے اسے دیکھا تعریف کی۔ اور اب انگلستان میں واپس آنے پر ڈیوک کی خواہش تھی کہ وہ وہاں طبقہ اعلےٰ میں ربط حاصل کرے۔ جس کی وہ اپنے رتبہ و حسن کے باعث زینت تھی اور جہاں اس کا ایک روشن ستارہ کی حیثیت میں چمکنا یقینی تھا ؛

ڈیوک آف مارچ مونٹ کا خیال تھا۔ کہ بڑے دنوں تک خزاں کا موسم اوک لینڈس میں بسر کیا جائے اور اس کے بعد دونو شہر والے مکان میں اٹھ آئیں۔ اس کی عادت تھی۔ کہ جو تجویز سوچتا اس کو منظوری کے لئے بیگم کے سامنے ضرور پیش کرتا۔ وہ اس کے ساتھ کامل حسن سلوک سے پیش آتا تھا۔ نہ اس کے برتاؤ میں کسی طرح کی مطلق العنانی پائی جاتی تھی۔ نہ غرضیکہ۔ دوسری طرف الزا کا یہ حال تھا۔ کہ ڈیوک کوئی خیال ظاہر کرے۔ وہ یقیناً اس پر اظہار پسندیدگی کرتی تھی۔ حالات پیش آمدہ میں ڈیوک نے کچھ تو اس خیال سے کہ اوک لینڈس کا عرصہ قیام بار خاطر نہ ہو اور کچھ اس لئے کہ الزا رفتہ رفتہ سوسائٹی کی چہل پہل میں حصہ لینے لگے۔ کیونکہ اب اس کے باپ کے سوگ کا زمانہ گذر چکا تھا۔ تجویز پیش کی کہ منتخب احباب کو ایک جلسہ دعوت میں جمع کیا جائے۔ چنانچہ مسز بیلی۔ خاندان ٹومیکس اور فیشن ایبل حلقہ کے چھ سات اور مرد عورتوں کو دعوتی رقعے بھیجے گئے۔ وقت مقررہ پر وہ سب شریک جلسہ ہونے کے لئے آئے۔ اور گو الزا ان سے حسب معمول بڑے اخلاق سے ملی اور اس نے فرائض میزبانی کو نہایت خوش اسلوبی سے انجام دیا۔ تاہم اس قسم کے رسمی جلسے اس بار غم کو جو اس کے سینہ میں قائم تھا ذرا بھی کم نہ کر سکے ؛

جن دنوں ڈیوک اور ڈچس اٹلی سے انگلستان کو واپس ہوئے تو لارڈ کلیئنڈن علاقہ مڈلینڈ میں شکار کھیلنے گیا ہوا تھا۔ مگر جس وقت اسے ان کی آمد کی خبر ملی۔ تو اس نے فوراً چچا کے نام ایک نہایت مخلصانہ چٹھی لکھی۔ اور اس میں امید ظاہر کی۔ کہ اب ڈچس اس صدمہ جانگداز سے جو انہیں باپ کے انتقال سے پہنچا تھا بحال ہو چکی ہونگی۔ ڈیوک اس اخلاص و فرمانبرداری سے بہت خوش ہوا۔ اس نے خط کا جواب نہایت موزوں الفاظ میں دیا۔ اور لکھا کہ تم بھی چند دن کے لئے اوک لینڈس میں چلے آؤ۔ چونکہ میری

کی اب تک شادی نہ ہوئی تھی۔ اس لئے ڈیوک نے اپنی چٹھی میں مذاقیہ پیرایہ میں یہ بھی لکھا کہ اب تمہیں اپنی زندگی کے حصہ دار کی تلاش کی فکر کرنی چاہیئے۔ اور میں اُمید کرتا ہوں کہ جو حسین عورتیں اس جلسہ دعوت پر جمع ہونگی۔ تم ضرور ان میں سے کسی کو پسند کرلوگے لارڈ کلینڈن کی شادی میں ایک خاص روک اسکی مالی حالت کی وجہ سے تھی۔ کیونکہ وہ نہ صرف مالدار نہ تھا۔ بلکہ دو ہزار سالانہ پر جو اس کی آمدنی کا مجموعہ تھا۔ اس کے لئے وضعداری قائم رکھنا دشوار ہو رہا تھا۔ کیونکہ ایک تو لارڈ کا درجہ رکھتے ہوئے امیری ٹھاٹ کی ضرورت تھی۔ دوسرے وہ ابتدا سے ہی مسرف اور فضول خرچ واقع ہوا تھا۔ قدرتی طور پر ڈیوک اس کی مشکلات سے بے خبر نہ تھا پس اُس نے اسی خط میں ایک معقول رقم کا چیک ملفوف کیا۔ لارڈ کلینڈن نے واپسی خط سے چیک اور چٹھی کی رسید بھیجی۔ جس میں چچا کا اُن کی عنایات کے لئے شکریہ ادا کرنے کے بعد لکھا ہوا تھا۔ کہ میں ایک ہفتہ کے عرصہ میں اوک لینڈس میں نیاز حاصل کرسکونگا ؂

اتفاق سے جس ڈاک میں بیوکا یہ خط موصول ہوا اسی میں ڈیوک کے نام ایک اور چٹھی آئی۔ جس کا اس نے موزوں الفاظ میں جواب دیتے ہوئے اس دوسرے شخص کو بھی اوک لینڈس آنے کی دعوت دی۔ اس چٹھی کی وصولی اور دعوتی خط کی خبر الزا کو بھی ہوگئی۔ چنانچہ چند دن کے عرصہ میں جواب آیا۔ کہ میں کل سہ پہر کو اوک لینڈس میں حاضر ہو جاؤں گا ؂

اگلے دن سہ پہر کو ڈیوک اور اس کی بیگم کمرۂ نشست میں بیٹھے تھے اور چونکہ باقی مہمان میدانوں کی سیر و تفریح میں مشغول اور موسم خزاں کی دلفریبیوں کا نظارہ لے رہے تھے۔ اس لئے ان دونوں کی خلوت میں کوئی مخل نہ تھا۔ مگر اس موقعہ پر کوئی شخص اگر نظر غور سے دیکھتا۔ تو اُسے معلوم ہو جاتا۔ کہ ڈچس کے چہرہ کی رنگت اس روز معمول سے بہت زرد تھی۔ اتنی کہ رُخساروں پر اس جا نماز زرد فام رنگت کی جگہ جو کچھ عرصہ پیشتر نظر آتی تھی۔ کامل سپیدی نے لے لی تھی۔ اس کی موٹی سیاہ آنکھیں عجیب انداز سے چمک رہی تھیں۔ مگر ڈیوک نے ان باتوں کو نہیں دیکھا۔ کیونکہ الزا بعض تصویر دار رسالوں کو جنہیں مہمان اپنے ساتھ لنڈن سے لائے تھے۔ بغور دیکھنے میں مصروف تھی اور ڈیوک کمرہ نشست کی کھڑکیوں میں سے ایک کے

پاس کھڑا ہؤا سڑک کی طرف دیکھ رہا تھا۔ جدھر سے اس کو مہمان کی آمد کا انتظار تھا ۔ آخر کار چار بجے تھے۔ کہ ایک گاڑی تیز چلتی ہوئی قصر اوک لینڈس کے زرنگار دروازہ پر رُکی۔ اور ڈیوک کے مُنہ سے بیساختہ نکلا "لو آگیا۔ اس سے ملے تین سال ہو گئے تھے"۔

لیکن الزا پھر بھی ان رسالوں کو دیکھنے میں مصروف رہی۔ گو اب وہ پہلے کی نسبت تیزی سے ورق گردانی کرنے لگی تھی۔ ڈیوک اس نووارد شخص کی نسبت کچھ الفاظ کہتا رہا۔ مگر ڈچس نے کسی بات کا جواب نہیں دیا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اس نے کچھ سنا ہی نہیں۔ چند منٹ کے عرصہ میں آنے والے کے قدموں کی چاپ دروازہ کے باہر سُنائی دی۔ دروازہ کھُلا اور ایک نوکر نے اطلاع کی۔ کہ آنریبل مسٹر بربرام ووین تشریف لائے ہیں!

باب ۵

بربرام ووین

الزا چونک کر اپنی جگہ سے اٹھی۔ اور ڈیوک نے جو اُس کے اضطرار و اضطراب سے بے خبر تھا۔ اس کا نازک ہاتھ اس غرض سے اپنے ہاتھ میں لیا کہ اس کا اپنے نووارد رشتہ دار سے تعارف کرا دے۔ جس کی نسبت وہ سمجھتا تھا۔ کہ ڈچس نے پہلے کبھی اس کو نہیں دیکھا۔ حالانکہ وہ اس سے نہ صرف پوری طرح واقف بلکہ ایک زمانہ میں اس سے گہرے تعلقات رکھ چکی تھی۔ اس وقت اس نازنین کا رنگ کپڑے کی طرح سپید تھا۔ ماتمی لباس جو اس نے پہنا ہؤا تھا۔ اس کی زرد فام رنگت اور نمایاں ہو گئی تھی۔ پر زاغ کے ایسے سیاہ بالوں میں جن کا بھاری جوڑا بندھا ہوا تھا۔ اس کا بے رنگ چہرہ سنگ مرمر کے بُت کے چہرہ کی طرح نظر آتا تھا۔ ہونٹ راکھ کی طرح پھیکے تھے۔ گو بربرام ووین کو تعارف کے وقت سلام کرتے ہوئے آنکھوں میں عجیب طرح کی روشنی چمک رہی تھی۔ اس کے بعد جلدی ہی سراجعانہ اثرات نمودار ہوتے۔ جسم میں ناقابل بیان درد اذیت کا ارتعاش ہؤا۔ جس کا سلسلہ دل تک پہنچا۔ اور گو ظاہر میں وہ اسقدر ساکن و صامت تھی۔ کہ اس کے ذہنی ہیج کا کوئی

خارجی اثر بالکل ظاہر نہ ہوتا تاہم زرد رخساروں پر بخار کی سرخی پیدا ہوگئی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جس وقت ڈیوک نے اُسے فخر واطمینان کے ساتھ برٹرام کے سامنے پیش کیا۔ تو معلوم ہوتا تھا۔ اس سے پیشتر وہ کبھی اتنی حسین نظر نہیں آئی ٭

مگر خود برٹرام ودین کا کیا حال تھا؟ اس کی ظاہری صورت اب کیسی تھی؟ اس کے دلی جذبات کیا تھے؟ اس وقت اس کی عمر جو بیس سال کی ہوچکی تھی۔ اور اس کی بلند سنگ مرمر کی ایسی سپید پیشانی پر جو ذہانت و فراست کی مسکن تھی۔ ملائم سیاہ بال خم کھائے ہوئے تھے۔ لمبا۔ چھریرا بدن ہر لحاظ سے موزوں تھا۔ رنگت اس کی بھی زرد تھی اگو ڈیوک کو اس کی طرف سے کسی طرح کے اضطراب کا احساس نہیں ہوا۔ مگر الزا کی آنکھوں نے کچھ اور ہی دیکھا۔ جب اس نے ایک نگاہ اس کے چہرہ پر ڈالی۔۔۔ کیونکہ وہ اس کی طرف صرف ایک بار دیکھنے کی جرأت کر سکی۔ تو اُسے معلوم ہوا کہ اس کا رنج والم بھی اپنے اثرات اذیت کے اعتبار سے میرے درد والم سے کم نہیں ہے اور گو ظاہر میں اس نے بھی کامل سکون برقرار رکھا ہے۔ مگر باطن میں خوف عظیم اس کی آنکھوں کی راہ سے نمودار ہو رہا ہے۔ بلاشبہ اُسے بھی اندیشہ تھا۔ کہ ایسا نہ ہو۔ ایک لمحہ میں سکون و اطمینان کے وہ نازک رشتے جنہیں دونو نے دُور اندیشی کی خاطر انتہائی ضبط سے کام لے کر مضبوط کر لیا تھا اس کشیدگی کی تاب نہ لا کر اس طرح ٹوٹ جائیں۔ جس طرح سیمسن نے فلسطی رسّوں کو آن واحد میں توڑ دیا تھا۔ ایک دوسرے کو دیکھ کر ان جذبات محبت کی یاد جو کبھی ان کے دل سے محو نہیں ہوئے تھے۔ اس قدر تازہ ہو جائے کہ دونو حالت جوش میں اضطراب و اضطرار سے رونے اور سسکیاں لینے لگ جائیں۔ جس صورت میں اُن کا راز فاش ہونا یقینی تھا۔ لیکن جس وقت برٹرام نے اس نازنین کو اس درجہ مستقل مزاج دیکھا تو خوف کا وہ اثر جو اس کی آنکھوں میں نمودار تھا۔ ایک لمحہ میں زائل ہو گیا۔ اور اس نے اسے خلیقانہ انداز سے سلام کیا ٭

ڈیوک آگے بڑھ کر اس سے بغل گیر ہوا۔ اور کہنے لگا " پیارے بھتیجے برٹرام قصر اوک لینڈ ٹس میں تمہارا آنا مبارک ہو۔ مجھے تمہاری آمد سے اس لئے دوگونہ مسرت ہے۔ کہ میں نے اس وقت کے بعد تمہیں نہیں دیکھا تھا۔ جب تمہاری فرقابی

کی رُوح فرسا مگر غلط خبر شائع ہوئی تھی ... جان سے پیاری الزا تمہیں بھی چاہئے۔ میرے اس چھوٹے بھتیجے کا ویسا ہی پُر تپاک خیر مقدم کرو۔ جیسا تم نے ایک سال پیشتر اس کے بڑے بھائی کا کیا تھا" ؛

ڈیوک کو اچھی طرح یاد تھا۔ کہ لارڈ کلیبنٹن سے مل کر الزا نے بڑی فیاضی سے اس کو اپنا ہاتھ پیش کرتے ہوئے خیر مقدم کے الفاظ کہے تھے۔ مگر اب برٹرام کی آمد پر نہ اس نے اس کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ نہ کوئی لفظ زبان سے کہا ؛

"مسٹر وین۔ اوک لینڈز میں آپ کا آنا ہمارے لئے باعث راحت ہے" آخر کار اس نے ڈیوک کے ایما پر ایسے الفاظ میں کہا۔ جن کی نسبت برٹرام نے سمجھا کہ وہ اسکے غیر معمولی سکون کا نتیجہ ہیں۔ مگر ڈیوک کو وہ عجیب سرد مہری کا پہلو لئے ہوئے محسوس ہوئے۔ بہرحال اس نازنین نے یہ الفاظ کہتے ہوئے برٹرام کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ اور اس نے ایک لمحہ کے لئے اسے اپنے ہاتھ میں لے کر چھوڑ دیا ؛

اس وقت پھر اس کے سینہ میں مرجھانہ اثرات نمودار ہوئے پھر اس کی رنگت سنگ مرمر کی طرح سپید ہوگئی۔ اور وہ ہاتھ جسے برٹرام نے چھوا تھا سلاخ کی طرح سرد ہوگیا ؛

"شاید تمہیں سینٹ پیٹرز برگ سے واپس آئے چند ہی دن ہوئے ہیں" ڈیوک نے برٹرام سے کہا "مگر میں پوچھتا ہوں۔ پچھلے ماہ جون میں جب تم ممالک متحدہ سے آئے۔ تو سینٹ پیٹرز برگ جاتے ہوئے لندن میں اپنے دوستوں اور رشتہ داروں سے ملنے کیوں نہیں ٹھیرے تھے ؟"

"چچا جان آپ کو معلوم ہے" برٹرام نے جواب دیا۔ "جس وقت میں نے امریکہ سے رخصت حاصل کی۔ تو ارادہ یہی تھا کہ چند ماہ انگلستان میں رہ کر بسر کروں۔ مگر لورپول میں پہنچتے ہی سرکاری حکم ملا۔ کہ تمہیں سینٹ پیٹرز برگ کے سفیر کا پہلا اتاشی مقرر کیا جاتا ہے۔ تم کو بلا تاخیر اپنی نئی اسامی پر حاضر ہو جانا چاہئے" ؛

"میں تمہاری اس حسن کارگذاری کو پسند کرتا ہوں" ڈیوک نے کہا "مجھے معلوم ہے۔ دفتر خارجہ تمہارے کام سے بہت خوش ہے۔ اور میں عنقریب کوشش کرکے تمہیں کسی چھوٹے ملک کا سفیر مقرر کرا دونگا۔ برٹرام میں سچ کہتا ہوں اس وقت مجھے

بڑی خوشی ہوگی۔ جب تم اس چھوٹی عمر میں رتبہ سفارت حاصل کرلو گے۔ یا اگر تم پارلیمنٹ میں جانا چاہو تو آئندہ انتخابات میں اس کا بھی انتظام کرسکتا ہوں"۔

"مائی لارڈ میری خواہش جلد انگلستان سے چلے جانے کی ہے" نوجوان نے کہا
"خیر دیکھا جائیگا۔ ابھی تم چند ہفتے میرے پاس ٹھیرو گے۔ اس لئے اس مضمون پر گفتگو کرنے کو بہت وقت ہے۔ تمہارا بھائی لارڈ کلینڈن بھی چند دن میں آجائیگا۔ کیونکہ ہم نے منتخب احباب کو ایک جلسہ دعوت پر مدعو کیا ہے ... "

"اچھا اب اجازت دیجیے کہ میں اپنے کمرہ میں جاؤں"۔ برٹرام نے کہا "سڑکیں ایسی گرد آلود تھیں ... "

"ہاں۔ جاؤ"، ڈیوک نے جلدی سے کہا۔ اور اس نے گھنٹی بجا کر ایک نوکر کو بلایا جسے اس نے مسٹر ووین کو اس کے کمرہ میں لے جانے کا حکم دیا۔

جب برٹرام سر کو ہلکا سا خم دے کر رخصت ہوا۔ تو الزا نے شوہر سے کہا۔ "کھانا کھانے سے پہلے تبدیل لباس ضروری ہے۔ اس لئے میں بھی چلتی ہوں"۔

اس کے چند منٹ بعد وہ اپنے کمرہ خاص میں تنہا تھی۔ اس شخص سے مل کر جس سے کبھی اس کو ناقابل بیان عشق تھا۔ اور جس کی یاد اب تک اس کے دل سے محو نہ ہوئی تھی۔ اس پر اتنا اثر ہوا کہ استقلال اسے برداشت نہ کرسکا۔ اس عرصہ امتحان میں خود اسے یہ سوچ کر حیرت ہوتی تھی۔ کہ میں نے کیونکر اپنے سکون کو برقرار رکھا۔ مگر اب جس وقت وہ اپنے کمرہ میں تنہا رہ گئی تو اپنے حسیات کو بہت عرصہ تک ضبط نہ کرسکی۔ وفور جذبات سے فرش پر سجدہ ریز ہوگئی۔ آنکھوں سے سیلاب اشک بہہ نکلا۔ سینہ سسکیوں سے متلاطم تھا۔ اور وہ درد اذیت جسے وہ اب تک دبائے ہوئے تھی۔ تازہ ہوگیا۔

اپنے مردہ باپ کو یاد کرکے اس نے جگر پاش لہجہ میں کہا۔ "اے پدر تم کو معلوم نہ تھا۔ تم میرے حق میں کس طرح کانٹے بو رہے ہو۔ لیکن اگر یہ سچ ہے کہ مرنے والوں کی ارواح دوسری دنیا میں رہ کر اس دنیا کے حالات دیکھ سکتی ہیں۔ تو یقیناً تمہیں میری حالت پر اطمینان نہ ہوگا۔ خیر جو کچھ تم نے کیا۔ اس کے لئے میں تم کو معاف کرچکی ہوں اور بارگاہ ایزدی میں میری یہی دعا ہے۔ کہ خدائے رحیم تم پر مغفرت کرے"!

رونے سے طبیعت کو سکون ہوا۔ تو ڈچس نے تازہ ملاقات کی تفصیل پر غور کرنا شروع کیا۔ برٹرام نے چچا کے سوالات کا جواب سرد مہری اور استقلال سے دیا تھا۔ اور اس عرصہ میں اس نے الزا کی طرف ایک بار دیکھنے کی بھی جرأت نہ کی تھی۔ مگر جس وقت اس نے یہ الفاظ کہے کہ میں انگلستان سے جلد تر رخصت ہونا چاہتا ہوں۔ تو اس نے اس پر جو خاص زور دیا۔ اس کی اہمیت کو الزا خوب سمجھتی تھی۔ رہ رہ کر وہ اپنے دل سے یہ سوال پوچھتی تھی۔ کہ وہ اوک لینڈس میں کس لئے آیا۔ اور کیوں اس نے مجھے اور اپنی ذات کو عذرہ میں ڈالنا منظور کیا؟ کیا وہ سمجھتا ہے۔ کہ ڈیوک کو ہمارے سابقہ تعلق سے واقفیت ہو گئی ہے؟ مگر نہیں۔ یہ غیر ممکن ہے۔ اس صورت میں وہ یقیناً اس طرف نہ آتا۔ خود اس کا احساس تمکنت اُسے ایسا کرنے سے باز رکھتا۔ پس سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ اس کی خودداری نے کیونکر یہاں آنے کی اجازت دی؟ کیا وہ جانتا ہے کہ ہمیں دھوکا دیکر ہماری راحتوں کو قربان کیا گیا؟ یا اس کا خیال ہے۔ کہ میں نے عمداً اس سے بے وفائی کی۔ اور ایک امیر کی بیگم بننے کی ہوس میں اس کے چچا سے شادی کرنا منظور کر لیا؟ یہ اور اس طرح کے بہت سے سوالات بار بار الزا کے دل میں پیدا ہوتے تھے۔ اس کی حالت غیر یقینی تھی پھر سوچتی۔ کیا ان شبہات کو کسی طرح رفع کیا جا سکتا ہے؟ کیا مجھے اس سے مل کر سب حالات معلوم کرنے کی کوشش کرنی چاہئے؟ ضمیر نے اس کا جواب فوراً نفی میں دیا۔ اور اس نے عہد مصمم کر لیا۔ کہ خواہ کچھ ہو۔ میرے لئے برٹرام وین سے تنہائی میں ملنا درست نہیں۔ اگر اس کے دل میں میرے خلاف کسی طرح کے شبہات ہیں تو ہوا کریں مجھے اس کی نظروں میں ہمیشہ برا بنتا منظور ہے۔ مگر ایک اور شخص کی منکوحہ ہو کر کوئی ایسی حرکت کرنا گوارا نہیں۔ جس پر کسی کو حرف گیری کا موقعہ ہو۔ یا اپنے شوہر کے لئے بیوفائی کا خیال دل میں لانے یا کوئی بے جا لفظ منہ سے کہنے کا امکان ہو۔ اپنے دل میں وہ سمجھتی تھی۔ کہ برٹرام کو میرے خلاف شبہات ہیں۔ اس لئے کہ ملاقات کے وقت اس نے اپنے مردانہ وقار کو جس سرد مہری سے برقرار رکھا۔ اور جس قسم کے غرور کا اظہار کیا اس سے یہی ظاہر ہوتا تھا۔ لیکن پھر پھرا کر بات وہیں آ جاتی تھی۔ یعنی یہ کہ آخر اس کے اوک لینڈس آنے کا مطلب کیا ہے؟ کیا وہ مجھے ملامت کرنے۔ یا وہ انگوٹھی واپس مانگنے آیا ہے۔ جو اس نے دم رخصت پیش کی تھی۔ اور وہ میری اپنی انگوٹھی بھی

واپس دینے کا ارادہ رکھتا ہے؟

سارے حالات پر غور کر کے ڈچس آف مارچ مونٹ نے یہی سمجھا۔ کہ جس طرح بھی ممکن ہو۔ اس آزمائش میں اوسان بحال رکھنا فرض ہے۔ جہاں تک ہو سکتا تھا۔ اس نے ظاہری سکون برقرار رکھنے کی کوشش کی۔ اور کئی بار منہ دھونے کے بعد کہ رونے کا اثر باقی نہ رہ جائے۔ اس نے خادماؤں کو تبدیل لباس میں مدد دینے کو بلایا۔ سنگار سے فارغ ہو کر وہ کمرہ نشست میں گئی۔ جہاں ڈیوک مہمانوں سے گفتگو کر رہا تھا۔ مگر برٹرام اُن میں نہیں تھا۔ وہ کھانا کھانے کے وقت سے صرف چند منٹ پیشتر آیا۔ مگر اس وقت وہ کتنا شکیل و وجیہ معلوم ہوتا تھا۔ اس کی خوبصورتی جسمانی نہیں۔ ذہنی تھی۔ مگر اس کے باوجود صورت میں ایک خاص کشش موجود تھی۔ رخسار بے رنگ تھے۔ اور چمکدار سیاہ گلمچھوں کے مقابلہ میں ان کی سپیدی اور بھی نمایاں تھی۔ مگر چہرہ کی ساخت بالائی ہونٹ کا تکبر آمیز خم۔ سنگ مرمر کی ایسی سپید پیشانی کا اثر ذہانت اور خوشنما سر جس پر سیاہ بال بل کھائے ہوئے تھے۔ یہ سب باتیں اس کی صورت میں دلفریبی پیدا کرتی تھیں۔ وہ ہر ایک کام کو بڑی آہستگی سے کرتا۔ گو اس کے ساتھ اس میں کاہلی کا اثر نمودار نہ تھا۔ البتہ اس کے افعال نفاست و تکلف ظاہر کرتے تھے۔ ان باتوں نیز اس کے چہرہ کے آثار سے عام لوگ یہی سمجھ سکتے تھے۔ کہ وہ غور و فکر کا عادی ہے۔ مگر الزا خوب جانتی تھی۔ کہ یہ سب کچھ اس دائمی اور ناقابل فنا غم کا نتیجہ ہے۔ جو اس کے قلب محزوں پر اثر انداز ہو چکا ہے۔ اب اس کی آواز میں وہ حلاوت نہ تھی۔ جو کبھی ہوا کرتی تھی۔ مگر اس کے باوجود کرخت بھی نہ تھی۔ اور جس وقت وہ چند شخصوں کی گفتگو میں بتدریج حصہ لیتا۔ تو لبوں پر اس طرح کی پھیکی مسکراہٹ نمودار ہو جاتی تھی۔ جیسے سورج کی روشنی برف پر اثر انداز ہوا کرتی ہے؟

مہمان دستر خوان پر جانے لگے۔ تو سب سے آخر آنے والے مرد کی حیثیت نیز تعلقات رشتہ داری کی وجہ سے برٹرام کو لازم ہوا۔ کہ ڈچس کو اپنے ساتھ کمرہ دعوت میں لیجائے۔ اس مطلب کے لئے جب وہ اس نازنین کے پاس گیا۔ تو اس کے انداز سے اس طرح کے اخلاق کا اظہار ہوتا تھا۔ جس میں سرد مہری غالب تھی۔ پھر جب الزا نے اس کا بازو قبول کیا۔ اور اس نے اپنے سر کو ہلکا سا خم دیا تو یہ بھی تکلف کا اثر لئے ہوئے

تھا۔ الزا کی انگلیاں برٹرام ووین کے بازو پر اس قدر ہلکے انداز سے رکھی ہوئی تھیں۔ جیسے کوئی تتلی پھول پر بیٹھی ہو۔ آخر جس وقت وہ کمرۂ دعوت کی طرف چلے۔ تو برٹرام نے موسم۔ نواحات کے دلفریب منظر اور اس قسم کے دوسرے سرسری معاملات کا ذکر شروع کیا۔ کھانا کھانے کی میز پر وہ الزا کے بائیں جانب بیٹھا۔ اور گو مجبوری کی حالت میں اُسے اس کے ساتھ شریک ہونا پڑا۔ تاہم جب کبھی اُن میں سے کسی نے اپنے سر کو انداز تسلیم سے خم دیا۔ تو محض رسمی طریق پر۔ کسی کے چہرہ پر تبسم کا خفیف ترین اثر ظاہر نہ ہوا۔ تعلقات بعید اور سرد مہری کی صورت لئے ہوئے تھے۔ جس کی وجہ سے کھانا ختم ہونے پر ہر شخص کو جن میں ڈیوک بھی شامل تھا۔ محسوس ہوا۔ کہ ڈچس اور برٹرام ووین کے تعلقات میں ایک عجیب انجماد اور سرد مہری مضمر ہے۔ اور اُن کے رسمی آداب سر بسر مصنوعی ہیں۔ بہرحال کسی نے اس بارہ میں کوئی لفظ منہ سے کہنا مناسب نہ جانا۔ گو ہر شخص نے ایک دوسرے کی طرف دزدیدہ نظروں سے دیکھ کر حیرت ظاہر کی۔ عام خیال یہی تھا۔ کہ برٹرام جو اپنے بڑے بھائی کے برابر فیاض وغیرہ نہیں۔ اس شادی کو ناپسند کرتا ہے اور ڈچس اس بات کو محسوس کر کے اس وقار مجروح سے کام لے رہی ہے۔ جیسے حالات پیش آمدہ میں قدرتی سمجھا جا سکتا تھا۔

کھانا ختم ہونے پر عورتیں دوسرے کمرہ میں چلی گئیں۔ اور ڈیوک نے جو بھتیجے کے طرز عمل پر یکایک ناپسندی ظاہر کرنا نہ چاہتا تھا۔ گو اس کی خواہش تھی۔ کہ بہت نہیں۔ تو اشارتاً ہی اس کی سرد مہری پر حرف گیری ہونی چاہئے۔ اسے اپنے پاس بلایا۔ اور اشارہ سے کہا۔ اپنا گلاس بھی ساتھ لیتے آؤ۔ بات معمولی تھی۔ مگر برٹرام نے جس تیزی سے اس حکم کی تعمیل کی۔ اس سے ظاہر ہوتا تھا۔ کہ باطناً وہ پوری طرح چچا کا اطاعت گذار و فرمانبردار ہے۔ ڈیوک کے پاس بیٹھکر اس نے سنجیدہ لفظوں میں کہا۔" چچا جان میں آپ کا اس فیاضی کے لئے بدل ممنون ہوں۔ کہ مختلف اوقات میں آپ نے میری محدود آمدنی میں اضافہ کی صورت پیدا کی۔ میں نے جہاں تک ممکن تھا۔ آپ کی اس فیاضی کا مستحق ہونے کی کوشش کی ہے۔ اور اب مجھے آپ کے یہاں آئے ہوئے بہت دیر نہیں ہوئی۔ کہ آپ مجھ پر اس طرح کے مزید احسانات کر رہے ہیں۔ جن پر ہر ایک نوجوان کو فخر و ناز ہو سکتا ہے۔ بخدا میں آپ کی نیکیوں کو کبھی

نہیں بھول سکتا۔ خدا نہ کرے۔ میں کبھی آپ کے احسان فراموش کردوں"۔ اور یہ کہتے ہوئے برٹرام نے چچا کے ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں لے کر زور سے دبایا +

ڈیوک آف مارچ مونٹ ایک لمحہ اس کی طرف انداز حیرت سے دیکھتا رہا۔ سوچتا تھا۔ کیا برٹرام حقیقت میں ایسا سکارو یا کار ہے۔ کہ دل میں اس شادی کو ناپسند کرنے کے باوجود یہ جان کر کہ میں اپنے خیالات کو بیگم سے نہیں چھپا سکا۔ اب اس خیال سے کہ حد سے باہر قدم رکھا جا چکا ہے۔ پھر مصالحت کی کوشش کرنا چاہتا ہے ؟

اس نے اس کی صورت کو نظر غور سے دیکھا۔ مگر اس پہ کوئی اثر اس طرح کا نظر نہ آیا۔ جس سے ان اشتباہات کی تصدیق ہوتی۔ برٹرام کی سیاہ۔ روشن آنکھوں نے چچا کی تیکھی نگاہ کا استقلال سے مقابلہ کیا۔ ڈیوک کی حیرت اس سے اور بڑھی۔ مگر وہ چپ رہا +

سلسلہ تقریر جاری رکھتے ہوئے برٹرام نے کہا "آپ نے ابھی مجھ سے دریافت کیا تھا۔ کہ کیا تم پارلیمنٹ میں داخل ہونا چاہتے ہو؟ اس کے جواب میں عرض کرنا چاہتا ہوں۔ کہ مجھے انگلستان میں رہنے کی آرزو نہیں ہے۔ تین سال ممالک غیر میں رہنے کی وجہ سے یہاں کے آداب و عادات میرے حسب حال نہیں رہے۔ علاوہ بریں" اُس نے جلدی سے کہا "میرا فطرتی رجحان تعلقہ سفارت کی طرف ہے۔ پس میں درخواست کرتا ہوں۔ کہ اسی طرف میری سفارش کیجئے۔ میں سچ عرض کرتا ہوں۔ مجھے اس ملک سے رخصت ہو کر بہت جلد کسی دور دراز ملک میں چلے جانے کی آرزو ہے۔ خواہ وہ ملک دنیا کے کسی حصہ میں ہو۔ یہاں اوک لینڈس میں بھی صرف اس لئے حاضر ہوا ہوں۔ کہ ایک تو آپکا نیاز حاصل کرنے کی تمنا تھی۔ دوسرے آپ کی عنایات کا شکریہ ادا کرنا تھا۔ اور تیسرے آپ کو اس خوشی پر مبارک باد عرض کرنا . . . ." +

"بیشک۔ میں اس جگہ بیگم کے ساتھ رہ کر ہر طرح خوش ہوں"۔ ڈیوک نے جواب دیا۔ اور ایک بار پھر اس نے برٹرام دوین کے چہرہ کی طرف انداز تجسس سے دیکھنا شروع کیا + مگر اس کی صورت پر کوئی اثر غیر ظاہر نہ ہوا۔ اور وہ کہنے لگا "ان کی صفات حسنہ کا مجھے پیشتر ہی . . . یعنی اس سے پہلے کہ ذاتی طور پر ان کا نیاز حاصل کرنے کا موقع ملا۔ علم ہو گیا تھا" +

"لیکن برٹرام اگر واقعی ایسا تھا۔ تو پھر کیا بات ہے۔ کہ تم نے اس کے ساتھ

وہ برتاؤ نہیں کیا۔ جس کی ایک ایسے قریبی رشتہ دار سے اُمید کی جا سکتی ہے"؟

برٹرام نے فوراً ہی اس کا جواب نہ دیا۔ ایک بار اپنا رومال فرش زمین پر گرا کر اُسے اُٹھانے کے لئے اُٹھا۔ مگر اس ایک لمحہ کے عرصہ میں اس نے اپنے سکون کو پورے طور سے بحال کر لیا تھا۔

کہنے لگا" چچا جان یقین فرمائیے۔ ڈچس آف مارچ مونٹ کے ساتھ میرے تعلقات انتہائی ادب و احترام پر مبنی ہیں۔ اور ہمیشہ اسی طرح رہیں گے"۔

ڈیوک نے ایک لمحہ کے لئے اپنا ہونٹ دبایا۔ اس نے محسوس کیا۔ کہ اس جواب میں بھی وہی سرد مہری داخل ہے۔ جس سے اس شبہ کی جو اس بارہ میں اُسے پیدا ہوا تھا۔ کہ برٹرام کو میری شادی سے نفرت ہے۔ تصدیق ہوتی ہے۔ مگر اس کے باوجود جواب ایسا نہ تھا۔ کہ وہ اس پر اعتراض کرتا۔ بلکہ ان الفاظ کو ایک اور پہلو سے دیکھا جاتا۔ تو وہ ہر لحاظ سے قابل تعریف تھے۔ کیا عجب برٹرام یہی سمجھا ہو۔ کہ اس خاتون سے جو عمر میں اس سے ایک سال چھوٹی ہونے کے باوجود اس کے ایک بزرگ رشتہ دار کی منکوحہ تھی۔ اس کے لئے ادب کا سلوک ہی بہتر ہے۔ کہ ایسا نہ ہو۔ اس قسم کے دور رشتہ داروں میں زیادہ بے تکلفی ہونے سے عوام کو انگشت نمائی کا موقعہ مل جائے۔ پھر ایک قابل غور بات یہ بھی تھی۔ کہ اگر ڈیوک شادی کرتا۔ یا اب شادی کرنے کے بعد بھی بے اولاد رہے۔ تو اس سے برٹرام کو کیا فائدہ پہنچ سکتا تھا؟ ڈیوک کا رتبہ اس کے بعد لارڈ کلینڈن یعنی برٹرام کے بڑے بھائی کو مل سکتا تھا۔ اور چونکہ اس کا شادی کرنا یقینی تھا۔ اور یہ بھی ممکن تھا۔ کہ وہ صاحب اولاد ہوگا۔ اس لئے مجموعی طور پر برٹرام ووین کو ڈیوک آف مارچ مونٹ کے کنوارہ یا بے اولاد مرنے سے کچھ بھی فائدہ نہ پہنچ سکتا تھا۔ زیادہ سے زیادہ اس کے نام کے ساتھ لارڈ کا لفظ محض رسمی طور پر بڑھایا جا سکتا تھا۔ بہر حال اس کی آمدنی میں ایک حبہ کا اضافہ بھی غیر ممکن تھا۔

یہ سب خیالات چند منٹ کے عرصہ میں ڈیوک آف مارچ مونٹ کے دل میں پیدا ہوئے اور اب جو اس نے دوبارہ برٹرام ووین کی طرف دیکھا۔ تو اس کے بے عیب چہرہ پر راستی۔ خلوص نیت اور ذہنی عظمت کا ایسا شاندار اثر نظر آیا۔ کہ ڈیوک نے فوراً محسوس کیا۔ اس کے خلاف شبہات کو دل میں جگہ دینے میں سخت غلطی کی حقیقت

بیں ڈچس سے اس کی بے رُخی قابل اعتراض نہیں۔ اتنے میں مرد بھی کرہ نشست میں عورتوں کے پاس آ گئے تھے۔ قہوہ کا دور شروع ہوا۔ مگر برٹرام باقی مہمانوں سے تھوڑی دور آتش دان کے ساتھ لگ کر کھڑا ہو گیا۔ کبھی وہ بالکل چپ ہو جاتا۔ اور ایسے موقعوں پر اس کی صورت سے انتہائی پریشانی کا اظہار ہوتا تھا۔ اور کبھی سہولت کے ساتھ گفتگو میں حصہ لینے لگتا۔ بہر حال اس عرصہ میں وہ ایک بار بھی ڈچس کے پاس نہیں گیا۔ نہ اس نے اس سے کچھ کہا۔ مگر یہ بات اس لحاظ سے چنداں باعث حیرت نہ تھی۔ کہ اس کی گفتگو زیادہ تر عام اور سطحی معاملات کی نسبت ہوتی تھی اور وہ کسی مضمون خاص پر گفتگو نہ کرتا تھا۔ اس کے باوجود حاضرین محسوس کرتے تھے۔ کہ برٹرام اور ڈچس دونو کچھ رُکے رُکے سے ہیں۔ کیونکہ اس دوران میں خود الزا نے ایک بار بھی برٹرام کی طرف نہیں دیکھا۔ اور اس کی طرف سے سکوت و پریشانی کا وہ اظہار جو اس سے پیشتر کبھی نہیں دیکھا گیا ہو رہا تھا۔ تھوڑی دیر میں جب مہمان اپنے کمروں میں رخصت ہوئے۔ تو ہر شخص کے دل میں یہ خیال جاگزین ہو چکا تھا۔ کہ برٹرام کو ڈیوک کی شادی سے سخت نفرت ہے۔ اور ڈچس اس کے خیالات معلوم کر کے ایسے طریق پر اظہار ناراضی کر رہی ہے۔ جس کی کسی تربیت یافتہ خاتون سے اُمید ہو سکتی ہے۔ رفتہ رفتہ ڈیوک آف مارچ مونٹ کے اپنے خیالات میں بھی تزلزل ہونے لگا۔ اور اُس نے سوچا۔ کیا عجب میرا سابقہ قیاس ہی صحیح ہو۔ بہر حال اس نے الزا سے یہ ذکر اس لئے نہ چھیڑا۔ کہ ایسا نہ ہو۔ اس کے جذبات کو صدمہ پہنچے۔ گو اس کا عہد مصمم کر لیا۔ کہ اگر یہی حالت قائم رہی۔ تو برٹرام کو جس قدر جلد ممکن ہو۔ اوک لینڈس سے رخصت کر دینا چاہئے"۔

دوسرے دن صبح کے کھانے پر ڈچس اور برٹرام دونوں میں پھر اسی سرد مہری اور تکلف کا اظہار ہوا۔ چنانچہ جس وقت یہ سوال زیر بحث تھا۔ کہ مہمانوں کی تفریح کا سامان کیا ہو۔ اور ڈچس نے یہ تجویز پیش کی۔ کہ سب لوگ گھوڑوں پر سوار ہو کر سیر کرنے چلیں۔ تو برٹرام نے جھٹ یہ عذر پیش کر دیا۔ کہ مجھے چند ضروری خط لکھنے ہیں۔ اس لئے ساتھ چلنے سے مجبور ہوں۔ اس کے بعد سہ پہر کو جب یہ تجویز پاس ہوئی۔ کہ محل کے پاس وسیع قطعہ آب پر کشتیوں میں سیر کی جائے۔ تو برٹرام نے

جواب دیا۔ ڈاکٹر نے صحت کی خاطر مجھے زین سواری کا مشورہ دے رکھا ہے اور میرے لئے اس روزانہ عمل کو ترک کرنا کسی حال میں ممکن نہیں۔ یہ جواب سنکر ہر شخص کو سخت حیرت ہوئی۔ اس لئے کہ جب باقی آدمی گھوڑوں پر سوار ہوئے تو اُس نے خط لکھنے کا بہانہ کر دیا۔ مگر اب کشتی کی سیر کا وقت آیا۔ تو اُسے سواری کی سُوجھی۔ رات کے کھانے پر بھی یہی حالت دیکھی گئی۔ نتیجہ قدرتی طور پر یہ ہُوا۔ کہ سب مہمان رنجیدہ خاطر ہو گئے۔ ڈیوک کے اپنے دل میں برٹرام سے نفرت پیدا ہونے لگی۔ اور اس نے اس سے مزید گفتگو نہ کرتے ہوئے بیگم سے یہ مضمون چھیڑنے کا فیصلہ کیا ؛

جس وقت دونو اپنے کمرہ میں گئے تو ڈیوک نے کہا "الزا میں اس عجیب بلکہ یوں کہنا چاہیئے گستاخانہ اور خلاف ادب طرز عمل کو بہت عرصہ نظر انداز نہیں کر سکتا۔ جو چھوٹے بھتیجے نے تم سے روا رکھا ہے" ؛

ان الفاظ کو سن کر ڈچس ایک لمحے کے لئے سر سے پاؤں تک کانپ گئی۔ مگر یہ اضطرار اس کے شوہر کی نظروں سے پوشیدہ رہا۔ پھر جلدی ہی اوسان بحال کر کے اس نے پر سکون لہجہ میں کہا "مسٹر دوین کے خلاف مجھے کسی طرح کی شکایت مطلق نہیں ہے" ؛

اس جواب سے ڈیوک کے دل میں پھر خیال پیدا ہُوا۔ کہ ممکن ہے۔ مجھی کو غلط فہمی ہوئی ہو۔ اور حقیقت میں برٹرام کا منشا محض دائرہ ادب سے آگے قدم نہ رکھنے کا ہو۔ اگر الزا اس کے منشا کو سمجھ کر مطمئن اور خوش ہے۔ تو میرے لئے اعتراض کا موقعہ نہیں۔ پس اس نے فوراً ہی اس ذکر کو ترک کر دیا۔ مگر اس کے باوجود دل میں یہی سمجھا۔ کہ یہ روک اور تکلف جو دونو میں قائم ہے۔ آئندہ چند روز کے عرصہ میں یقیناً از خود رفع ہو جائے گا ؛

تین چار دن اور گذر گئے۔ مگر حالت پھر بھی بدستور رہی۔ برٹرام جہاں تک ممکن ہوتا۔ ڈچس سے الگ رہتا تھا۔ اگر کبھی کمرہ نشست میں باقی مہمان اُٹھ کر جانے لگتے۔ اور یہ احتمال ہوتا۔ کہ وہ الزا کے پاس تنہا رہ جائیگا۔ تو وہ فوراً اٹھ کر ان سے بھی آگے چل دیتا تھا۔ وہ الزا کو ساتھ لے کر دستر خوان پر بھی نہ جاتا تھا۔ بلکہ

جہاں تک ممکن ہو۔ اس سے فاصلہ پر بیٹھنا۔ انتہائی مجبوری کے سوا کبھی اس سے گفتگو نہ کرنا۔ اور جب کرتا بھی۔ تو اس کا لہجہ نہائت سرد ہوتا تھا۔ دوسری طرف وہ نازنین گو اپنے وقار و سکون کو برقرار رکھنے کی انتہائی کوشش کرتی تھی۔ تاہم اس کی صورت سے اب پریشانی اور بے چینی کا اظہار ہونے لگا تھا۔ اصل یہ ہے۔ کہ اس سخت امتحان نے اس کی طاقت برداشت پر بہت مضر اثر ڈالا اور معلوم ہوتا تھا کہ وہ اپنے استقلال کو عرصہ تک برقرار نہ رکھ سکیگی۔ گذشتہ چند روز میں اس محبت کا شعلہ جو برٹرام ووین کے لئے اس کے دل میں تھی۔ غیر معمولی تیزی سے بھڑکنے لگا تھا۔ امر واقعہ یہ ہے کہ یہ شعلہ کبھی بجھا ہی نہ تھا۔ صرف اس وقت کہ اسے اپنے دلدار کے مرنے کا یقین ہوا۔ عارضی طور پر دب گیا تھا۔ اس کے بعد اس ایک سال کے عرصہ میں کہ اس وقت کے بعد گزرا۔ جب اُسے اپنے والد کے جزدان کی چیزیں دیکھنے سے معلوم ہوا تھا۔ وہ زندہ ہے۔ اُس نے اس آتش محبت کو انتہائی خود ضبطی سے فرو کرنے کی کوشش کی۔ مگر جب برٹرام۔ زندہ اور صحیح سلامت۔ سابق کی طرح شکیل وہ جیہ پھر ایک بار اس کے سامنے آکھڑا ہوا۔ تو جیسا قدرتی ہے۔ یہ شعلہ عشق دوبارہ بھڑک اُٹھا۔ عاشق معشوق کا ایک دوسرے کے پاس مگر الگ رہنا دزدیدہ نظروں سے ایک دوسرے کی طرف دیکھنا۔ اسی ہوا میں سانس لینا۔ ایک دوسرے کی ترنم خیز آواز سننا یہ جاننا۔ کہ اگر ہمیں اس بے دردی و بے رحمی سے قربان نہ کیا جاتا۔ تو آج میں اس کی اور وہ میرا ہوتا۔ اور ان سب باتوں سے بڑھکر اس خیال کا مضبوطی سے ذہن نشین ہونا۔ کہ اسے اب بھی مجھ سے اتنی ہی محبت ہے۔ جیسی کبھی ہوا کرتی تھی۔ آہ! یہ سب باتیں ایک ایسے خوفناک امتحان کا درجہ رکھتی تھیں۔ جس کی اذیت فریقین کے لئے ناقابل برداشت۔ روح فرسا اور جانگداز تھی +

ڈیوک آف مارچ مونٹ سخت پریشان تھا۔ کبھی اس کے دل میں کچھ خیال آتا کبھی کچھ اور وہ محسوس کرتا تھا۔ کہ میرے سامنے ایک ایسا نظارہ پیش ہے جس کی حقیقت کو میں نہیں سمجھ سکتا۔ جو کچھ ہو رہا ہے۔ وہ ایک راز ہے۔ جس کی کلید میرے پاس نہیں۔ تاہم وہ اس بات کو اچھی طرح سمجھتا تھا۔ کہ حالات کو ان کی موجودہ صورت میں نہیں رہنے دیا جا سکتا لیکن سوال پیدا ہوتا تھا۔ کہ آخر اس کا خاتمہ کیونکر ہو؟ کیا

عجب ۔ معاملہ سرسری ہو۔ جس صورت میں اسے کوئی خاص اہمیت دینا موجب تضحیک ہوگا۔ گاہ بگاہ جب وہ اس مضمون پر بھتیجے سے گفتگو کا ارادہ کرتا ۔ تو برٹرام فوراً اپیل کر کے گفتگو کو کسی اور مضمون کی طرف لے جاتا ۔ ایسے موقعوں پر اس کے طرز عمل سے انتہائی وفاداری و فرمانبرداری کا اظہار ہوتا ۔ نتیجہ یہ ۔ کہ ڈیوک جو کچھ کہنا چاہتا ۔ وہ دل کا دل میں ہی رہ جاتا۔ دوسری طرف اگر وہ تنہائی میں بیگم سے اس کا ذکر چھیڑتا۔ تو وہ کہتی ۔ مجھے برٹرام کے طرز عمل میں کوئی بات قابل شکایت نظر نہیں آتی ۔ اور بعض اوقات تو وہ بے خبری میں یہاں تک کہہ دیتی ۔ کہ وہ ایسا ہی کر رہا ۔ جیسا اسے کرنا چاہئے تھا ۔ ڈیوک اس کے لفظوں کا مطلب کچھ اور سمجھ کر یہ خیال کرتا ۔ کہ گو ادب و اخلاق کی نزاکت انتہائی صورت اختیار کر رہی ہے ۔ تاہم اس کے حق بجانب ہونے میں شبہ نہیں ۔ پس وہ اور زیادہ محبت سے اس سے بغل گیر ہوتا ۔ اور اپنے شکوک کو بھلانے کی کوشش کرتا تھا ؛

غرض معاملات کی یہ حالت کی تھی ۔ کہ لارڈ کلینڈن حسب وعدہ قصر اوک لینڈس میں وارد ہوا ۔ اس وقت کے بعد کہ تین سال پیشتر سابق مارکوئیس آف وین ڈیل کے انتقال پر دونوں بھائی جدا ہوئے ۔ ان میں پھر کبھی ملاقات نہ ہوئی تھی یعنی اس وقت کے بعد کہ سابق مارکوئیس کی ناگہانی موت سے ان کے باپ کی مالی حالت میں تبدیلی ہوگئی ۔ اور اس نے انہیں کالج سے واپس بلا لیا تھا ۔ برٹرام بڑے بھائی کو دیکھ کر جوش کے ساتھ اس سے بغل گیر ہوا ۔ اور گو اس موقعہ پر بڑے بھائی نے کوئی غیر معمولی مسرت ظاہر نہ کی ۔ تاہم اس سے یہ نہیں سمجھا گیا ۔ کہ اسے بھائی سے مل کر خوشی نہیں ہوئی ۔ محض یہ خیال کیا گیا ۔ کہ بعض طبیعتیں ایسے موقعوں پر نمائش کی کم عادی ہوتی ہیں ۔ بہرحال ڈچس کے سامنے لارڈ کلینڈن کا طرز عمل بدستور خلق آمیز اور مودبانہ تھا ۔ یعنی بالکل ایسا جو اس طرح کے رشتہ داروں میں ہونا چاہیئے ۔ نتیجہ یہ کہ دونوں حالتوں کا مقابلہ کرنے سے ہر شخص اور زیادہ اس بات کو محسوس کرنے لگا ۔ کہ الٹا ڈچس آف مارچ مونٹ سے بہو کی نسبت برٹرام کا سلوک نہایت سرد مہری اور انتہائی تکلف پر مبنی ہے ؛

لارڈ کلینڈن کو اوک لینڈس میں آئے ہوئے نصف گھنٹہ ہی گذرا تھا ۔ کہ اس

نے ڈچس کے ساتھ اپنے بھائی کے سلوک کی اہمیت کو محسوس کر لیا۔ پہلے اس کو بھی دوسروں کی طرح تعجب ہوا۔ کیونکہ اسے مطلقاً علم نہ تھا۔ کہ زمانہ قیام آکسفورڈ میں جین الزامس لیسی کا درجہ رکھتی تھی۔ ان کے تعلقات باہمی کیا حیثیت رکھتے تھے۔ اور یہ خیال بھی قرین قیاس نہ تھا۔ کہ برٹرام کو ڈچس سے عشق ہے۔ کیونکہ اس صورت میں اس کا طرز عمل بوجوہ سلوک سے مختلف ہوتا۔ اور وہ اپنے آپ کو ڈچس کا منظور نظر بنانے کی پوری کوشش کرتا۔ پس سارا معاملہ ایک راز کی حیثیت رکھتا تھا۔ اگرچہ اُنہے اسباب کا فیصلہ کر لیا۔ کہ ضرور اس کی حقیقت معلوم کرنی چاہیئے۔ پھر بھی سوال یہ تھا۔ کہ یہ کام کس طرح ہو؟ اس مطلب کے لئے اس نے برٹرام سے خاص ربط ضبط پیدا کیا۔ وہ اس کے ساتھ سیر کرنے جاتا۔ اور بار بار گفتگو کو ڈچس کی طرف لاتا۔ کہ کسی طرح حقیقت حال معلوم ہو۔ مگر برٹرام نے کوئی بے جا لفظ منہ سے نہ کہا۔ یہ حال دیکھ کر لارڈ کلینڈن نے سوچا کہ اب کسی خاص ڈھنگ سے کام لینا چاہیئے۔ دو روز تک وہ برٹرام اور الزا کے سلوک باہمی کو نظر غور سے دیکھتا رہا۔ مگر جب اس سے کوئی حال معلوم نہ ہو سکا۔ تو ناچار اس نے ایک اور تجویز سوچی ؂

چنانچہ ایک دن صبح کو مسز بیلی کو اپنے ساتھ سیر کی غرض سے لے جاتے ہوئے اس نے کہا "مسز بیلی آپ نے یہاں رہ کر کوئی خاص بات محسوس کی؟"

"مائی لارڈ کیسی؟" عمر رسیدہ فیشن پرست عورت نے پوچھا "کیا یہ کہ سب سے بڑی مس لومیکس کے بالوں کی اصلی رنگت سُرخ ہے۔ گو وہ اسے طلائی ظاہر کرتی ہے؟ یا یہ کہ مس ریشل لومیکس کے منہ پر چھائیاں ہیں۔ یا مس میری نے کل شام کے کھانے پر شامپین کے تین گلاس پیئے؟ ..."

"نہیں۔ ان میں سے کوئی ایک بات بھی نہیں" لارڈ کلینڈن نے جواب دیا۔ "آپ میری حسین و خلیق اور قابل عزت چچی کی رشتہ دار ہیں ..."

"ہاں بے شک میں اس کی رشتہ دار ہوں" بوڑھی عورت نے فخر سے جواب دیا۔ "اور آپ کو یاد ہو گا۔ کہ اس سے ڈیوک کی ملاقات اول مرتبہ میرے ہی مکان پر ہوئی تھی۔ وہیں ان کو اس سے عشق پیدا ہوا ..."

"اس کا حال مجھے معلوم ہے" کلینڈن نے جواب دیا۔ "مگر آپ چونکہ ڈچس کی رشتہ دار ہیں۔ اس لئے یقیناً اس کی رازدار بھی ہوں گی"

"مائی لارڈ آپ کا یہ خیال صحیح نہیں" مسز بیلی نے جلدی سے کہا۔ "اور یہی بات میرے لئے سب سے زیادہ موجب تکلیف ہے۔ الزا کبھی کسی معاملہ میں مجھ سے مشورہ نہیں لیتی۔ چنانچہ جب اسے نئی پوشاک تیار کرانی ہو۔ تو وہ اپنی ہی مرضی پر چلتی ہے۔ مجھ سے کبھی صلاح نہیں لیتی اور گو اس میں شک نہیں کہ وہ کچھ بھی پہن لے۔ پھبتا خوب ہے ... "

"مسز بیلی افسوس ہے۔ کہ ڈچس اپنے معاملات میں آپ سے مشورہ لینے کی پروا نہیں کرتی" ہیو نے کہا۔ "حالانکہ اسے ضرور ایسا کرنا چاہئے ... ضرور کرنا چاہئے" اس نے باصرار کہا۔ "کیونکہ بعض باتیں ایسی ظہور میں آ رہی ہیں۔ جنہیں ان کی موجودہ صورت میں سمجھنا سخت ہی دشوار ہے"

"ہاں میں نے بھی دیکھا۔ کہ آنریبل جارج کرزن میری لوسکیس سے اظہار عشق کرتا ہے۔ لیکن یہ معاملہ ایسا ہے۔ جس میں ڈچس کسی طرح مداخلت نہیں کر سکتی" عمر رسیدہ خاتون نے کہا۔ "علاوہ بریں جہاں تک میرا خیال ہے۔ اس نوجوان کے ارادے ہر طرح نیک ہیں ... "

"مسز بیلی میں نے جو کچھ عرض کیا۔ اس کا اشارہ اس معاملہ کی طرف نہ تھا" لارڈ کلینڈن نے قطع کلام کرتے ہوئے کہا اور پھر مطلب کے لئے اسے خوش کرنے کی نیت سے وہ کہنے لگا۔ "آپ جیسی خاتون کے لئے جس میں ذہانت۔ دُور اندیشی۔ تجربہ۔ تدبر۔ قوت فیصلہ ... "

"ہاں۔ ہاں۔ میں ان میں سے بات میں کم نہیں ہوں" مسز بیلی نے انداز تکبر سے سر کو حرکت دیتے ہوئے کہا۔ "چنانچہ کل ہی میں نے یہ بات معلوم کی کہ کچھوے کے شوربہ میں بساندھ آتی تھی۔ اور سوئیوں میں شکر بہت کم تھی ... "

لارڈ کلینڈن نے بدستور سراہتے ہوئے کہا۔ "مگر ایسے حالات میں یقیناً آپ نے محسوس کیا ہوگا۔ کہ ڈچس کے ساتھ میرے چھوٹے بھائی برٹرام کا سلوک کچھ عجیب قسم کا ہے۔ اور خود ڈچس کا طرز عمل بھی کم حیرت خیز نہیں۔ چونکہ آپ ڈچس کی قریبی رشتہ دار ہیں۔ اور آپ کو ان کی بہتری ہر طور مطلوب ہے۔ اس لئے میں نے یہ ذکر محض اس خیال سے چھیڑ دیا۔ کہ اس خلیج کو پاٹنے کے لئے جو ان دو میں حائل

ہے۔ اگر کوئی کارروائی عمل میں لائی جا سکے۔ تو میری خدمات اس کے لئے حاضر ہیں ۔۔۔"

"مائی لارڈ" مسز بیلی نے کہا۔ جو اس خیال سے نہائت خوش تھی۔ کہ مجھے ایک ایسے اہم معاملہ پر قابل مشورہ سمجھا گیا" معاملہ کچھ گول گول سا ہے۔ غالباً صحیح حال آپ کو معلوم نہیں۔ آج تک بات پردہ راز میں تھی۔ کیونکہ کپتان لیسی نے اسکی تاکید کی تھی۔ کہ اس کا حال کسی پر ظاہر نہ کیا جائے۔ مگر چونکہ آپ میرے کرم فرما ہیں۔ اور اس کے علاوہ آپ کو ڈچس کی بہتری مطلوب ہے۔ اس لئے کوئی بات آپ سے چھپانا نامناسب ہوگا"

"مسز بیلی یقین جانئے کہ جو حال آپ کہیں گی۔ وہ میرے قفل سینہ میں محفوظ رہے گا" ہیو نے اس انداز سے کہا۔ گویا وہ اس راز کے انکشاف کا بے چینی سے منتظر ہے +

"میں آپ پر بھروسہ کرتی ہوں" مسز بیلی نے جو ایک خود پسند اور خود غرض مگر اوچھی عورت تھی کہا" واقعہ یہ ہے۔ کہ جن دنوں الزا آکسفورڈ میں رہا کرتی تھی۔ تو برٹرام سے ان کی شناسائی ہوگئی۔ دونوں کی محبت نے مجذوبیت کی صورت اختیار کرلی۔ اور اس کے بعد ایک دوسرے سے جدا ہوتے وقت اُنہوں نے انگوٹھیاں تبدیل کیں۔ مجھے معلوم نہیں۔ وہ اب بھی اُن کے پاس ہیں یا نہیں۔ مگر ہاں اتنا معلوم ہے۔ کہ شادی کے دن تک الزا برٹرام کی دی ہوئی انگوٹھی کو ہر وقت پہنے رہتی تھی۔ البتہ اس وقت کے بعد میں نے اسے اس کی انگلی میں نہیں دیکھا۔ بعد ازاں جیسا آپ کو معلوم ہے۔ برٹرام کی موت کی خبر موصول ہوئی جو غلط تھی۔ اور چند واقعات کے زیر اثر کپتان لیسی اور الزا دونوں لندن میں میرے پاس چلے آئے۔ کچھ عرصہ گذرنے پر برٹرام کی طرف سے کپتان کے نام ایک خط آیا۔ جس میں لکھا تھا کہ میں زندہ اور صحیح سلامت ہوں۔ اور اگر آپ نے اخبارات میں میری موت کی غلط خبر پڑھی تھی تو یقین ہے۔ کہ اس کی تردید بھی دیکھ لی ہوگی۔ مگر اتفاق سے یہ تردید کپتان کی نظروں سے پوشیدہ رہی تھی۔ انہی ایام میں اکثر لوگ الزا کو میرے ہاں دعوتی جلسوں میں دیکھ کر اس کے ثنا خواں ہو چکے تھے۔ اور گو ڈیوک نے اُسے اب تک نہ دیکھا تھا۔ تاہم خیال یہ تھا۔ کہ الزا کی شادی ضرور کسی دولت مند امیر سے ہوگی۔ میں نے

اس بارہ میں کپتان کو ایک مشورہ دیا اور اس نے اس پر عمل کرنا منظور کر لیا۔ میں نے کہا۔ برٹرام ویوین کا تعلق گو امیر خاندان سے ہے۔ تاہم وہ اس گھرانے کا رکن صغیر ہے۔ اور الزا اپنے حسن وجمال کی وجہ سے کسی زیادہ متمول شخص سے بیاہی جانے کے قابل ہے۔ میں نے اسے یقین دلایا۔ کہ اس کی شادی ضرور کسی لارڈ سے ہونی چاہیے۔ پس میں نے اسے برٹرام کا خط پوشیدہ رکھنے کا مشورہ دیا۔ یہ اس لئے کہ وہ اس کی موت کی خبر سن کر چونکہ تسلیم ورضا کی عادی ہو چکی تھی۔ اس لئے اب اس کے سکون میں خلل انداز ہونا صحیح نہ تھا۔ میں نے اس سے کہا۔ کہ جب تک الزا کی شادی کسی اچھے گھر میں نہ ہو جائے۔ اُسے برٹرام کے زندہ اور سلامت ہونے کی خبر دینی ہی نہ چاہیے۔ کپتان لیسی نے اس مشورہ کو پسند کیا۔ اور وہ اس پر عمل کرنے کو آمادہ ہو گیا"

"گویا جب الزا کی شادی ڈیوک سے ہوئی۔ تو اُسے یقین تھا۔ کہ برٹرام مر چکا ہے" لارڈ کلیڈن نے کہا +

"آپ نے بالکل صحیح فرمایا" مسز بیلی نے جواب دیا۔ "مگر سچ یہ ہے۔ کہ ان ایک دو ماہ کے عرصہ میں جو شادی سے پہلے گذرے۔ کپتان لیسی اور مجھے سخت ہی بے چینی رہی۔ کیونکہ انہی ایام میں برٹرام کی طرف سے ایک اور خط موصول ہوا۔ جس پر کپتان کا آکسفورڈ کا پتہ لکھا ہوا تھا۔ اور جسے وہاں کے پوسٹ ماسٹر نے کپتان کی ہدایات کے بموجب اس کے موجودہ پتہ پر بھیج دیا تھا"

"بے شک۔ بے شک۔ کپتان نے اس معاملہ میں بہت دور اندیشی کی۔" لارڈ کلیڈن نے جلدی سے کہا۔ "مگر اس دوسرے خط میں ...؟"

"اس دوسرے خط میں برٹرام نے لکھا تھا۔ کہ الزا سے میری محبت ازلی اور ابدی ہے" مسز بیلی نے بیان کیا۔ "اس میں یہ بھی مذکور تھا۔ کہ دو سال کی آزمائش کا عرصہ جسے آپ نے تجویز کیا تھا تقریباً ختم ہو چکا ہے۔ اور میں عنقریب انگلستان آکر الزا سے شادی کرونگا کپتان سارا حال الزا سے بیان کرنے کو آمادہ تھا۔ مگر میں نے اسے بدقت روکا۔ اور اس طرح الزا کی شادی آپ کے چچا ڈیوک سے قرار پائی"

"خوب۔ اور اس کے بعد برٹرام کا کیا ہوا؟" لارڈ کلیڈن نے پوچھا۔ "کیا انگلستان میں آکر وہ آپ سے گراسوینر سکوئر میں ملا؟"

"نہیں" مسز بیلی نے جواب دیا۔ "اور میں خوش ہوں کہ وہ نہیں آیا کیونکہ میں اس کی ہذیان سننے کو تیار نہ تھی۔ میرا خیال ہے۔ اس نے شادی کی کیفیت اخباروں میں دیکھ کر سارا حال معلوم کر لیا۔ مگر میں کہہ سکتی ہوں۔ اس نے اوک لینڈس آنے کے معاملہ میں خوب نہیں کیا۔ بہتر تھا کہ اب وہ الزا سے دور ہی رہتا۔ سارے پہلو سامنے رکھے جائیں تو معلوم ہوگا۔ کہ یہاں آنے کے بعد اس کے اور ڈچس کے تعلقات ایسے ہی ہو سکتے تھے جیسے اب ہیں۔ میں بہت خوش ہوں کہ وہ اس سے پرے پرے رہتا ہے۔ اندیشہ صرف اس قدر ہے کہ ایسا نہ ہو ڈیوک کو کسی طرح کا شبہ ہو جائے ..."

"تو آپ کو اس کا کامل یقین ہے" لارڈ کلینڈن نے قطع کلام کرتے ہوئے کہا "کہ میرے چچا کو الزا اور برٹرام کے سابقہ تعلقات اور عشق کا کچھ حال معلوم نہیں"؟

"ہاں مجھے کامل یقین ہے" مسز بیلی نے جواب دیا۔ "الزا نے شادی کے بعد باپ سے وعدہ کیا تھا کہ میں اپنی زبان سے شوہر کو واقعات گذشتہ کا علم نہ ہونے دونگی۔ اور نہ میری کسی حرکت سے اسے معلوم ہو سکیگا کہ میرے دل میں اس کے لئے محبت نہیں ہے۔ بس مائی لارڈ وہ راز اسی قدر تھا۔ اب آپ فرمائیے۔ ہمیں اس معاملہ میں کیا کرنا چاہیئے"؟

"مسز بیلی" ریو نے آہستہ سے کہا "آپ کے انکشافات اتنے فوری اور غیر متوقع ہیں۔ کہ میں حیران ہوں۔ اس معاملہ میں کیا رائے دوں۔ چند روز کی مہلت دیجیئے۔ کہ میں اس عرصہ میں کچھ سوچ کر عرض کر سکوں۔ میرا ارادہ ہے کہ بھائی سے علیحدہ مل کر تمام حالات معلوم کر لوں۔ اور پھر مشورہ دوں۔ کہ اس جگہ تمہارا رہنا خطرناک ہے۔ بہتر ہے۔ جس قدر جلد ممکن ہو۔ تم یہاں سے چلے جاؤ"۔

"خیر آپ کچھ ہی کریں" مسز بیلی نے کہا۔ "مجھے اس معاملہ سے الگ رکھئے گا۔ آنریبل مسٹر برٹرام دوین کے تعلقات مجھ سے ہمیشہ پسندیدہ رہے ہیں۔ کیونکہ اسے ابھی کل خیال نہیں۔ کہ الزا کو اس سے جدا کرنے میں میرا بھی دخل تھا۔ اور میں بے وجہ کسی شخص کو ناراض کرنا پسند نہیں کرتی"۔

"اطمینان فرمائیے" لارڈ کلینڈن نے کہا۔ "میں اس معاملہ کو اس خوبی سے طے کرونگا۔ کہ آپ پر کسی طرح کا حرف نہ آئے گا"۔

"میں آپ بھروسہ کرتی ہوں" بیوقوف عورت نے جواب دیا۔ جسے ان خطرات کا خیال تک نہ تھا۔ جو ان چالوں اور تجویزوں کا حال جن سے اس نے ڈیوک اور الزا کی شادی کے معاملہ میں کام لیا تھا۔ اس شخص کے رُوبرو ظاہر کرنے سے پیش آ سکتے تھے۔ جس کی دلی خواہش یہ تھی۔ کہ ڈیوک عمر بھر کنوارا رہے اور اسی حالت میں مر جائے

مسز بیلی کو مکان پر پہنچا کر لارڈ کلینڈن ان حالات پر جو اس نے سُنے تھے غور کرنے کو پھر باہر نکلا۔ تھوڑی دُور ایک سایہ دار روش پر اُسکا پتا چچا ڈیوک آف مارچ مونٹ سیر کرتا نظر آیا۔ اس وقت اس کے ساتھ اس کا عزیز کتا پلوٹو تھا۔ ڈیوک آف مارچ مونٹ اس طرح آہستہ چل رہا تھا۔ گویا کسی فکر میں ہے۔ وجہ یہ تھی۔ کہ اس پُر اسرار طریق عمل سے جو وہ ہر روز الزا اور برٹرام کے معاملات میں دیکھتا تھا۔ اس کی پریشانی روز بروز بڑھتی جا رہی تھی۔ اور وہ اب تک اس معمے کا صحیح حل معلوم کرنے سے قاصر تھا ؞

چچا کو دیکھ کر کلینڈن نے کہا" چچا جان کیا وجہ ہے۔ آپ تنہا سیر کر رہے ہیں؟ باقی مہمان کہاں گئے ؟"

"خاندان لوبیکس کے آدمی چلنے کو تیار ہیں"۔ ڈیوک نے جواب دیا" اور میری
بیں اُن کی یہ جلدی چنداں باعث حیرت نہیں ۔۔۔ "

اور فقرہ کو نا تمام ہی چھوڑ کر اس نے اپنی پریشانی چھپانے کے لئے جھک کر کتے کو پیار دینا شروع کیا ؞

"معاف فرمائیے۔ میں آپ کے آخری الفاظ کا مطلب نہیں سمجھا" کلینڈن نے انداز حیرت سے کہا ؞

"میرے الفاظ کا مطلب صاف ہے" ڈیوک نے بھتیجے کے چہرہ پر نظر جماتے ہوئے کہا" بعض واقعات اس قسم کے پیش آ رہے ہیں۔ جن کی حقیقت کو میں اب تک نہیں سمجھا۔ آج تک میں نے اس معاملہ کو اپنے دل میں چھپائے رکھا تھا۔ مگر اب اسے ظاہر کرنے پر مجبور ہوں۔ میری رائے میں اچھا ہوا۔ کہ تم مجھے مل گئے۔ کیونکہ دل پر کچھ اس طرح کا بوجھ ہے۔ جسے ہلکا کرنے کے لئے کسی معتمد دوست کی ضرورت تھی۔ تم میرے قرابتدار عزیز ہو۔ اور مجھے معلوم ہے۔ کہ تمہیں مجھ سے دلی محبت

ہے۔ کاش کہ یہی الفاظ میں تمہارے بھائی کی نسبت کہہ سکتا۔"

"نانی لارڈ یہ آپ کیا فرماتے ہیں" کلینڈن نے چونک کر کہا "کیا برٹرام نے اظہارِ محبت یا عقیدت میں کوتاہی کی ہے ... آپ سے جو ہمارے کنبہ کے سربراہ محسن اور چچا ہیں ..."

"ہیو" ڈیوک آف مارچ مونٹ نے قطع کلام کر کے کہا "جو واقعات گذشتہ چند دن کے عرصہ میں پیش آئے ہیں۔ یقیناً تم ان سے بے خبر نہ ہوگے۔ برٹرام ڈچس کے ساتھ نہایت گستاخانہ سلوک کر رہا ہے۔ پہلے اس کا طرز عمل انتہا درجہ کی سرد مہری لئے ہوئے تھا۔ اس وقت اس کی نسبت طرح طرح کے قیاسات قائم کئے جا سکتے تھے۔ مگر اب کہ اس کو یہاں رہتے ہوئے دس دن ہو گئے۔ نہ صرف اس نے سرد مہری ترک نہیں کی۔ بلکہ میں دیکھتا ہوں۔ وہ ڈچس سے اس قسم کی نفرت کرنے لگا ہے۔ جو چھپانے سے بمشکل چھپ سکتی ہے۔ ڈچس چونکہ قدرتاً خلیق ہے۔ اس لئے وہ اس حقیقت کو تسلیم نہیں کرتی۔ یا ممکن ہے۔ اس نے اسے آج تک محسوس نہ کیا ہو۔ لیکن میرے لئے آنکھیں بند رکھنا بہرحال غیر ممکن ہے۔ میں نے برٹرام کو جہاں تک ممکن تھا ہر طرح کی رعائت دینے کی کوشش کی۔ مگر بے سُود۔ اس کی طرف سے برابر سیاہ ترین نا سپاسی کا اظہار ہو رہا ہے۔ ناچار میں نے اس بات کا عہد مصمم کر لیا ہے۔ کہ اس کا خاتمہ کرنا چاہئے"

"لیکن پیارے چچا" لارڈ کلینڈن نے مصالحتی لہجہ میں کہا "میں التجا کرتا ہوں آپ مہربانی سے جلدی میں کوئی رائے قائم نہ کریں۔ بھائی کو اپنی صفائی کا موقعہ دیئے کے بغیر اس سے خفا نہ ہوں۔ اس سے پہلے آپ نے میرے حقیر طرز عمل پر اظہارِ پسندی کیا تھا۔ میں اپنی طرف سے اس رعائت کا خواستگار ہوں۔ کہ غریب برٹرام سے نرمی کا سلوک فرمائیے"۔

"ہیو۔ اپنے بھائی کے لئے تمہاری یہ سفارش تمہاری فطری شرافت کی دلیل ہے" ڈیوک آف مارچ مونٹ نے کہا "مگر سچ جانو اس قسم کا طرز عمل کہیں بھی ہو۔ ناقابل برداشت ہے۔ اس سے نہ صرف ڈچس کی اور میری توہین ہے۔ بلکہ سب مہمانوں پر اس کا نہایت بڑا اثر ہو رہا ہے۔ میں نے احباب کو اس خیال سے مدعو کیا تھا۔ کہ چند دن خوشی سے بسر ہوں۔ مگر یہاں اُلٹا افسردگی پیدا ہو رہی ہے"۔

"اجازت ہو۔ تو میں ایک ادنےٰ سا مشورہ پیش کرتا ہوں" لارڈ کلیبنڈن نے عرض کیا ۔

"کیوں نہیں۔ تم جو کہنا چاہتے ہو کہو" ڈیوک نے جواب دیا" میں تمہاری فرمانبرداری سے بہت خوش ہوں۔ اور اسی وجہ سے میں نے تمہیں اپنا رازدار بنایا ہے۔ تمہاری رائے میں حقیقت حال یہ تو نہیں ہے۔ کہ برٹرام کو میری اس شادی کا رنج ہے۔ اور اس کا غصہ وہ غریب ڈچس پر نکال رہا ہے؟"

"نہیں چچا جان مجھے یقین کامل ہے۔ کہ ایسا نہیں ہو سکتا" لارڈ کلیبنڈن نے الفاظ پر زور دیتے ہوئے کہا" برٹرام طبعاً اتنا فیاض اور فراخ حوصلہ جوان ہے۔ کہ ممکن نہیں ایسے اوچھے خیالات کو دل میں جگہ دے۔ میں اس کی طبیعت سے خوب واقف ہوں۔ اور اپنے طور پر اس معاملہ کی حقیقت بھی سمجھ گیا ہوں" ۔

"اچھا تو بتاؤ اصل معاملہ کیا ہے" ؟ ڈیوک نے اُمید وبیم کی حالت میں پوچھا

"مگر دیکھو میں پھر کہتا ہوں" اس نے سنجیدگی کے لہجہ میں کہا" کہیں بھائی کی محبت کے اثر میں اصل حقیقت کو نظر انداز نہ کرنا" ۔

"میں جو کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ اس کو سن لیجیے۔ پھر آپ خود ہی صحیح رائے قائم کر سکیں گے" لارڈ کلیبنڈن نے جواب دیا" مجھے معلوم ہے۔ کہ بھائی کی طبیعت میں شرم کے ساتھ ادب وانکسار داخل ہے۔ وہ نہیں چاہتا۔ کوئی اس کے کسی فعل کو غلط معنوں میں سمجھے بچپن سے اس کا یہی حال رہا ہے۔ چونکہ طبیعت کا ذی حس واقع ہوا ہے۔ اس لئے ہر بات میں انتہا پسند رہا ہے۔ بسا اوقات دیکھا گیا ہے۔ کہ کسی معاملہ میں اس نے محض شرم کی وجہ سے اپنے آپ کو پیچھے رکھا۔ مگر دوسروں نے اسے سرکش یا مغرور سمجھا۔ آپ خود ہی خیال فرما سکتے ہیں۔ اس معاملہ میں اس کی حیثیت کس قدر نازک ہے۔ وہ ڈرتا ہے۔ اگر میری طرف سے حسین وجوان ڈچس کی طرف ذرا بھی زیادہ توجہ کا اظہار ہوا۔ تو ایسا نہ ہو۔ کوئی اس کے معنی غلط سمجھے ... "

"ہاں مگر یہ سب قیاسات ہیں۔ جو میں خود بارہا قائم کر چکا ہوں" ڈیوک نے مایوسانہ انداز سے جواب دیا" اور سارے پہلو سوچ کر بالآخر مجھے اسی نتیجہ پر پہنچنا پڑا۔ کہ یہ قیاسات صحیح نہیں ہیں" ۔

"مگر میں جو کچھ عرض کیا چاہتا ہوں۔ آپ اُسے سن تو لیں"۔ ہیو نے ادب سے کہا۔ "بھائی عمر میں مجھ سے دو سال چھوٹا ہے۔ اور گو اُس نے سیر و سیاحت کی وجہ سے دُنیا کے اکثر مقامات دیکھے ہیں۔ تاہم مفید تجربہ کے اعتبار سے وہ ابھی مجھ سے پیچھے ہے۔ آپ خود انصاف سے اس کی حالت پر غور کریں۔ تقریباً ۲۲ سال عمر کا ایک نوجوان دفعتاً ایک ایسی جوان حسین عورت کے سامنے آتا ہے جو رشتہ میں بڑی ہونے کے باوجود عمر میں اس سے چھوٹی ہے۔ ایسی حالت میں اگر وہ محسوس کرے۔ کہ ہمارے تعلقات باہمی کی بے تکلفی کا اقدام مجھے نہیں۔ فریق ثانی کو کرنا چاہیئے۔ تو کیا یہ اُس طبیعت کے عین مطابق نہیں ہے۔ جس کا حال میں نے ابھی عرض کیا؟ سچ جانئے۔ اس نے اپنے طریق عمل کو ڈچس کے طریق عمل کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کی ہے . . . "

"ہاں . . . شائد"۔ ڈیوک نے اب پھر ایک بار برٹرام اور ڈچس کے تعلقات پر نظر بازگشت ڈالتے ہوئے کہا۔ "بے شک اب میں سمجھتا ہوں۔ غالباً تمہارا خیال صحیح ہے۔ کیونکہ برٹرام جس وقت اوک لینڈس میں آیا۔ تو اول ہی موقعہ پر الزا اس سے اچھی طرح پیش نہ آئی تھی۔ بے شک تمہارا خیال صحیح ہے۔ کیونکہ مجھے یاد آگیا۔ اس پہلی ملاقات پر الزا نے نہ اس کو اپنا ہاتھ پیش کیا۔ نہ کوئی لفظ اس وقت تک زبان سے کہا۔ حتیٰ کہ میں نے تحریک کی۔ میری رائے میں قصور سراسر الزا کا تھا . . . "

"جس سے یقیناً آپ سمجھ سکتے ہیں۔ کہ برٹرام نے ڈچس کے طرز عمل کی ہی تقلید کی ہے۔ جیسا آپ بیان فرماتے ہیں۔ ڈچس نے چونکہ اس سے سرد مہری کی اس لئے اگر برٹرام نے بھی تمکنت کا اظہار کیا تو جائے حیرت نہیں"۔

"بس بس میں سمجھ گیا"۔ ڈیوک نے کہا۔ "واقعی حیرت ہے۔ کہ میں نے آج تک اس حقیقت کو محسوس نہ کیا۔ بلاشبہ جو کچھ ہوا۔ وہ قدرتی تھا۔ برٹرام نے سمجھا۔ میری توہین کی گئی ہے۔ اس لئے اس کی طرف سے سرد مہری کا اظہار قابل معافی ہے۔ وہ ہم سے محبت اور نہایت کا خواستگار آیا تھا۔ مگر جب ڈچس نے اول ہی روز بے رُخی برتی تو اس کی امنگیں بھی سرد پڑنے لگیں۔ اس واقعہ کے بعد میزبان کی حیثیت میں ڈچس کا فرض تھا۔ کہ وہ اپنی سرد مہری کی تلافی کرتی۔ مگر ایسا نہیں ہوا۔ اس کا سلوک بدستور

روکھا اور بے لطف رہا۔ پس اگر برٹرام بھی اس سے پرے پرے رہا۔ تو اس میں قصور اُس کا نہیں۔ واقعی اب میں تسلیم کرتا ہوں۔ کہ اصل خطاوار الزا ہے۔ اور برٹرام کی حالت الٹا قابل رحم ہے۔ خیر میں ابھی جا کر ڈچس سے اس کے متعلق استصواب کرتا ہوں"

"مگر نہیں ذرا ٹھیرئیے" لارڈ کلینڈن نے ڈیوک کو روکتے ہوئے کہا۔" آپ نے اب تک میرا بیان سُننے کی تکلیف گوارا کی ہے ..."

"اور اسے سُن کر میں نے جان لیا ہے۔ کہ تم نہایت روشن دماغ اور فیاض ہو" ڈیوک نے کہا۔" خیر اب کہو اور کیا کہنا چاہتے ہو؟"

"اگر آپ کی بجائے میں ہوتا۔ تو اس معاملہ میں ڈچس کو ہرگز ملامت نہ کرتا" کلینڈن نے کہا۔" یہاں تک کہ میں اُسے محسوس بھی نہ ہونے دیتا۔ کہ میں برٹرام اور اس کی باہمی سرد مہری کی حقیقی وجوہ سے خبردار ہوں۔ برعکس ازیں میں دونوں کو آپس میں میل جول کے موقعے دیتا۔ کہ ایک طرف اگر ڈچس کی سرد مہری کم ہو۔ تو دوسری جانب برٹرام کو بھی جھکنا پڑے۔ یہ امر واقعی افسوسناک ہے۔ کہ ہمارے اپنے گھرانے میں جہاں ہر طرف راحت و مسرت کا دور ہونا چاہئے۔ اس طرح کے واقعات بدگمانی اور بے لطفی پیدا کر رہے ہیں ..."

"میں نے تمہارا مطلب سمجھ لیا" ڈیوک نے کہا۔" کچھ شک نہیں تمہاری نصیحت قابل قدر ہے اور میں ... اس پر عمل کرونگا۔ میں ابھی جا کر سوچتا ہوں۔ کہ اس معاملہ میں کیا کیا جا سکتا ہے ... ہاں مگر یاد آگیا۔ کیا لومیکس اور ان کے کُنبہ کے لوگ جا رہے ہیں؟ اگر ایسا ہے۔ تو ہمیں ان کو الوداع کہنے کے لئے چلنا چاہئے"

ڈیوک اور لارڈ کلینڈن دونوں محل کی طرف واپس ہوئے۔ عین اس وقت سر ولیم لومیکس کی سفری گاڑی دروازہ پر آکر ٹھیری۔ ڈچس اور باقی مہمان جن میں برٹرام بھی شامل تھا۔ الوداعی سلام کہنے کو جمع ہو گئے۔ اور جب سر ولیم اور اس کے متعلقین سوار ہو چکے تو گاڑی سلام و دعا کے ساتھ روانہ ہوئی۔ اس کے بعد جو لوگ جمع تھے وہ سیڑھیوں پر کھڑے ہو کر آپس میں کانا پھسکی کرنے لگے۔ دفعتاً ڈیوک نے کہا۔" اوہ! مجھے بالکل ہی بھول گیا تھا کہ باغ کی زیریں منزل میں جو نیا فوارہ تیار کرایا تھا۔ وہ آج سے چلنے لگا ہے۔ چلئے صاحبان اُسے دیکھ آئیں۔ کلینڈن تم مس ایبنسٹر دیکھ کو ساتھ

لو۔ ڈچس برٹرام کے ساتھ رہے گی۔ اور میں مسز بیلی کے ساتھ چلتا ہوں"۔

برٹرام دوین کے لئے اس حکم کی تعمیل سے انکار غیر ممکن تھا۔ ادھر الزا بھی اپنا بازو پیش کرنے سے انکار نہ کر سکی۔ اس وقت ڈیوک نے بڑے بھتیجے بہو کی طرف فاتحانہ نظر ڈالی گویا یہ کہنا چاہتا تھا۔ کہ دیکھ لو میں نے کس خوش اسلوبی سے سارا انتظام کیا ہے۔ اس کے بعد عورتیں اور مرد دو دو کی جماعت میں محل سے باغ کی طرف چلے۔

الزا نے ظاہرداری سے برٹرام دوین کے بازو پر ہاتھ رکھا۔ تو اس قدر خفیف دباؤ سے کہ جس طرح سطح زمین پر گھاس کا تنکا پڑا ہو۔ اور ہوا کا نہایت خفیف جھونکا بھی اس کو ہلا دے دونو فوارہ کی طرف چلے۔ اور گو حالات کی مجبوری سے دونو کو باتیں کرنی پڑیں۔ تاہم برٹرام کی گفتگو محض سطحی معاملات پر تھی۔ اور الزا اس کی ہر بات کا جواب صرف یک لفظی جملوں میں دے رہی تھی۔ تھوڑی دیر میں وہ فوارہ کے پاس پہنچ گئے۔ جو خوب زور سے چل رہا تھا۔ حاضرین میں ہر شخص نے اسے دیکھ کر پسند کیا۔

"اب آئیے۔ اسی حالت میں تھوڑی باغ کی سیر کریں" ڈیوک نے کہا "موسم خوشگوار ہے۔ اور اس سے لطف حاصل نہ کرنا واقعی افسوسناک ہوگا۔ برٹرام تم نے ہمارا آتا کستان نہیں دیکھا۔ ڈچس صبح اس کا ذکر کرتی تھیں۔ جاؤ تمہیں دکھا لائینگی۔ مسز بیلی ادھر آئیے۔ میں آپکو وہ سبز چکور دکھاتا ہوں۔ جنہیں میں نے تعداد کثیر میں پالا ہے۔ ادھر آئیے"۔

غرض دو دو آدمیوں کی جماعتیں فوارہ سے چل کر مختلف اطراف میں پھیل گئیں۔ ہر شخص جدھر اس کی رغبت تھی چل دیا۔ لیکن برٹرام اور الزا ... یہ دونو اب تک فوارہ کے پاس کھڑے تھے۔ دونو کے سینہ میں جذبات کا ہیجان تھا۔ اس لئے کہ باغ کے اس حصہ میں دونو تنہا تھے!

باب ۶

گل وبلبل کی ملاقات

تنہا اس وقت کے بعد کہ دونو وکلینڈس میں ملے۔ یہ پہلا موقعہ تھا۔ کہ انہیں ایسی خلوت نصیب ہوئی۔ فی الحقیقت اس وقت کے بعد کہ تین سال پہلے وہ مختلف حالات میں گسنورڈ

ہیں ایک دوسرے سے جدا ہوئے۔ اُنہیں کبھی تنہائی کا ایسا موقعہ حاصل نہ ہوا تھا۔ جیسا آج ملا۔ ناظرین سمجھ سکتے ہیں کہ اس وقت ان کے دلوں کی حالت کیا تھی ۔۔۔ ان دونوں کے دلوں کی جو کبھی رشتۂ عشق سے وابستہ تھے۔ گو رسمی قانون ایک مدت اسکو منقطع کر چکا تھا +

ڈچس کا چہرہ سنگ مرمر کی طرح سپید تھا۔ مگر برٹرام کے رخساروں پر جوش قلب کی وجہ سے بخار کی سُرخی نمودار تھی۔ اس طرح کی خفیف سُرخی نہیں۔ جو نواحی سپید رنگت میں آمیز ہو کر نظر نہ آتی ہو۔ نہیں۔ دونوں رخساروں کے وسط میں اس قسم کا گہرا سُرخ داغ تھا۔ جیسے تپِ دق کے مریض کے چہرہ پر دیکھا جاتا ہے۔ ایک عجیب اور خلاف فطرت چمک آنکھوں میں موجود تھی۔ معلوم ہوتا تھا۔ اس کی حالت اس شخص کی سی ہے جسے اپنی زندگی میں نازک حالت درپیش ہو۔ جس کا مُدت سے انتظار تھا مگر جب وہ پیش آئی تو وہ اس کے لئے سراسر ناتیار نکلا۔ شدت اضطراب سے بدن کا ہر حصہ کانپ رہا تھا۔ جذبات دبائے نہیں دبتے تھے۔ اس نے دُزدیدہ نظروں سے دائیں بائیں دیکھا۔ معلوم ہوا۔ باقی مہمان دو دو کی جماعتوں میں درختوں کے سایہ میں غائب ہو چکے ہیں۔ اور اس جگہ وہ صرف اس نازنین کی معیت میں تنہا کھڑا ہے جس کی تصویر ناقابل محو طریق پر اس کے قلب پر منقوش تھی۔ اور جس کا عشق اس کے لئے پہلے انتہائی راحت مگر انجام کار ناقابل بیان اذیت کا موجب ہوا +

کئی لمحے گذر گئے اور دونو بدستور اپنی جگہ چپ چاپ کھڑے رہے۔ الزا کی آنکھیں بظاہر فوارہ کی طرف لگی ہوئی تھیں۔ مگر طاقت دید سلب ہو چکی تھی۔ برٹرام خود اس کی طرف اس جوش و اضطراب سے دیکھ رہا تھا جسے وہ بہت عرصہ تک دبانے کے قابل نہ تھا +

"الزا" آخر کار اس نے کہا۔ اور پھر رک گیا۔ بس ایک لفظ۔ فقط اس نازآفریں حسینہ کا نام اس کے لبوں سے ادا ہوا۔ اس سے آگے کوئی جملہ زبان سے نہ نکلا۔ اس لئے کہ گو دماغ میں صدہا خیالات کا ہجوم تھا۔ اور ان میں سے ہر ایک سب سے اول اظہار کا تقاضا کرتا تھا۔ تاہم نطق رہنمائی سے قاصر تھا +

مگر اس ایک لفظ نے ہی اس کے شکریں لبوں سے نکل کر الزا کے جسم میں گویا

لہر پیدا کر دی۔ اپنا نام اسے کبھی اتنا پیارا معلوم نہ ہوا تھا۔ جیسا اس وقت ہوا۔ جب وہ اس کی زبان سے نکلا۔ آواز کے ترنم۔ لہجہ کی افسردگی۔ اور انداز کی بے کسی نے اس نازنین کے سینہ میں نازک ترین جذبات کو بیدار کر دیا +

"الزا" اس نے تھوڑی دیر بعد پھر کہا۔ اور اس عرصہ میں وہ اس کی طرف نظر شوق دباس سے دیکھتا رہا۔" آخر کار پھر ہمیں تنہا ملنے کا موقعہ حاصل ہوا..."

"حالانکہ مصلحتاً ہمیں تنہائی سے گریز واجب تھا" اس نازنین نے ایسی آواز میں جواب دیا۔ جو بمشکل سنائی دیتی تھی۔ اس کے رخساروں پر بھی شرم سے سرخی پیدا ہونے لگی تھی +

"کیوں گریز کس لئے؟" برٹرام نے تلخ لہجہ میں پوچھا" کیا اس لئے کہ تمہارا ضمیر کہتا ہے۔ میں تم پر بیوفائی کا الزام عائد کرنے آیا ہوں۔ اور تم مجھ سے آنکھیں ملاتے ڈرتی ہو"؟

"نہیں مسٹر ودین" ڈچس نے انداز فخر سے جواب دیا۔ اور وہ آنکھیں اٹھا کر تھوڑی دیر اس کے چہرہ کی طرف غور سے دیکھتی رہی۔ مگر دفعتاً اس نے نظر جھکا لی۔ اور آنسوؤں کے گرم قطرے اس کے رخساروں پر بہنے لگے۔ دوبارہ ایسی آواز میں جو بمشکل سنائی دیتی تھی۔ اس نے کہا" تم شائد مجھے۔ عہد شکن۔ ریاکار۔ بد باطن سمجھتے ہو مگر ایسا نہیں ہے۔ نہیں برٹرام ایسا ہرگز نہیں ہے"+

"الزا" نوجوان نے انداز حیرت کہا" کیا میرے کان صحیح سنتے ہیں"؟ پھر فوراً ہی اس نے حقارت آمیز تلخی سے کہا" مگر نہیں۔ شائد تم مجھے احمق ناداں سمجھ کر اس ذریعہ سے ریشک پر جراحت کر رہی ہو"+

"برٹرام" ڈچس نے مدھم مگر ہموار آواز سے کہا۔ اور ایک بار پھر آنکھیں اٹھا کر انداز معصومیت سے اس کے منہ کی طرف دیکھا" میں یوم شفاعت کی قسم کھا کر اور اس قادر مطلق کو جو عالم الغیب ہے۔ حاضر جان کر سچ کہتی ہوں۔ کہ میں بے قصور ہوں۔ بخدا اگر میں تم سے غلط بیانی کروں۔ تو ابدی دوزخ کی سزاوار ہوں"+

"الزا" برٹرام نے کہا۔ اس وقت اس کے چہرہ سے غصہ۔ جوش اور اضطراب کا اظہار ہوتا تھا۔ اور آنکھوں میں غیر معمولی چمک نظر آتی تھی" کیا سچ مچ تم بے قصور ہو؟

کیا واقعی تمہیں دھوکا دیا گیا؟ اگر ایسا ہے۔ تو بخدا وہ شخص جس نے تم کو مغالطہ دیا ملعون ہے۔ اور دوزخ کی ابدی لعنت اس پر ...."

"برٹرام" خوف زدہ ڈچس نے جس کے چہرہ سے ناقابل بیان دردانگیزی ظاہر ہو رہا تھا۔ چیخ کر کہا۔ اس سے زیادہ نہ کہو۔ کیونکہ یہ بددعا تم کسی غیر کو نہیں۔ میرے متوفی باپ کو دے رہے ہو"

"آہی! میں اب سمجھا" برٹرام نے آہستہ سے کہا۔ اور اپنے ہاتھ سے اس نے دھڑکتی ہوئی کنپٹیوں کو اس طرح دبایا۔ گویا دماغ کے تلاطم کو روکنا چاہتا تھا۔

"ہاں" الزا نے جو موقع مل جانے پر اب اپنے طریق عمل کی صفائی لازمی سمجھتی تھی سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا "برٹرام واقعی مجھے دھوکا دیا گیا... بڑی بے رحمی سے دھوکا دیا گیا۔ ورنہ قادر مطلق خوب جانتا ہے۔ کہ میں دم آخر تک تم سے صادق تھی۔ بخدا اگر فرشتوں کو اس دنیا میں آنے کی اجازت ہوتی۔ تو وہ یقیناً میرے اس بیان کی تصدیق کرتے۔ کہ تمہاری عدم حاضری میں میں ہمیشہ تمہاری پرستار رہی۔ تمہاری تصویر اس وقت بھی میرے ذہن میں قائم تھی۔ جب یہ خوفناک اطلاع موصول ہوئی۔ کہ تم بدقسمتی سے غرقاب ہو گئے ہو۔ برٹرام سچ جانو تمہارے زندہ ہونے کی اطلاع مجھے اس وقت ملی۔ جب میری ذات کو دوسرے شخص کے حوالے کیا جا چکا تھا"

"الزا۔ الزا۔ تمہاری باتیں سنکر مجھے سخت تکلیف ہوئی ہے" بدنصیب برٹرام نے جس کے چہرہ پر اثر یاس نمودار تھا۔ کہا "دو بار میں نے تمہارے باپ کو خط لکھا..."

"مجھے معلوم ہے" الزا نے آہستہ سے تسلیم کیا۔ اور اس کی نگاہوں سے ناگفتہ جذبات کا اظہار ہوتا تھا "مجھے معلوم ہے۔ والد نے ہی اس معاملہ میں مجھے دھوکا دیا مگر دیکھو میں التجا کرتی ہوں۔ ان کے حق میں کوئی سخت لفظ نہ کہنا۔ کیا عجب کہ خدائے رحیم و قدیر نے اپنی بخشش عظیم سے ان کو معاف کر دیا ہو"

"الزا میں تمہارے بیان کو تسلیم کرتا ہوں" برٹرام نے جواب دیا "تمہاری نگاہیں تمہارے الفاظ کی صداقت ظاہر کرتی ہیں۔ میں خود اس وقت تک تمہیں صادق و وفادار سمجھتا تھا۔ حتیٰ کہ ایک بدنصیب دن کو جب میں اس خیال سے انگلستان

واپس آیا۔ کہ اب چل کر اس سے شادی کرونگا۔ جس کے انتظار میں مہینے سال اور سال صدیاں ہوکر گذر تے تھے۔ میں نے اخبار میں پڑھا۔ کہ تمہاری شادی ہوگئی! خدا جانتا ہے۔ کہ وہ مطبوعہ الفاظ حروف آتش کی طرح دل کو جلانے اور آنکھوں کو اندھا کرنے والے تھے۔ الزا تم نہیں جانتی ہو۔ کہ گھنٹوں میری حالت دیوانوں کی طرح ہوگئی۔ کئی بار میں نے خودکشی کا ارادہ کیا۔ مگر بدنصیبی اکہ ہوٹل کے آدمیوں نے روک دیا"۔

"برٹرام۔ خدا کے لئے۔ اس رنجیدہ ذکر کو طول نہ دو" الزا نے سسکیاں لے کر کراہتے ہوئے کہا "میں اس تفصیل کو برداشت نہیں کرسکتی۔ جب سے مجھے تمہارے مرنے کی خبر موصول ہوئی میری زندگی دائمی عذاب و اذیت کی زندگی رہی ہے۔ لوگ کہتے ہیں۔ جسمانی اذیت ناقابل برداشت ہوتی ہے۔ لیکن اگر کسی شخص کو شکنجہ میں رکھ کر تکلیف دی جائے۔ تو اُسے چند گھنٹے زیادہ سے زیادہ چند دن تکلیف ہوتی ہے۔ بالآخر موت اسے آغوش راحت میں لے کر اس کی مصیبتوں کا خاتمہ کردیتی ہے۔ لیکن میری حالت میں یہ رُوحانی اذیت دو سال سے قائم ہے . . . اور قائم رہے گی۔ ہاں برٹرام اس وقت تک قائم رہیگی۔ کہ میری ہڈیاں کنج لحد میں گل کر خاک ہوجائینگی۔ اور شاید اس وقت بھی میری رُوح کو چین حاصل ہو"

"الزا۔ اب میں التجا کرتا ہوں کہ طبیعت کو سکون دو۔ اور اس طرح کی باتیں کرکے اپنے آپ کو اور مجھے ہلکان نہ کرو" یہ کہتے ہوئے برٹرام وہیں۔ فوارہ کے سنگی چبوترہ کے پاس دوزانو ہوگیا۔ اور اس نے اس نازنین کا دست حنائی ہاتھ میں لے کر منہ سے لگایا۔ مگر فوراً ہی اس کو چھوڑ دیا۔ چھوڑ نہیں دیا۔ اس کو پرے جھٹک دیا۔ اور عالم وحشت میں کہنے لگا۔ "اُف! میرے لئے اب اس ہاتھ کو چھونا بھی گناہ ہے۔ کیونکہ اب یہ دوسرے شخص کی مِلک ہوچکا ہے"۔

الزا کی آنکھوں سے سیلاب اشک بہ رہا تھا۔ اپنے آپ وہ ہاتھ کو اس تیزی سے ہرگز نہ کھینچتی۔ جس طرح اس نے جھٹک دیا۔ جو کبھی اس کا ناز بردار رہ چکا تھا۔ برٹرام کی بے رحمی سے اس کو سخت صدمہ ہوا۔ اس چند منٹ کے عرصہ میں اُس نازنین کو اس طرح کی ذہنی و جسمانی اذیت برداشت کرنی پڑی۔ کہ ایک نہایت کہنہ درفقص بھی دشمن کو پہنچانا نہیں چاہتا۔

لیکن برٹرام کا جوش دفعتاً رفع ہو گیا۔ اور اس نے انداز پشیمانی سے کہا "الزا میں تم سے معافی چاہتا ہوں۔ کہ حالت اضطراب میں ایسی وحشیانہ حرکت کا مرتکب ہوا خدا جانتا ہے۔ میں آپے میں نہ تھا" اور اُس نے پھر ایک بار اپنے گرم ہاتھ سے دھڑکتی ہوئی پیشانی کو دبایا۔ پھر تھوڑی دیر چپ رہ کر اس نے زیادہ سکون کے لہجہ سے کہنا شروع کیا "سنو۔ میں چند الفاظ میں سارے معاملہ کی توضیح کرتا ہوں۔ جس وقت کشتی دریا میں غرق ہوئی۔ تو میں بھی پانی میں غوطے کھانے لگا۔ مگر کسی معجزانہ طریق پر جان بچ گئی۔ فی الحقیقت جتنے آدمی اس کشتی پر سوار تھے۔ ان میں میں ہی ایک بدنصیب تھا۔ کہ زندہ بچا۔ ایسے حالات میں سب آدمیوں کے غرق ہونے کی خبر مشتہر ہونا باعث حیرت نہ تھا۔ میں جانتا تھا۔ کہ اس غرقابی کی خبر سب اخباروں میں درج ہوگی۔ اور انگلستان کے پرچے اسے امریکن اخباروں سے ضرور نقل کریں گے۔ لیکن پانی میں گرنے کے صدمہ سے میں اتنا علیل ہوا۔ کہ ہفتوں چارپائی سے نہ اُٹھ سکا۔ صحت ہوتے ہی میں نے تمہارے والد کے نام ایک خط لکھا۔ جس میں اپنی زندگی کی خبر دی۔ گو میں سمجھتا تھا۔ کہ اس خط کی وصولی سے بہت پہلے موت کی خبر کی تردید جو سابق خبر کی طرح اخباروں میں شائع ہوئی تھی ان کی نظروں سے بھی گذر چکی ہوگی۔ پھر بھی احتیاطاً میں نے ایک خط اُن کے نام لکھ دیا۔ کیونکہ اس کا مجھے وہم و گمان بھی نہ تھا۔ کہ میری زندگی یا موت کی نسبت وہ تمہیں کسی غلط فہمی میں رکھیں گے۔ اس کے بعد الزا جس اذیت و اضطراب کے ساتھ میں نے مہینے ہفتے۔ دن اور گھنٹے گن کر اس عرصہ دراز کو پورا کیا۔ جس کے خاتمہ پر دوبارہ تم سے مل سکتا تھا۔ اس کا حال دل ہی جانتا ہے۔ زبان ادا نہیں کر سکتی۔ مختصر یہ کہ تمہاری تصویر ہر وقت پیش نظر رہتی تھی۔ کیونکہ کبھی کسی مرد نے کسی عورت سے ایسی محبت نہ کی ہوگی۔ جیسی مجھے تم سے تھی۔ جیسی ... مجھے تم سے ہے"!

آخری الفاظ جھٹکے دار آواز میں کہکر اس نے دوسری طرف منہ پھیر لیا۔ مگر اس کے سسکیاں لے کر رونے کی آواز الزا کو صاف طور پر سنائی دیتی تھی۔ یہ آواز اس کے دماغ پر اس طرح اثر انداز ہوئی۔ جیسے کوئی اس کے سر کو ہتھوڑے سے کوٹ رہا ہو۔ اس کا دل ناقابل بیان درد اذیت برداشت کر رہا تھا۔ مگر وہ اس کی طرف ہاتھ بڑھا کر تسکین

دیتے۔ اس ہولناک خواب مصیبت سے بیدار کرنے کی جرأت نہ کر سکتی تھی۔ اس لئے کہ وہ جانتی تھی۔ میں اب شادی شدہ عورت ہوں۔ اور گو یہ خیال بجائے خود اثر جنوں رکھتا تھا تاہم وہ سمجھتی تھی۔ کہ اس تکلیف کو برداشت کرنا ہم دونو کا فرض ہے ؎

آخر جب تھوڑی دیر بعد برٹرام کا جوش کم ہوا۔ تو اس نے کہا "الزا یہ سچ ہے کہ میرے برابر کبھی کسی شخص نے کسی عورت سے محبت نہیں کی۔ بالآخر میں انگلستان پہنچا" اس نے دوبارہ سلسلہ بیان جاری رکھتے ہوئے کہا "اس وقت خوشی۔ ناقابل بیان خوشی کی لہر میرے رگ و ریشہ میں تھی۔ جس طرح تتلی پھول پر بیٹھ کر اس کا رس لیتی اور خوش ہوتی ہے۔ اسی طرح میرا دل تمہاری یاد راحت سے لطف اندوز ہوتا تھا۔ تخیل انبساط عشق کو جو قلب انسانی کا سب سے خوشنما جوہر ہے۔ نفیس ترین شکلوں میں پیش کرتا تھا۔ مگر افسوس کسے معلوم تھا کہ آن واحد میں صیاد کا نامہربان ہاتھ بدنصیب تتلی کو پکڑ کر اس کے پر نوچ دیگا۔ وہ اسے فرش زمین پر تڑپ تڑپ کر جان دینے کو پھینک دیگا۔ اور پھر کبھی وہ اس پھول کی حلاوت سے بہرہ اندوز نہ ہو سکیگی۔ جس پر وہ جان نثار کیا کرتی تھی۔ صد افسوس یہی سلوک مجھ غریب سے ہوا۔ یہی سلوک اس روح سے کیا گیا۔ جو میرے سینہ میں تڑپ رہی ہے۔ جو . . . "

اور فقرہ کو نا تمام ہی چھوڑ کر برٹرام نے مٹھی کس کر جوش سے اپنے سینہ پر ماری

"برٹرام تم مجھے دیوانہ بنا دو گے" الزا نے بمنت کہا اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اسے غش آنے کو ہے ؎

"الزا اس اذیت کے لئے جو میں تمہیں دے رہا ہوں۔ میں بارگاہ ایزدی سے مغفرت چاہتا ہوں۔ مگر افسوس جذبات کا سیلاب روکے نہیں رکتا۔ الزا میری تکلیف کا پیمانہ اس قدر لبریز ہو چکا ہے۔ کہ روح اسے تھام نہیں سکتی۔ لیکن نہیں۔ میں اپنے بیان کو مختصر کرتا ہوں۔ میں اب زیادہ نہ کہوں گا۔ لورپول میں تھا۔ کہ اخباروں میں پڑھا۔ تمہاری شادی میرے چچا سے ہو گئی ہے۔ اس خبر کو پڑھ کر میں اس کے سوا کیا سمجھتا۔ کہ تم نے مجھ سے بیوفائی کی؟ بہت دنوں میری حالت دیوانوں کی سی رہی۔ لیکن آخر جب ہوش و خرد نے ساتھ دیا۔ تو میں نے فوراً سرکار میں چٹھی لکھی کہ مجھے دوسری سفارت پر نامزد کیا جائے۔ اس لئے کہ امریکہ سے آتے ہوئے واشنگٹن

کی آسامی سے مستعفی ہو چکا تھا۔ میری درخواست منظور کی گئی۔ اور مجھے سینٹ پیٹرز برگ کی سفارت میں نامزد کیا گیا۔ میں بلاتاخیر اس طرف روانہ ہوا۔ کبھی کسی شخص نے اس تیزی سے سفر نہ کیا ہوگا جس طرح میں نے کیا۔ چاہتا تھا۔ کسی طرح اپنے خیالات کو پیچھے چھوڑ کر آگے نکل جاؤں۔ اور ان اذیتوں سے نجات حاصل کروں۔ جو ارواح خبیث یا گرسنہ بھیڑیوں کی طرح میرا تعاقب کر رہی تھیں سینٹ پیٹرز برگ میں میں نے جیسی زندگی بسر کی۔ اس کی تفصیل عبث ہے۔ کچھ عرصہ بعد مجھے اہم سرکاری دستاویزات دیکر انگلستان بھیجا گیا۔ تو میں نے دل سے کہا۔ خواہ کچھ ہو ایک بار اس سے ملنا ضرور ہے۔ ایسی عظیم محبت کے جواب میں جیسی مجھے تھی۔ ایسی بیوفائی جو کیگئی۔ قابل درگزر نہیں۔ بس میں نے تہیہ کر لیا۔ کہ کچھ بھی ہو۔ میں تم سے ضرور ملونگا اس کے علاوہ تمہاری انگوٹھی واپس دے کر اپنی انگوٹھی تم سے واپس مانگنا چاہتا تھا۔۔"

"برٹرام تمہاری امانت ہر طرح سے محفوظ ہے۔ اور اب میں اس کو تمہارے حوالہ کرتی ہوں" الزا نے کانپتی ہوئی آواز میں کہا۔ کیونکہ اس وقت اس نے محسوس کیا۔ کہ وہ آخری رشتہ جس نے مجھے عہد ماضی کی راحت سے وابستہ کر رکھا تھا۔ اب شکست ہوا جاتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی اس نے اپنے دل کے پاس سے انگوٹھی نکال کر برٹرام کو پیش کی۔

"آہ!" برٹرام نے چونک کر کہا۔ اور اس کی آنکھوں میں دفعتاً وحشیانہ مسرت کی چمک پیدا ہوگئی۔ "کیا میری انگوٹھی اب تک تمہارے دل کے پاس رہتی ہے؟ الزا اس سے ظاہر ہوگیا۔ کہ دوسرے شخص سے شادی ہونے پر بھی تم نے میری یاد ترک نہیں کی . . . "

"برٹرام اگر پھول سے خوشبو جدا ہو سکتی ہے۔ اگر پودے سے ہریالی جدا کرنا ممکن ہے۔ اگر اس فوارہ کے پانی کو اس وقت تک کہ محرک طاقت موجود ہے۔ چلنے سے روکا جا سکتا ہے۔ پھر تم مجھ سے بھی ایک ناممکن عمل کو ممکن بنانے کی اُمید کر سکتے ہو۔" نازنین نے سنجیدہ آواز سے کہا۔ "اس لئے کہ تمہاری یاد میرے دل سے اسی طرح وابستہ ہے۔ جیسے روح بدن سے۔ خوشبو پھول سے۔ یا ہریالی پودے سے۔ جس طرح فوارہ کے پانی کو روکنا محال ہے۔ اسی طرح کوئی طاقت میرے جذبات کو تمہاری

طرف کھینچنے سے نہیں روک سکتی"۔

اس دفعہ الزا کے لہجہ میں مقدس سنجیدگی اور جانگداز درد پایا جاتا تھا۔ یہ الفاظ کہتے ہوئے اس نے انگوٹھی جسے اس نے نکال کر ہاتھ میں لے لیا تھا برٹرام کو پیش کی۔

"نہیں الزا۔ نہیں" نوجوان نے دوبارہ جوش کی حالت میں کہا "میں اسے واپس نہیں لونگا۔ . . . میں اسے واپس نہیں لے سکتا۔ آج کے بعد میرے اور تمہارے تعلقات کچھ بھی ہوں . . . اور وہ نفی سے زیادہ ہو بھی کیا سکتے ہیں"۔ اس نے تلخ لہجہ میں اضافہ کیا "بہرحال میری محبت کی یہ نشانی اسی طرح تمہارے پاس رہے جس طرح تمہاری میرے پاس ہے۔ آخر عشق کی یاد قائم رکھنے میں کیا گناہ ہے"۔

"بہت اچھا۔ میں اسے رکھتی ہوں" ڈچس نے چند لمحوں کے توقف کے بعد کہا۔ اور اس نے انگوٹھی کو پھر اپنے دل کے پاس رکھ لیا۔

"لیکن جو کچھ ہوا۔ اگر یہی تقدیر میں لکھا تھا" برٹرام ووین نے تازہ خیالات کے زیر اثر کہا۔ جن کی بدولت اس کے دل میں جدید شبہات اور بدگمانیاں پیدا ہونے لگی تھیں اور ان کا اثر اس کے چہرہ پر ظاہر تھا "تو بھی اے الزا یہ کیوں ہوا۔ کہ تم نے میرے اپنے چچا سے شادی کی؟ کیا تمہیں اس کا خیال نہ آیا۔ کہ اس سے میرے جذبات کو کتنا بھاری صدمہ پہنچیگا؟"

"برٹرام میں بالکل بےقصور ہوں" الزا نے افسردگی کے لہجہ میں جواب دیا "تم مجھ سے جو سوال پوچھو۔ میں اس کا تسلی بخش جواب دونگی اور اطمینان رکھو۔ کہ میرا ہر ایک جواب راستی اور خلوص نیت پر مبنی ہوگا۔ اگر میری نیت میں فرق ہوتا تو میں نہ کھا کرتی۔ میں تمہارے اس قسم کے سوالات پر ناراض ہو کر انہیں موجب توہین سمجھتی۔ لیکن چونکہ میرا سینہ پاک ہے اس لئے کسی ظاہرداری کی ضرورت نہیں۔ برٹرام" اس نے ایسے لہجہ میں کہا جس سے درد پنہاں کا اظہار ہوتا تھا۔ اور اس کے چہرہ پر افسردگی ظاہر تھی "تمہیں معلوم نہیں۔ مجھے اس دام فریب میں پھنسانے کے لئے کیا کیا چالیں اختیار کی گئیں۔ میں خدا سے مغفرت چاہتی ہوں۔ کہ اپنے والد کے خلاف اس طرح کے الفاظ کہنے پڑتے ہیں۔ لیکن امر واقعہ یہی ہے اور میں اپنی جان کی قسم کھا کر کہتی ہوں۔ اس میں ذرا جھوٹ نہیں۔ کہ شادی سے کئی دن بعد تک مجھے اس کا علم نہ تھا۔ کہ میرا شوہر تمہارا چچا ہے۔ مجھے اس کی قطعاً خبر نہ تھی۔ کہ

مارکوئیس آف دوین ڈبل کو ہی ڈیوک آف مارچ مونٹ کا خطاب دیا گیا ہے ... "
"الزا میں صرف ایک لفظ اور کہنا چاہتا ہوں" برٹرام نے کہا۔ جو اس بیان کے پہلے حصہ کو پورے اعتماد کے ساتھ سنتا رہا تھا۔ مگر بیان کے آخری حصہ میں اس کے دل میں پھر شبہات نے سر اٹھانا شروع کیا تھا" کیا یہ ممکن ہے۔ کہ شادی سے پہلے ایام طلب میں بھی چچا نے کبھی اشارتاً میرا ذکر نہیں کیا؟"

"واقعی ان ایام میں کبھی تمہارا ذکر نہیں آیا تھا" الزا نے زور دار لہجہ میں جواب دیا "اس نے میرے سامنے اپنے رشتہ داروں کا حال نہیں کہا۔ نہ ان کے نام بتائے! اسکے علاوہ والد اس بارہ میں پورے محتاط تھے۔ کہ ڈیوک آف مارچ مونٹ کے سلسلہ میں وڈین کا نام کبھی میرے گوش زد نہ ہو۔ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ رسم شادی علیحدگی میں ادا ہوئی تھی؟"

"آہ! مجھے یاد ہے" برٹرام نے تلخ لہجہ میں کہا" اور یہ اس لئے کہ کنبہ کے لوگ اس میں شریک نہ ہو سکیں۔ لیکن اب کہ رسم شادی کا ذکر آ گیا ہے" اس نے اس انداز سے کہا۔ کہ آنکھیں بدگمانی اور تجسس سے پھر الزا کے چہرہ پر لگی ہوئی تھیں "کیا نکاح کے وقت پادری نے چچا کا نام لیتے ہوئے بھی یہ الفاظ نہ کہے تھے۔ کہ کیا تم جان فرڈیننڈ ہنری دوین۔ ڈیوک آف مارچ مونٹ کو اپنا شوہر منظور کرتی ہو؟ کیا تم نے اس سوال کا جواب اثبات میں دیا تھا؟"

"برٹرام" الزا نے اس کی نگاہ کا پورے استقلال سے مقابلہ کرتے ہوئے افسردگی و معصومیت کے انداز سے کہا" رسم شادی میرے لئے ایک خواب کی حیثیت رکھتی تھی اور اب بھی اس سے مختلف نہیں مجھے ہر بات اس طرح نظر آتی ہے۔ جیسے کہرا میں لپٹی ہوئی چیزیں۔ اب بھی میں اس وقت کو یاد کرتی ہوں۔ تو وہ تاریک اور دھندلا نظر آتا ہے۔ سچ جانو اس وقت میں ظاہر میں بیدار مگر درحقیقت حالت خواب میں تھی۔ نہ میں نے کچھ دیکھا۔ نہ سنا۔ نہ محسوس کیا۔ شادی کی انگوٹھی کس وقت میری انگلی میں پہنائی گئی اس وقت بھی مجھے علم نہیں۔ اور گو میں یقینی طور پر نہیں کہہ سکتی کہ میں نے کسی سوال کا جواب کیا دیا تھا تاہم اگر کسی موقعہ پر میں نے ہاں کہا۔ تو وہ مضروعی طریق پر ہی کہا ہوگا۔ یا ممکن ہے۔ کہ کوئی شخص میرے پاس کھڑا ہو کر مجھے ہر قسم کے جوابات کے لئے اکساتا رہا ہو۔ سچ یہ ہے۔ کہ اس وقت اگر پادری مجھ سے دریافت کرتا کہ تم مسلم الملکو

سے نکاح کرنا منظور کرتی ہو۔ تو شاید میں اس سوال کا جواب بھی ہاں کہکر دے دیتی۔ میرے حواس اتنے مختلج و مسلوب تھے۔ کہ بے خبری میں شیطان کی دلھن بننا بھی منظور کر لیتی لیکن برٹرام کیا میری زندگی کی اگلی اذیتیں کچھ کم تھیں۔ کیا میری ہستی کا ویرانہ پہلے کچھ کم دہشت خیز تھا۔ کہ تم مجھے اس طرح کی صفائی اور توضیح پیش کرنے پر مجبور کر کے اور زیادہ آزمائش میں ڈال رہے ہو؟"

"افسوس! میں کتنا بدنصیب ہوں کہ تم کو اذیت دیتا ہوں" برٹرام نے جوش محذوبیت سے کانپتے ہوئے کہا: "کیا ستم ہے۔ کہ میں جسے اپنے خون ہستی کا ایک ایک قطرہ تم پر نثار کرنا چاہئے۔ میں ہی تمہارے لئے باعث تکلیف بن رہا ہوں۔ لیکن الزا سچ جانو۔ میں اس وقت ہوش و حواس میں نہیں ہوں۔ خدا جانتا ہے۔ میں دنیا کو پھر ایک بار اسی رنگ میں دیکھنے کی کوشش کرتا ہوں۔ جس میں کبھی دیکھا کرتا تھا۔ میں چاہتا ہوں۔ پھر اس میں آفتاب کی روشنی اور پھولوں کے خوشنما رنگ نظر آئیں۔ مگر افسوس! اب سورج کی ضیا و تابش میری نظروں میں اس کرہ کثیف کی صورت رکھتی ہے۔ جس میں دبا کا اثر شامل ہو۔ اور وہ پھول جن کی نکہت جانفزا ہوا کرتی تھی۔ اب زہر آلود ہیں ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ میں ان میں سے کسی کی طرف ہاتھ لے جاؤں۔ تو وہ افعی جانگداز جو اس کے سایہ میں چھپا ہوا ہے۔ فوراً ڈس لیگا۔ الزا روئے زمین کی ہستی میری نظروں میں بالکل بدل چکی ہے۔ مجھے دنیا میں دھوکا۔ مکر۔ فریب کے سوا کچھ نظر نہیں آتا۔ اس سبزہ کے نیچے جو قدموں میں لہلہایا کرتا تھا۔ تاریک گڑھے اور خوفناک غار نظر آتے ہیں۔ اُف! اس عالم شباب میں ایسی اذیت برداشت کرنا۔ اس دل کا جو کبھی عشق و محبت کی آماجگاہ تھا۔ اس طرح تباہ و برباد ہونا۔ حال و مستقبل کا ویران ہونا۔ جھلسا جانا اور ہر چیز کا شک و بدگمانی میں لپٹا ہوا نظر آنا۔ آہ! کیا یہ حالت خوفناک نہیں ہے"؟

"برٹرام اس حالت کے خوفناک ہونے میں کیا شک ہے"؟ بدنصیب حسینہ نے سر سے پاؤں تک کانپتے ہوئے کہا: "لیکن دیکھو خدا کے لئے اس انداز گفتگو کو ترک کرو۔ اس مضمون پر زیادہ بحث نہ کرو ۔ ۔ ۔"

"لیکن اس کے سوا میں اور کس مضمون پر گفتگو کر سکتا ہوں"؟ برٹرام نے بڑھتے ہوئے جوش کیساتھ پوچھا: "کیا میں اس راحت کا ذکر کروں۔ جو ہمیشہ کے لئے تلف ہو چکی

ہے؟ یا اُمید کا جس کا وجود ہی باقی نہیں رہا ہے الزا اس دورِ زندگی کو جاری رکھنے کے لئے جس میں مجھے دولت۔ عزت اور شہرت سب کچھ حاصل ہوتا۔ اب میرے لئے کونسی ترغیب باقی ہے ؟ جس کی خوشنما پیشانی پر اپنی ذہانت یا ملکی خدمت کے صلہ میں حاصل کیا ہوا تاجِ امارت پہناتا۔ میری زندگی کا قابلِ فخر مقصد ہوتا۔ جب وہی میری ہستی کے دائرہ سے نکل گئی۔ تو کونسی آرزو باقی رہ سکتی ہے ؟ آہ الزا" اس نے بعض تازہ شکوک کے زیرِ اثر پھر ایک کہا" ابھی تم نے بیان کیا تھا۔ کہ تمہیں ان خطوں کا حال معلوم ہے جو میں نے تمہارے والد کے نام لکھے تھے . . . "

"وہ خط مجھے والد کے انتقال پر ان کے جزدان میں ملے تھے" ڈچس نے قطع کلام کرتے ہوئے کہا" اور اس وقت اول مرتبہ مجھے معلوم ہوا۔ کہ تم زندہ ہو۔ اس وقت یہ بھی معلوم ہوا۔ کہ اگر حالات کو اس طرح نہ بدلا جاتا۔ تو میں تمہیں سے شادی کرتی۔ برٹرام اس بات کو سوچ کر جیسی اذیت میرے دل کو ہوئی۔ قابلِ انسان نے کبھی اس کو برداشت نہ کیا ہوگا۔ بہر حال خدا جو عالم الغیب ہے۔ وہ میری حالت کو خوب جانتا ہے سچ جانو کبھی کسی عورت کے دل کو اتنا اختلال نہ ہوا ہوگا کبھی انسان کی آنکھوں نے ایسے تلخ آنسو نہ بہائے ہونگے کوئی ذی روح کبھی اس خوف ناک حالتِ یاس میں دوزانو نہ ہوا ہوگا۔ جس طرح میں اس وقت ہوئی۔ ہاں ایک بات کا میں نے پھر بھی شکریہ ادا کیا تھا . . . صرف ایک بات کا۔ جو یہ تھی کہ تم غرقاب ہونے سے بچ گئے۔ تمہاری زندگی عالمِ شباب میں ضائع نہ ہوئی"

"الزا کاش میں اس وقت ہی دریا میں غرق ہو کے مر جاتا۔ کہ اس طرح کے صدمے برداشت نہ کرنے پڑتے" برٹرام نے تلخ لہجہ میں کہا" لیکن میرے ان خطوں کو تمہارے والد کیا اس لئے چھوڑ گئے تھے۔ کہ تم ان کی تقصیر سے واقف ہو جاؤ" ؟

"نہیں" اس نے جواب دیا" تمہیں معلوم نہیں۔ ان کا انتقال دفعتاً بیہوش ہونے کے بعد ہوا تھا۔ وہ ایسے بیہوش ہوئے کہ پھر اس دنیا میں آنکھ نہ کھولی . . . "

"اس طرح جیسے راہرو پر جھلسنے والی بجلی گر جاتی ہے" برٹرام نے قطع کلام کرکے کہا" یا تعجب ہے یہ بھی قدرت کا انتقام ہو"

"برٹرام میں التجا کرتی ہوں ایسے سخت کلمے نہ کہو" بدنصیب الزا نے دونو ہاتھ جوڑ کر ر اہتے ہوئے کہا" آخر میں اسی باپ کی بدنصیب بیٹی ہوں "

"الٰہی میرے حواس کو کیا ہوتا جا رہا ہے" برٹرام نے پھر ایک بار پیشانی دبا کر چند قدم پیچھے ہٹتے ہوئے کہا۔ واقعی معلوم ہوتا ہے۔ میں دیوانہ ہو جاؤں گا . . . ہاں مگر ان خطوں کو اس نے سنبھال کر کیوں رکھا؟ تلف کیوں نہ کر دیا؟"

"یہ ایک معمّا ہے۔ جسے میں خود حل نہیں کر سکی" اُس نے گہری ہوئی آواز میں کہا۔ "کیا عجب کسی نامعلوم اور بعید از فہم طاقت نے انہیں ان خطوں کو سنبھال کر رکھنے پر مجبور کیا ہو یا سہو ہو گیا ہو . . . "

"نہیں الزا" برٹرام دوبین نے جلدی سے قطع کلام کر کے کہا "یہ سہو نہیں۔ اس قادر مطلق کا نادیدہ و نامعلوم مگر یقینی انتقام تھا جو کچھ ہوا۔ خدا کا اپنا ہاتھ اس میں کام کرتا نظر آتا ہے۔ تقدیر میں لکھا تھا کہ میری ہو تا . . . میرے عشق و دوام کا ثبوت قائم رہے یہ راز اس کی ہستی کے ساتھ ہی تلف نہ ہو بلکہ تمہیں اس بات کا یقین دلانے کے لئے باقی رہے۔ کہ برٹرام دوبین اپنے عہدِ وفا پر ثابت قدم رہا"

"ان الفاظ سے کیا مجھ بدنصیب کو ملامت کرنا مطلوب ہے؟" الزا نے ایسی آواز سے کہا۔ جو مشکل سنائی دیتی تھی۔ اور اس کے ساتھ اس کی آنکھوں سے آنسوؤں کا تار بہنے لگا۔ "برٹرام جو حالات میں بیان کر چکی ہوں۔ انہیں سن کر میری دنیا پر شک کرنا بے رحمی ہے۔ میرا خیال تھا۔ امتحان وفا میں تم میری استقامت کو تسلیم کر چکے۔ کیونکہ تم نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔ کہ تمہاری محبت کی نشانی اب بھی ہر وقت میرے دل کے ساتھ لگی رہتی ہے"

"الزا معاف کر دو" برٹرام دوبین نے کہا جو اس طویل اور رنج دہ ملاقات میں متضاد و مخالف جذبات سے متاثر ہوتا رہا تھا "مجھ بدنصیب کو معافی دو کہ میں نے تمہاری نسبت کسی طرح کے شبہات کو دل میں جگہ دی اور اس طرح تم سے بزدلانہ سلوک کا مرتکب ہوا۔ صاف ظاہر ہے۔ کہ ہم کو دھوکا دیا گیا۔ الٰہی تو ہم دونوں کی حالت پر رحم کر"

"لیکن برٹرام" الزا نے آخر کار اس سوال کی طرف آتے ہوئے کہا۔ جسے پوچھنے کا وہ کئی بار ارادہ کر چکی تھی۔ مگر جو ہر بار نوک زبان پر آ کر رک جاتا تھا۔ "بتاؤ اب ہمیں کیا کرنا چاہیے؟ تمہارا اپنا طرز عمل اب کیا ہو گا؟"

"میں تمہارے سوال کا مطلب نہیں سمجھا" نوجوان نے چونک کر کہا۔ اور اس

کی آنکھوں میں وحشیانہ مسرت کی جھلک پائی جاتی تھی۔ کیا تم چاہتی ہو...؟"

"نہیں - برٹرام نہیں،، الزا نے اس کے خیالات معلوم کر کے جھجکتے ہوئے کہا۔ ایک ایثار اب بھی ایسا ہے۔ جو میں تمہارے لئے نہیں کر سکتی۔ اگر تم چاہتے ہو کہ میں تمہارے لئے اس فرض کو نظر انداز کر دوں۔ جو اپنے شوہر کی نسبت مجھ پر عائد ہوتا ہے تو یہ ہرگز نہ ہوگا۔ تم میری جان لینا چاہتے ہو۔ تو حاضر ہے۔ مگر دنیا ادھر سے ادھر ہو جائے یہ ناممکن ہے کہ میں اس شخص کے فرض متابعت میں کوتاہی کروں۔ جس کی فرمانبردار رہنے کا میں نے بے خبری میں عہد کیا تھا" ؛

"الزا - میں سخت نادم ہوں" برٹرام نے انتہائی تاسف ظاہر کرتے ہوئے کہا۔ "مانا کہ ایک لمحہ کے لئے میرے دل میں ایک پرخروش - وحشیانہ اور ناممکن الحصول امید کی جھلک پیدا ہوئی تھی۔ مگر اس کا مطلب یہ نہیں۔ کہ اس کے بس میں ہو کر میں تمہاری پاکبازی اور شوہر پرستی پر حرف لانے کا موجب بنوں۔ نہیں۔ خدا نہ کرے میں اس کا رسوائی سے دو جہان میں روسیاہی حاصل کروں۔ ایسی ذلیل حرکت مجھ سے نہ ہوگی" ؛

اور یہ پرجوش الفاظ کہتے ہوئے اس نے ڈچس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر تشفی آمیز انداز سے دبایا ؛

آہستہ سے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ سے چھڑاتے ہوئے اس نازنین نے نرم اور مدھم آواز سے کہا "برٹرام میں پھر پوچھتی ہوں۔ اب اس رنج دہ ملاقات کے بعد جس کا جلد یا بدیر ظہور پذیر ہونا یقینی تھا۔ تم کیا کرنا چاہتے ہو؟ مجھ سے پوچھو۔ تو مناسب ہے۔ یہاں سے چلے جاؤ۔ اور ہم پھر کبھی ایک دوسرے سے ملنے کی کوشش نہ کریں" ؛

"ہاں مگر یہ کام ایک لمحہ میں نہیں ہو سکتا" برٹرام ووین نے جواب دیا۔ "میرا بازو پکڑ کہ آہستہ آہستہ محل کی طرف چلیں۔ الزا مجبوری کی حالت میں مجھے چند دن اور یہاں ٹھیرنا پڑیگا۔ کیونکہ اگر میں فوراً ہی رخصت ہو گیا۔ تو لوگوں میں کئی طرح کے خیالات پیدا ہونگے"۔

"لیکن مجھے ڈر ہے۔ اس سرد مہری کو دیکھ کر جو تم مجھ سے کرتے رہے ہو۔ ابھی سے لوگوں کے دلوں میں شبہات پیدا ہو رہے ہیں" ڈچس نے آہستے سے کہا ؛

"اس لئے کہ میری حالت نیم دیوانگی کی ہے" نوجوان نے جلدی سے کہا "مجھے معلوم نہیں کیا کرتا ہوں۔ اور کیا کرنا چاہئے۔ پھر بھی حقیقت حال یہ ہے کہ جب کبھی میں نے

تم سے انتہائی سرد مہری کا سلوک کیا۔ اور تم سے حتی الامکان دُور رہنے کی کوشش کی۔ اس وقت بھی میرا دل بلیوں اچھل رہا تھا۔ بارہا جی میں آتی تھی۔ کہ وہیں سب کے سامنے تمہارے قدموں میں گر کر معافی کی التجا کروں اور درد و اذیت سے تڑپنے یا نا قابل فرو جذبات کے اثر سے بچوں کی طرح رونے لگوں۔ خدا ہی جانتا ہے۔ ایسے موقعوں پر میں نے کس مجبوری میں ضبط سے کام لیا ... مگر ہاں تم پوچھتی ہو۔ اب میں کیا کرنا چاہتا ہوں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ چند دن اور یہاں ٹھیرونگا۔ کہ اس عرصہ میں ڈیوک حسب وعدہ کسی دُور دراز ملک میں ... جتنا بھی دُور ہو۔ بہتر ہے۔ مجھے صیغہ سفارت میں کوئی عہدہ لے دیں۔ اس کے بعد الزا میں تم سے رخصت ہو جاؤنگا۔ ہمیشہ کے لئے رخصت ہو جاؤنگا۔ اور ہم پھر کبھی ایک دوسرے سے نہ ملیں گے "

ڈچس نے اس کا کچھ جواب نہ دیا اور دے بھی کیا سکتی تھی۔ چپ چاپ برٹرام دین کا بازو پکڑ لیا اور دونو سایہ دار درختوں کے نیچے چلتے ہوئے محل کی طرف واپس ہوئے وہ دل سے چاہتی تھی۔ کہ برٹرام کو فوراً رخصت ہونے کی ترغیب دے۔ کیونکہ اسے ڈر تھا۔ کہیں ایسا نہ ہو۔ اس ملاقات کے بعد اس کی طرف سے بے تکلفی ظاہر ہونے پر لوگوں کو حرف گیری کا موقعہ مل جائے۔ مگر سوال یہ تھا۔ کہ اسے فوراً رخصت ہونے پر آمادہ کیونکر کیا جائے؟ کس طرح وہ لفظ زبان سے نکلے۔ جس کی وجہ سے وہ دائمی الوداع کہکر رخصت ہو؟ عجب کشمکش کی حالت تھی۔ نفس کا تقاضا کچھ تھا۔ فرض کا کچھ اور۔ پھر بھی چونکہ فطرتاً نیک نہاد اور اعلیٰ اصول اخلاق کی پابند تھی۔ اور ان فرائض کو جو ایک شوہر دار عورت پر عائد ہوتے ہیں اچھی طرح سمجھتی تھی۔ اس لئے اسے یہ سوچنے کی ضرورت محسوس نہ ہوئی۔ کہ برٹرام کے لئے اس سے زیادہ ملنے کی ترغیب سے محفوظ رہنا ہی بہتر ہے "

دونو محل میں داخل ہوئے اور الزا سیدھی اپنے کمرہ میں چلی گئی۔ جہاں تنہائی میں وہ آزادی کیساتھ واقعات پیش آمدہ پر غور کر کے اپنی شکستہ تقدیر پر آنسو بہا سکتی تھی جو اگر حالات اجازت دیتے۔ تو اسے راحت کی عسیر الصعود رفعت تک پہنچاتی۔ مگر اب ... !

باب ۷
درختوں کے سایہ میں

شام کو ایک نوکر نے کمرہ نشست میں آکر اطلاع دی کہ رات کا کھانا میز پر آچکا ہے تو

برٹرام فوراً ڈچس آف مارچ مونٹ کو ساتھ لینے اس کی طرف گیا۔ حالانکہ گذشتہ چند دن کے عرصہ میں اس نے مجبوری کی حالت کے سوا کبھی ایسا نہ کیا تھا۔ علاوہ بریں اب چونکہ اس کے بڑے بھائی لارڈ کلمینڈن کا حق تھا۔ کہ وہ ڈچس کو اپنے ساتھ دستر خوان پر لے جائے۔ اس لئے برٹرام کی حرکت اور بھی عجیب معلوم ہوئی۔ بہر حال ڈیوک یہ حالت دیکھ کر خوش ہوا۔ اور اس نے لارڈ کلمینڈن کی طرف ایک ایسی پُر معنی نظر ڈالی۔ جس کا مطلب یہ تھا کہ دیکھو لو ڈچس اور برٹرام میں ابھی سے بے تکلفی شروع ہوگئی۔ اور وہ افسردہ کن اثر جو کچھ عرصہ سے محسوس ہو رہا تھا۔ رخصت ہوا ٭

اثنائے طعام میں برٹرام ڈچس کے پاس بیٹھا۔ اور گو اب اس کی نسبت اس کے خیالات میں انقلاب عظیم ہو چکا تھا۔ اور وہ اسے بالارادہ بے وفائی کا الزام دینے کے بجائے یہ سمجھنے لگا تھا۔ کہ اُسے دھوکا اور فریب دے کر مجھ سے جُدا کیا گیا۔ ورنہ میری محبّت کا اثر اب تک اس کے دل سے ضائع نہیں ہوا۔ تاہم اس نے پوری خود ضبطی سے کام لے کر کوئی حرکت ایسی نہ کی۔ جس سے کسی کو اس کے تبدیل شدہ طرز عمل پر حرف گیری کا موقعہ ملتا۔ اس کی سابقہ اور موجودہ حالت میں اگر کچھ فرق تھا۔ تو اس قدر کہ اس کا رویہ پہلے کی نسبت زیادہ خلیق اور ادب آمیز تھا۔ جس کا اظہار ان صد ہا مختصر توجہات کی صورت میں ہوتا تھا۔ جو اس مرد پر جو کسی خاتون کے پہلو میں بیٹھا ہو۔ عائد ہوا کرتی ہیں۔ پھر بھی اسکی سابقہ سرد مہری کے مقابلہ میں یہ حالت واقعی نمایاں اثر رکھتی تھی۔ مگر جیسا بیان کیا گیا ہے ڈیوک اس حالت سے ہر طرح خوش تھا۔ اور لارڈ کلمینڈن بھائی کے خلیقانہ طرز عمل کو دیکھ کر مطمئن نظر آتا تھا۔ چنانچہ جب عورتیں دستر خوان سے اٹھ گئیں۔ تو اس نے آہستہ سے ڈیوک کے کان میں کہا۔ "چچا جان دیکھئے میرا علاج کتنی کارگر ہوئی۔ ڈچس نے ذرا جھکنا منظور کیا۔ تو برٹرام کے طریق عمل میں بھی اسی نسبت سے تبدیلی ہوگئی" ٭

دوسرے دن چاشت کے بعد فیصلہ ہوا۔ کہ مہمان گھوڑوں پر سوار ہو کر سیر کو جائیں۔ آج برٹرام کو منانے کے لئے اس اصرار کی مطلق ضرورت نہ تھی۔ جو اکثر پیشتر بے سود ہوا کرتا تھا۔ اور روانگی کے بعد تھا کسی نہ کسی طرح الزا کے پہلو میں پہنچ گیا۔ پھر سہ پہر کو کشتی پر سیر کرنے کی ٹھیری۔ تو برٹرام کو نہ کوئی خط لکھنا تھا۔ نہ کسی ڈاکٹر کے مشورہ پر عمل کرنا۔ نہ اس نے علالت کا بہانہ کیا۔ چنانچہ وہ ڈچس کے ساتھ اس کی کشتی تک گیا۔ اور اس میں سوار ہو کر

اس کے پہلو میں بیٹھا۔ مگر جب رات کے کھانے کا وقت آیا۔ تو دور اندیشی نے تقاضا کیا کہ بےتکلفی اگر حد سے بڑھی۔ تو خطرہ کا احتمال ہے۔ بس اس موقعہ پر اسے دستر خوان پر لے جانیکا اعزاز اس نے لارڈ کلینڈن کو دیدیا۔

رات کو سب لوگ کمرۂ نشست میں جمع ہوئے۔ لارڈ کلینڈن تھوڑی دیر نیشنیبل لوگوں کی سہل پسندی سے ادھر ادھر ٹہلتا رہا۔ کبھی وہ ایک شخص اور کبھی دوسرے سے گفتگو کرنے لگتا۔ کبھی کوئی رسالہ اٹھا لیتا۔ اور کبھی پیانو کے پاس بیٹھی ہوئی کسی نازنین سے محوِ گفتگو ہو جاتا بالآخر وہ ڈچس کے پہلو میں ایک کرسی پر جا بیٹھا پہلے نصف گھنٹہ کے عرصہ میں برٹرام وہاں بیٹھا ہوا تھا۔ مگر اب اس نے مناسب سمجھا۔ کہ کسی اور سے گفتگو کرنی چاہیئے۔

الزا کے پاس بیٹھ کر لارڈ کلینڈن نے دبی آواز سے کہا "کیا عرض کروں تین سال کی جدائی کے بعد بھائی سے مل کر کتنی خوشی ہوئی۔ اس میں شک نہیں۔ مجھے حلقۂ فیشن کا لہو و لعب مرغوب ہے۔ تاہم اس کا مطلب یہ نہیں کہ برادرانہ الفت میرے دل سے قطعاً مٹ گئی ہے۔ علاوہ بریں برٹرام ایسا بھائی ہے۔ جس پر ہر شخص کو بجا طور پر فخر ہو سکتا ہے مجھے یقین ہے۔ سارے انگلستان میں اس کے برابر شکیل و وجیہ آدمی نہ ہوگا۔ دیکھو تو سہی قدرت نے کتنا مناسب الاعضا بدن عطا کیا ہے۔ مگر یہ سب کچھ اس ذہانت کے مقابلہ میں جس کا نور اس کی پیشانی پر جھلکتا ہے کچھ بھی اہمیت نہیں رکھتا۔ اس کے باوجود میں دیکھتا ہوں!" اس نے آواز دبا کر کہا "میں دیکھتا ہوں۔ وہ خوش نہیں"۔

ہبو کو اس مضمون کیطرف آتے دیکھ کر الزا ڈر گئی خوف کی لہر اس کے رگ رگ و ریشہ میں مرتعش ہوئی مگر یہ اثر محض باطنی تھا۔ بظاہر اس کے سکون میں فرق نہیں آیا۔ خوف اس وجہ سے تھا کہ کہیں لارڈ کلینڈن میرے رازِ دل سے آگاہ تو نہیں ہو چکا ہے۔ مگر نہیں۔ جس وقت وہ کمرہ کے دوسرے حصہ میں بیٹھے ہوئے برٹرام کی موزوں اور وجیہ صورت کو نظرِ توصیف سے دیکھ رہا تھا۔ الزا نے اس کی طرف دزدیدہ نظروں سے دیکھا اور اسے اطمینان ہو گیا۔ کہ اس کے الفاظ کوئی معنوی اہمیت نہیں رکھتے۔ اس نے محض سرسری اور اتفاقی طور پر کہہ دیئے ہیں۔

"میرا خیال ہے۔ برٹرام ضرور کسی دن عالمگیر شہرت حاصل کریگا"۔ کلینڈن نے پھر اسی مضمون کیطرف آتے ہوئے کہا "چچا نے جن کے برابر فیاض و شریف آدمی ہمارے رشتہ داروں میں تو کیا۔ کہیں بھی ملنا محال ہے۔ سرکار سے بزور استدعا کی ہے۔ کہ برٹرام کو کسی چھوٹے ملک کے دربار

میں سفیر بنا کر بھیج دے۔ اور اُن کا اثر اتنا زبردست ہے کہ میں کہہ سکتا ہوں چند دن کے عرصہ میں ضرور منظوری صادر ہو جائیگی"۔

الزا نے ان باتوں کا موزوں الفاظ میں جواب دیا۔ لارڈ کلینڈن نے تھوڑی دیر اور گفتگو کی جس میں وہ بدستور برٹرام کی تعریف کرتا رہا۔ اس کے بعد اٹھ کر ٹہلتا ہُوا کمرہ کے دوسرے حصہ میں چلا گیا۔

اس کے تھوڑی دیر بعد مسز بیلی سے مل کر اس نے کہا "کل اور آج آپ نے اس بات کو محسوس کیا ہوگا کہ ڈچس کی نسبت بھائی کا رویہ پہلے سے بدلا ہوا ہے۔ اس تبدیلی کو دیکھ کر مجھے یقین ہو چلا ہے۔ کہ حالات رفتہ رفتہ اصلاح پذیر ہو جائینگے۔ اور یہ دونوں جن کی بہتری کی ہمیں اس قدر خواہش تھی۔ آپس میں خوشگوار تعلق رکھنے لگیں گے"۔

"ہاں میرا اپنا یہی خیال ہے"۔ مسز بیلی نے دبی ہوئی محتاط آواز میں کہا "میں نے دیکھا ہے کہ مسٹر ودین کا طرز عمل اب پہلے سے مختلف ہے۔ چنانچہ آج ہی صبح جب ہم چاشت پر جمع تھے۔ تو ڈچس نے سرد چوجہ مرغ پر جو نظر ڈالی۔ تو تمہارے بھائی نے جھٹ اس کا باز وپیش کیا..."

"مسز بیلی آپکے ذہن رسا کے کیا کہنے ہیں۔ آپ کو بات کی تہ تک پہنچنا خوب آتا ہے" اور اتنا کہہ کر وہ مسکراتا ہوا پھر پیانو کی طرف چلا گیا۔

اس ملاقات کے بعد جس کا مفصل حال ہم اس سے پہلے باب میں درج کر چکے ہیں۔ ایک ہفتہ گذر گیا۔ یہ موقعہ فریقین کے لئے جتنا جانکاہ اور روح فرسا تھا۔ اس کا اندازہ ناظرین کر چکے ہونگے ایسی دو طبیعتوں کے ملنے کا جیسی کہ برٹرام اور الزا کی تھیں۔ نیز ان خاص حالات کے زیر اثر جن میں ملاقات ہوئی نتیجہ جو کچھ ہو سکتا تھا۔ وہ ظاہر ہے۔ دونو درد فراق کے ستائے ہوئے تھے۔ مگر چونکہ ہر ایک کا اخلاق بلند اور اصول راست تھے۔ اس لئے کوئی راہ صراط سے ڈگمگایا نہیں۔ کئی گھنٹے تنہا رہنے پر بھی ڈچس نے اپنے شوہر یا برٹرام نے اپنے چچا سے اگر بیوفائی کی۔ تو صرف آنکھیں گنہگار تھیں ج دل بہر صورت پاک تھے۔ اس دن کے بعد انہوں نے عشق کے مضمون پر گفتگو بھی ترک کر دی۔ معلوم ہوتا تھا کسی خاموش معاہدہ کے زیر اثر دونو اس مبحث سے بچنا چاہتے ہیں۔ جب کبھی ملتے۔ تو نہ کوئی دوسرے کا ہاتھ دباتا۔ نہ چھپ کر بغلگیر ہوتا۔ ان کے لب بھی آغوش محبت میں ایک دوسرے سے پیوست نہیں ہوتے۔ تاہم جب کبھی اکٹھے بیٹھتے۔ یا سیر کرتے۔ تو ایسے موقعوں پر کہ کوئی نہ دیکھتا ہو۔ ایک کی نگاہ جاذب دوسرے کی آنکھوں پر جم جاتی۔ مگر فوراً ہی یاد آتا۔ کہ ہمارا طریق عمل غیر واجب اور خطرناک ہے۔ تو جھٹ نگاہ دوسری طرف ہٹ جاتی۔ گو ساتھ ہی رخسار دل

پر شرم کی سرخی نمودار ہوتی۔ اور دل سے بے اختیار سرد آہیں نکل جاتی تھیں۔ اس کے بعد فوراً ہی بے خبری میں پھر نگاہیں دو چار ہوتیں۔ اور دونوں کی رُوح ایک دوسرے سے مل جاتی۔ اس لئے کہ ناقابل فرد جوش محبت کے اثر سے ان میں کوئی اپنی آنکھوں یا خیالات پر قادر نہ تھا۔ محبت کا اظہار بے خبری میں آنکھوں کے ذریعہ ہوتا۔ اور ایک کا عشق دُوسرے کی ذات میں اس طرح پیوست ہو جاتا۔ جس طرح درختوں کی شاخیں ایک دوسرے میں اُلجھ جاتی ہیں۔ مگر جیسا ہم بیان کیا ہے۔ اس روز کے بعد کبھی ان میں عشق کے مضمون پر گفتگو کا موقعہ نہیں آیا۔ اور چونکہ ہر وقت سرسری معاملات کا ذکر بھی جاری نہ رہ سکتا تھا۔ نہ شب و روز علوم و فنون پر بحث کی جا سکتی تھی۔ اس لئے جیسا قدرتی تھا۔ ان میں عرصہ تک سکوت رہتا۔ گو یہ خاموشی محض زبان تک محدود ہوتی۔ کیونکہ نگاہ سے اظہار محبت کا سلسلہ ہر وقت جاری رہتا تھا۔ اور ایسا ہونا خلاف فطرت بھی نہ تھا۔ اس لئے کہ جو شخص برٹرام کے سراپا اور الزا کے حسن تابناک کو دیکھتا۔ وہ بے اختیار کہہ دیتا تھا۔ کہ خدا نے یہ جوڑی ایک دوسرے کے لئے ہی پیدا کی ہے اور اگر ان میں تعلق شادی قائم نہ ہو تو بھی رشتہ عشق کسی صورت سے منقطع نہیں ہو سکتا۔ مگر تقدیر کی تحریر زبردست ہے۔ قسام ازل نے یوم آفرینش کو ہی ان کی پیشانی پر لکھدیا۔ کہ تم ایک دوسرے سے محبت تو کرو گے۔ لیکن مل نہ سکو گے۔ تمہارا عشق کبھی سرد نہ ہوگا۔ مگر ایک خلیج عظیم تمہارے درمیان حائل رہیگی +

اس اثناء میں ڈیوک آف مایرح مونٹ کو ایک لمحہ کے لئے بھی خیال نہیں آیا کہ برٹرام اور الزا میں کوئی خاص تعلق ہے۔ یا ہو سکتا ہے۔ اور اس کا تو اسے بھولے سے بھی شُبہ نہ تھا۔ کہ وہ قدیم سے ایک دوسرے کے شناسا ہیں۔ علاوہ بریں اسے اپنے بھتیجے کے اخلاق اور الزا کی پاک بازی پر کامل اعتماد تھا۔ اور حقیقت یہ ہے کہ اس کا یہ اعتماد غلط بھی نہ تھا۔ اس نے کبھی اپنے دل میں یہ سوچنے کی ضرورت نہ سمجھی۔ کہ ان دونو کا ایک دُوسرے سے ملنا خطرناک نہ ہوگا۔ یہ خیال کبھی اس کے دماغ میں پیدا ہی نہیں ہوا۔ وجہ یہ کہ ڈیوک فطرتاً فراخ دل اور خوش خصائل تھا۔ اس کے سینہ میں کسی طرح کا شک و شبہ پیدا ہونا سخت دشوار تھا۔ اور وہ اس وقت تک کسی پر بدگمانی نہ کرتا تھا۔ حتیٰ کہ بدیہی ثبوت پیش نظر ہو۔ الزا نے آج تک جس طرح اس کی فرمانبرداری کی۔ اس سے اس

نے سمجھنا شروع کیا تھا۔ کہ اسے مجھ سے محبت ہے۔ اور جس وقت برٹرام اور الزا نے اپنی جدید ملاقات کے ابتدائی ایام میں ایک دوسرے سے سرد مہری کا برتاؤ کیا۔ تو اس نے یہی سمجھا تھا۔ کہ کسی وجہ سے انہیں ایک دوسرے سے نفرت ہے۔ اب جس وقت اس نے ان کی حالت میں غیر معمولی تبدیلی دیکھی۔ تو یہ سوچ کر بہت خوش ہوا کہ آپس کی بدگمانی رفع ہوگئی۔ اپنے دل سے اس نے کہا۔ الزا نے پہلے دس دن جو غیر معمولی تکلف روا رکھا تھا۔ اب وہ اس کی نہایت خوشگوار طریق پر تلافی کر رہی ہے اور برٹرام بھی شجاعانہ فیاضی سے اس کو یقین دلانا چاہتا ہے۔ کہ میں نے عہد ماضی کو پوری طرح فراموش کر دیا۔ بلاشبہ بیوی کی نصیحت معقول تھی۔ اور میں نے غریب برٹرام پر ظلم کیا۔ کہ اس کی نسبت اس قسم کے خیالات کو دل میں جگہ دی۔ کہ وہ میری شادی سے نفور ہے ۔

برٹرام اور الزا کی ملاقات کے بعد جس میں فریقین نے اپنی ناقابل فنا محبت کے ثبوت میں جذبات کا ایسا جگر پاش اظہار کیا تھا ایک ہفتہ گذر گیا۔ ہر دو عشاق کے لئے یہ ایک ہفتہ کا عرصہ غیر معمولی صبا رفتاری سے گذر گیا۔ دونو محسوس کرتے تھے کہ ہمارا بڑھتا ہوا میل جول ٹھیک نہیں۔ کیونکہ گو اس سے ایک کی نیکی اور دوسرے کی سعادت میں فرق آنے کا اندیشہ نہ تھا۔ پھر بھی اس سے برباد شدہ راحت کا بقیہ تلف ہونیکا احتمال ضرور تھا۔ مگر ہر قسم کے حزم واحتیاط کے باوجود کوئی زبردست اثر ہر روز انہیں ایک دوسرے سے ملاتا۔ اور روز بروز ان کے اوقات صحبت بڑھتے ہی جاتے تھے۔ یہ اس لئے کہ اس میل جول سے انہیں کچھ نہ کچھ راحت ضرور حاصل ہوتی تھی۔ ایک خواب تھا۔ کہ اسے وہ حالت بیداری میں دیکھ رہے تھے۔ دونو جانتے تھے۔ کہ اس کا خاتمہ قریب ہے کیونکہ برٹرام کی رخصت کے ساتھ یہ صحبت ہمیشہ کے لئے ختم ہونے والی تھی۔ تاہم کسی کو یہ سوچنے کی جرأت نہ ہوتی تھی۔ کہ جدائی کی گھڑی قریب آ رہی ہے۔ بالآخر ہر چیز کی طرح ان کا یہ زمانہ راحت بھی ختم ہو گیا۔ اور ایک روز وہ دونو اس خواب راحت سے اس طرح چونک کر بیدار ہوئے۔ جیسے تھکا ہوا مسافر گھنٹہ بجنے کی زوردار آواز سن کر جاگ اٹھتا ہے اور یہ بیداری واقعہ میں ان کے لئے ویسی ہی جانگداز اور روح فرسا ثابت ہوئی جیسے اس شخص کی ہو سکتی ہے۔ جسے افسران جیل حالت خواب سے جگا کر کہیں کہ اٹھ

مقتل میں جانے کا وقت ہو گیا۔

ایک دن جس وقت ڈیوک آف مارچ مونٹ چاشت کے بعد ڈاک کے خط اور اخبار دیکھ رہا تھا۔ اُن میں ایک لفافہ اس قسم کا نکلا۔ جسے برٹرام کی تیز نظر دیکھتے ہی بھانپ گئی کہ دفتر خارجہ کی مراسلت ہے۔ اس کے ساتھ ہی اس نے جو نگاہ ڈچس پر ڈالی وہ ظاہر کرتی تھی۔ کہ بس اب کوئی غیر معمولی بات ظاہر ہوا چاہتی ہے۔ عجب نہیں۔ یہی لفافہ ہمارے فراق کا پیغامبر ہو۔ ڈیوک نے چند ایک خط دیکھنے کے بعد اس لفافہ کو چاک کیا۔ مضمون پڑھا۔ پھر مسکراتے ہوئے برٹرام کو پیش کیا۔ ساتھ ہی کہا "عزیز من خوش ہو جاؤ کہ تمہیں دربار فلارنس میں عہدہ سفارت پیش کیا گیا ہے"۔

"بھائی مجھے اس تقرر سے بے حد خوشی ہوئی ہے"۔ لارڈ کلینڈن نے فخر و مسرت سے کہا رسمی طور پر الزا نے بھی مبارک باد دی۔ مگر خیالات کا ہجوم سینہ میں طوفان پیدا کر رہا تھا۔ گلا رکتا ہوا محسوس ہوا۔ اور وہ بڑی ہی مشکل سے جذبات کو فرو کر سکی۔ مسز بیلی اور باقی مہمانوں کی طرف سے مبارک سلامت کی آوازیں آئیں۔ اور گو برٹرام نے سب کا بڑے اخلاق سے شکریہ ادا کیا۔ تاہم ڈچس کے لئے یہ معلوم کرنا مشکل نہ تھا۔ کہ حقیقت میں اس کی طبیعت اس واقعہ سے جھنجھلا رہی ہے۔

اتنے میں ڈیوک نے کہنا شروع کیا۔ "عزیز برٹرام مراسلت میں تاکید کی گئی ہے کہ تم جتنا جلد ممکن ہو۔ اٹلی چلے جاؤ۔ اور گو تمہاری قبل از وقت رخصت کا مجھے سخت رنج ہے۔ تاہم تمہارے سرکاری فرائض میں مانع ہونا مجھے کسی حال میں منظور نہیں۔ بہتر ہوگا۔ کہ تم کل ہی یہاں سے رخصت ہو جاؤ"۔

"جی بے شک" نوجوان نے ایسی آواز سے کہا۔ جس کی حقیقت کو الزا ہی خوب سمجھتی تھی۔ یا اس کے علاوہ شاید لارڈ کلینڈن بھی۔ کیونکہ وہ ان کے راز سے آگاہ ہو چکا تھا اور گو مسز بیلی بھی ان کی باتوں سے بے خبر نہ تھی۔ تاہم اس وقت چونکہ وہ ایک مرغن سنبوسہ چٹ کرنے میں مشغول تھی۔ اس لئے فرد عات پر توجہ نہ دے سکی۔

چاشت کے بعد الزا اور برٹرام باغ میں سیر کرنے گئے۔ مسز بیلی اور باقی مہمان لارڈ کلینڈن کے ساتھ تاکستان کی طرف چلے گئے تھے۔ مگر ڈیوک آف مارچ مونٹ اس غرض سے رہ گیا تھا۔ کہ وزیر خارجہ کے نام شکریہ کی چٹھی لکھے۔ کہ اس نے برٹرام کے متعلق اس کی درخواست

کو شرف قبول عطا کیا۔ لیکن جب وہ کمرہ نوشت میں پہنچا۔ تو میز پر ایک رقعہ نظر آیا۔ جس پر اس کا اپنا پتہ لکھا ہوا تھا۔ ڈیوک نے انداز حیرت سے اسکی طرف دیکھا۔ عام طور پر ہر قسم کی خط و کتابت فوراً اس کو پہنچا دی جاتی تھی۔ کوئی چیز اس کے انتظار میں میز پر نہ رکھی جاتی تھی۔ پھر اس رقعہ پر ڈاک خانہ کی مہر بھی نہ تھی۔ جس سے معلوم ہوتا تھا۔ کہ وہ بہت دُور سے نہیں آیا۔ خط ہاتھ میں لے کر اس نے حرف پہچاننے کی کوشش کی۔ مگر قاصر رہا۔ صاف ظاہر ہوتا تھا کہ کسی شخص نے تحریر کو عمداً بگاڑا ہے۔ حرف آگے کی بجائے پیچھے کو جھکے ہوئے تھے +

ڈیوک نے لفافہ چاک کیا اور مضمون پڑھنے لگا۔ پہلی دو سطریں ہی ختم کر پایا تھا۔ کہ پاؤں تلے سے مٹی نکل گئی۔ اسی حالت میں رقعہ ہاتھ سے گر گیا۔ چہرہ پر مُردنی چھا گئی۔ دل گھبرانے لگا۔ اور سکتہ کی سی حالت طاری ہو گئی۔ جلدی ہی ان علامات نے جنون کی شکل اختیار کر لی۔ اور وہ انتہائی جوش کی حالت میں دروازہ کی طرف بڑھا۔ وہاں پہنچ کر وہ دفعتاً رک گیا۔ ایک ہی لمحہ میں سکون نے غصّہ کی جگہ لے لی۔ مگر یہ خارجی سکون اس قسم کا تھا جس کی تہ میں عظیم خطرات مخفی ہوتے ہیں۔ اس نے رقعہ کو دوبارہ پڑھا تحریر مختصر نہایت مختصر خوفناک اور اہم تھی۔ دوسرا اس وقت پاس ہوتا۔ تو ڈیوک کی سکڑی ہوئی پیشانی اور اٹھی ہوئی بھوؤں سے فوراً اس کا اندازہ کر لیتا۔ کہ مضمون کتنا تشویشناک ہے۔ جبیں اتنی شکن آلود تھی کہ معلوم ہوتا تھا۔ اسکی لکیریں کبھی ہموار نہ ہونگی +

"نہیں" اس نے یکایک پرخیال انداز سے کہا "ایسا نہیں ہو سکتا۔ ضرور کسی نے شرارت کی ہے۔ علاوہ بریں ایک گمنام تحریر پر باور کرنا دوراندیشی نہیں... مگر اس کے باوجود... اے پاک خدا اگر واقعی ایسا ہو۔ تو دنیا میں مجھ سے بدنصیب کون ہو سکتا ہے؟... اس حالت میں میرا انتقام نہایت خوفناک ہو گا"!

سخت بے تابی کی حالت میں وہ تھوڑی دیر کمرہ میں اِدھر اُدھر ٹہلتا رہا۔ پھر دفعتاً رک کر ایک بار اور اس رقعہ کا مضمون پڑھا۔ اس کے ساتھ ہی چہرہ پر خوفناک سیاہی نمودار ہو گئی۔ آنکھوں سے چنگاریاں اُڑنے لگیں۔ ہونٹوں کی رنگت راکھ کی طرح سپید ہو گئی اور وہ مریض رعشہ کے اعضاء کی طرح پھڑکنے لگے +

"نہیں! نہیں" اس نے بالآخر کہا۔ اور اب معلوم ہوتا تھا۔ کہ اپنے دل میں کوئی خاص تجویز طے کر چکا ہے "اس سے بہتر ثبوت کیا ہو سکتا ہے"!

رقعہ آہستہ سے تہ کر کے اس نے واسکٹ کی جیب میں رکھ لیا۔ اور عقبی زینہ سے ہو کر بغلی دروازہ کی راہ سے باہر نکلا۔ سامنے باغ تھا۔ اس سے گذر کر وہ اس مقام کی طرف چلا جہاں روشوں پر دورویہ گنجان درخت اُگے ہوئے تھے۔ تھوڑی دیر میں ڈچیس الزا برٹرام اکٹھے سیر کرتے نظر آئے۔ دونو متوسط فاصلہ پر چل رہے تھے۔ لیکن نہ الزا برٹرام کے بازو پر جھکی ہوئی تھی۔ نہ ان کے انداز سے اس قسم کا تعشق ظاہر ہوتا تھا جو آتش رقابت میں اضافہ کرتا۔ جو ایک گمنام تحریر نے ڈیوک کے دل میں پیدا کیا تھا۔ روش کی آخری حد تک پہنچ کر دونو پیچھے مڑے ڈیوک فوراً جھاڑیوں کے کنج میں چھپ گیا۔ جہاں نہ یہ ان کو اور نہ وہ اسے دیکھ سکتے تھے چھپنے کا مدعا یہ تھا۔ کہ جب پاس سے گذریں۔ تو ان کی گفتگو سنی جائے۔ تھوڑی دیر میں وہ قریب آگئے اور اس بات سے قطعاً بے خبر کہ جھاڑیوں میں کون چھپا کھڑا ہے۔ باتیں کرتے ہوئے پاس سے نکل گئے ؛

برٹرام کہہ رہا تھا۔ "میں اب کل صبح چاشت کے بعد میں یہاں سے رخصت ہو جاؤنگا پہلے لندن جاکر وزیر خارجہ سے ملونگا۔ اس کے بعد سیدھا فرانس جاؤنگا۔ میں چچا جان کا تہ دل سے ممنون احسان ہوں۔ کہ انہوں نے ازراہ عنایت میرے لئے یہ اسامی حاصل کر دی۔۔"

"ممنون!۔۔۔ واقعی۔۔۔" الزا کی زبانی سنائی دیا ؛

مگر اتنے میں چونکہ دونو بہت آگے نکل گئے تھے۔ اس لئے ڈیوک نے گفتگو کا باقی حصہ نہیں سنا۔ جیسا کہ ہم نے بیان کیا ہے۔ اس نے ان کی صورتوں کو نہیں دیکھا لیکن اگر وہ درختوں کے گھنے پتوں کے اندر سے عاشق و معشوق کی حالت دیکھ سکتا۔ تو ان کی نگاہ سے دلی کلفت کا اندازہ کرنا ذرا بھی مشکل نہ ہوتا۔ اور گو وہ الفاظ جو اس کے کانوں تک پہنچے۔ بصورت ظاہر کوئی خاص اہمیت نہ رکھتے تھے۔ اور ڈیوک نے اس وقت ان کو سرسری ہی سمجھا۔ تاہم ان کی تہ میں کچھ رمز تھا۔ اس کو ناظرین نے یقیناً سمجھ لیا ہوگا۔ دونو جدائی کے سوال پر غور کر رہے تھے۔ دونوں کی طرف سے دلوں کو یہ سمجھانے کی کوشش ہو رہی تھی کہ ہماری حالت میں قرب سے فراق بہتر ہے۔ برٹرام ایک اعلیٰ اسامی ملنے کے لئے نہیں بلکہ اس وجہ سے ڈیوک کا ممنون احسان تھا۔ کہ اس نے اپنی کوشش سے اس جدائی کا موقعہ پیدا کر دیا۔ جسے دونو مفید سمجھتے تھے۔ لیکن ڈیوک آف مارچ مونٹ نے چونکہ ان کی صورت نہ دیکھی تھی۔ اور اُن کی گفتگو کا ابتدائی حصہ بھی نہ سنا تھا۔ اس لئے وہ ان

باتوں کو سرسری ہی سمجھا۔ اور اس نے اپنے آپ کو ملامت کی۔ کہ کسی حاسد کی تحریر پر بے وجہ دل میں شک و حسد کو جگہ دی۔ اس نے چھپ کر گفتگو سننے کی ذلت کو بری طرح محسوس کیا اور ایسی حرکت پر جسے شرفا کسی حال میں پسند نہیں کرتے سخت نادم ہوا۔ پس فوراً ہی جھاڑیوں سے نکل کر چکردار رستہ سے تیز چلتا محل میں چلا گیا۔

مگر محل کی آگ کی طرح رقابت کی آگ کا بھڑکنا سہل اور بجھنا دشوار ہوتا ہے۔ ڈیوک نے بہتر خیالات کے دباؤ سے اس شعلہ کو فرو کرنے کی بہت کوشش کی۔ لیکن موسم گرما کی مکھیوں کی طرح شکوک کو کتنا ہٹاؤ۔ جھٹ آ موجود ہوتے ہیں۔ اس نے میز پر بیٹھ کر خط لکھنے کی کوشش کی۔ مگر بے سود۔ طبیعت بے چین اور دل بے قرار تھا۔ ایک گھنٹہ کے عرصہ میں کم و بیش بیس مرتبہ اس گمنام خط کو نکال کر پڑھا۔ پھر جب لنچ کا وقت آیا۔ تو دزدیدہ نظروں سے برٹرام اور الزا کے تعلقات باہمی کے مشاہدہ کی کوشش کی۔ حسد کی عینک احساس بصارت کو تیز کر دیتی ہے۔ اسے ان کی نگاہوں سے وہ باتیں بھی نظر آنے لگے۔ جنہیں عام حالات میں وہ بالکل نہ دیکھتا۔ شبہ کے اثر سے ہر معمولی بات غیر معمولی اہمیت حاصل کرنے لگی۔

لنچ کے بعد لارڈ کلینڈان نے کشتیوں پر سیر کرنے کی تجویز پیش کی۔ جسے ہر شخص نے منظور کیا۔ اس موقعہ پر بھی ڈیوک اپنی بیگم اور برٹرام کو نظر غور سے دیکھتا رہا بہرحال کوئی ایسی بات پیش نہ آئی۔ جو قابل گرفت ہوتی۔ اس سے پھر ایک بار دل کو سمجھانے کی کوشش کی۔ کہ میری بدگمانی بے وجہ تھی۔ لیکن سینہ کی آگ گو دب گئی۔ مگر بجھی پھر بھی نہیں۔ شام کے چار بجے سب لوگ کشتیوں سے اتر کر محل کو روانہ ہوئے اور عورتیں تبدیل لباس کے لئے اپنے اپنے کمروں میں چلی گئیں۔ ڈیوک کتب خانہ میں گیا۔ جہاں سے میدان کا نظارہ دکھائی دیتا تھا۔ اور کھڑکی سے باہر دیکھنے لگا۔ تھوڑی دیر میں الزا اور برٹرام اکٹھے محل سے باہر نکلے۔ وہ دونوں اسی سایہ دار روش کی طرف ہو لئے جہاں ایک بار پہلے ڈیوک نے چھپ کر ان کی باتیں سنی تھیں۔ اس کا دل مسوسنے لگا۔ بڑی کوشش کے باوجود نہ رہ سکا۔ اور اسی عقبی زینہ کی راہ سے اتر کر پچھلی دروازے سے ان کے پیچھے ہو لیا۔

سہ پہر کا وقت تھا۔ اور موسم خزاں کی خوشگوار روح پرور ہوا چل رہی تھی۔

النا نے کشتی کی سیر سے واپس آکر رات کے کھانے کا لباس ہی پہن لیا تھا کہ بار بار تبدیلی کی زحمت نہ اٹھانی پڑے۔ اس زمانہ کے فیشن کے مطابق نشیب تراش کا نیم ماتمی سیاہ لباس اسکے زیب جسم تھا۔ بازو ننگے اور سینہ گردن اور شانوں کی سپید رنگت صاف نظر آتی تھی۔ متناسب اعضا اور گدرائے ہوئے گورے بدن پر سیاہ لباس قیامت کا جوبن پیدا کرتا ہے۔ پوشاک کی سیاہی کے مقابلہ میں رنگت کی سپیدی اور نمایاں صورت اختیار کر لیتی ہے۔ اس سے ناظرین اندازہ کر سکتے ہیں کہ الزا کا جمال برق پاش اور اس کا بے عیب حسن موجودہ لباس میں کیا کچھ دلفریبیاں پیدا کرتا تھا۔ دلآویز شانوں پر زاغ کے ایسے سیاہ اور ریشم کی طرح چمکدار اور گھونگھر والے بال ہنسراج کی ایسی لمبی اور سپید گردن کے مقابلہ میں سطح معلوم ہوتے تھے۔ جانے سنگ مرمر کے مینار پر سیاہ بادل چھایا ہوا ہے۔ برٹرام ودین کو اپنی عمر میں وہ کبھی ایسی حسین معلوم نہ ہوئی تھی۔ آج آخری ملاقات کے وقت اس کے پہلو میں چلتے ہوئے وہ بیساختہ مسحور ہو کر اس کی طرف دیکھتا تھا۔ کبھی اس کے حسن و جمال کو دیکھتا۔ تو جی لہرانے لگتا مگر فوراً ہی یہ خیال جگر پاش رنج کا باعث ہوتا کہ یہ فیض صحبت آخری ہے۔ پھر یہ بعد خوش آئند کا ہیکو نصیب ہوگا۔ اور خود وہ نازنین کیا کم مضطرب اور پریشان تھی۔ فوارہ کی ملاقات میں برٹرام نے اس سے کہا تھا۔ کہ اب ہم ایک دوسرے سے ہمیشہ کے لئے جدا ہو جائینگے۔ اور گو اس وقت کے بعد اس نے ان الفاظ کے اعادہ کی جرأت نہ کی تھی۔ تاہم ان کی یاد الزا کے دل سے ابتک محو نہ ہوئی تھی۔

سکوت طویل کے بعد برٹرام نے رنج و افسردگی کے لہجہ میں کہا "الزا کل ہم ایک دوسرے سے جدا ہو جائیں گے۔ اور عاقبت اندیشی چاہتی ہے۔ کہ پھر آپس میں ملنے کی کوشش نہ کریں۔ اے کاش" اس نے دفعتاً غیر معمولی جوش کے ساتھ جس کا اظہار بیشتر اس نے فوارہ کے پاس کیا تھا۔ مگر اس کے بعد پھر کبھی اس کی گفتگو سے ظاہر نہ ہوا تھا۔ کہا "اے کاش! میں اتنے دن نہ ٹھیرتا۔ کہ آج یہ رنج فراق اتنا جانکاہ نہ ہوتا۔ بخدا میری اس وقت کی حالت تم سے جدا ہونے کے خیال سے سراسر اس شخص کی سی ہے۔ جس کا اگلا قدم اسے قعر یاس میں گرانے والا ہو..."

"برٹرام۔ برٹرام" بدنصیب خاتون نے آہستہ سے کہا "دیکھو اس کڑے وقت

میں اس استقلال کو ہاتھ سے نہ دو۔ جسے ہم نے آج تک ایک خاموش معاہدہ کے مطابق قائم رکھا ہے" اور یہ کہتے ہوئے اس کی نگاہ فوارہ کی طرف گئی۔

"آہ! الزا وہ معاہدہ" ووین نے کہا" کیا وہ ظاہر نہیں کرتا۔ کہ ہماری جانیں ایک دوسرے سے پیوست ہو چکی ہیں؟ ہمارے دل آپس میں ملے ہوتے ہیں؟ اور ہماری جانوں کو کسی حال میں علیحدہ نہیں کیا جا سکتا۔۔۔"

"برٹرام چپ!" ڈچس نے جلدی سے کہا" وقت ایسا نہیں۔ کہ ہم عہد ماضی کی یاد کو تازہ کرنے کی جرأت کریں۔۔۔"

"مگر الزا۔ ہماری راحت، وہ اُمید کی ساری جھلک یہ عہد ماضی ہی تو ہے" ووین نے پھر جوش کی حالت میں کہا" حال پر ہمارا اختیار نہیں۔ اور مستقبل! ۔۔۔ آہ! وہ مستقبل جس کا آغاز کل سے ہوتا ہے۔ اتنا خوف ناک اور بھیانک ہے۔ کہ ادھر دیکھنے کی جرأت نہیں ہوتی۔ اس کا خیال کرتے ہی روح کانپتی ہے۔ اور صدہا جگر پاش۔ جانگداز خیالات۔ ہول ناک ارواح کی طرح سامنے آتے ہیں۔ الزا سچ جانو۔ اگر یہی کھیل ونہار ہے۔ تو میں یقیناً دیوانہ ہو جاؤنگا۔ یہ صورت معاملات ناقابل برداشت ہے۔ اس میں میرے لئے جان سے گذر جانے کے سوا کوئی چارہ نہیں۔۔۔"

"برٹرام پیارے" بدنصیب ڈچس نے جانگداز لہجہ میں کہا" تمہاری باتیں مجھے خوف زدہ کرتی ہیں۔ تمہاری گفتگو میری اُمید خفیف کو بھی یاس میں بدل رہی ہے۔۔۔"

"الزا میں خدا سے مغفرت چاہتا ہوں۔ کہ میری وجہ سے تم کو اذیت ہوتی ہے" برٹرام نے جلدی سے کہا" مگر کیا کروں۔ جذبات پر بس نہیں۔ افسوس! افسوس! اگر تقدیر میں یہی مصیبتیں لکھی تھیں۔ تو میں کیوں پیدا ہوا؟ کیوں حالات نے مجھے تمہارا صورت آشنا بنایا؟ آہ! ایک زمانہ تھا۔ کہ میں تمہیں رہبر فرشتہ سمجھ کر محبت کرتا تھا۔ وہ محبت میرے لئے منبع راحت تھی۔ مگر یہ سوچ کر کہ تم دوسرے شخص کی بی بی ہو۔ میری حالت واقعی اس شخص کی سی ہو رہی ہے۔ جسے دار پر کھینچنے لئے جا رہے ہوں۔ بلکہ اگر ممکن ہو تو میری اذیت و تکلیف اس سے بھی

زیادہ ہے۔ الزا تم نہیں جانتی ہو۔ تمہاری محبت نے مجھے کیا سے کیا بنا دیا تھا۔ میں نے آج تک اس حقیقت حال کو تم پر ظاہر نہ کیا تھا۔ مگر اب کرتا ہوں۔ تمہاری واقفیت سے پہلے میں عیش پرستی کا دلدادہ تھا۔ دل کی کمزوری اور شرم کا باطل احساس اسراف و تباہی کی منزل کی طرف کھینچے جاتے تھے۔ مگر عین اس وقت کہ میری کشتی منجدھار میں تھی۔ قدرت نے تم کو ایک محافظ فرشتہ کی طرح خضر راہ بنا کر کھڑا کر دیا۔ اس بدنصیب دل میں تمہارے لئے احساس محبت ہوا۔ تم نے بھی ازراہ عنایت اس محبت کا جواب دیا۔ اس تبادلہ عشق نے میری زندگی میں حیرت خیز تبدیلیاں پیدا کر دیں۔ اس وقت کے بعد تم نیکی کے فرشتہ کی طرح میرے راہ میں نمودار ہوئیں۔ میری زندگی ہمیشہ عزت و ایمان سے بسر ہوئی ہے اب میں دُنیا میں سر اُٹھا کر چل سکتا ہوں۔ کسی کے سامنے شرمانے کی حاجت نہیں۔ اے الزا یہ کرشمہ تمہاری محبت کا تھا۔ جس نے میری زندگی میں ایسی کایا پلٹ کی۔ اس لئے جو کچھ میں اس وقت ہوں۔ اس کے لئے تمہارا ہی ممنون احسان ہوں۔ میری زندگی تمہاری محبت سے شاخ در شاخ الجھی ہوئی ہے۔ پھر کیا اس محبت کو جو انسان کے لئے زندگی کا درجہ رکھتی ہو۔ اس آسانی کے ساتھ بھلایا جا سکتا ہے؟ نہیں۔ الزا نہیں۔ تم مجھے جان سے بڑھ کر پیاری ہو۔ اور کل جس وقت میں تم سے جدا ہو جاؤنگا۔ تو سمجھ لینا۔ میری زندگی اسی جگہ رہ گئی۔ صرف یہ خاکی وجود یہاں سے رخصت ہوا"۔

"برٹرام۔ میں ان باتوں کا کیا جواب دوں؟ افسوس میرے پاس تمہاری تسکین کے لئے ایک لفظ بھی نہیں ہے" دل شکستہ الزا نے مری ہوئی آواز سے کہا۔ اس کے ساتھ ساتھ آنسوؤں کے گرم قطرے اس کے زرفام رخساروں پر بہنے لگے۔ اور سینہ سسکیاں لینے سے متلاطم ہو گیا۔

"ہاں واقعی تم کیا کر سکتی ہو؟... تم کیا کہہ سکتی ہو؟ کچھ نہیں۔ الزا کچھ نہیں۔ ایسے بدنصیبوں کے لئے صورت اُمید نہ اس دُنیا میں ہے۔ نہ دوسری میں... صرف ایک حالت ایسی ہے... مگر نہیں۔ میں اس کا ذکر نہ کرونگا۔ میں اس کا ذکر نہیں کر سکتا۔ کیونکہ یہ اخلاق سے بعید اور اصول راستی کے خلاف ہے۔ کہ میں تمہیں

ور غلا کر ساتھ لے جاؤں۔ تم اب شوہر والی عورت ہو۔ تمہیں اپنے شوہر سے جدا کرنا راستی و انصاف کے خلاف ہے۔ مگر اس کے ساتھ تمہیں چھوڑ کر جانا بھی زندگی سے ہاتھ دھونے کے مترادف ہے۔ کیونکہ جیسی خوفناک اوقات مجھے آئندہ بسر کرنی ہونگی۔ اس کا خیال کرنے سے ہی روح تھراتی ہے۔ صاف نظر آتا ہے۔ کہ تم سے جدا ہوکر میں وحشی کی طرح دشت نوردی کرونگا۔ یا خودکشی پر مجبور ہو جاؤں گا ...."

"برٹرام۔ ایسے نامبارک الفاظ نہ کہو" الزا نے انداز وحشت سے کہا "خدا کے لئے ان کلمات کو واپس لو۔ میں اس محبت کی قسم دیتی ہوں۔ جو میرے دل میں اب تک تمہارے لئے ہے ..."

"ہائے وہ محبت"! برٹرام نے جوش سے بے تاب ہوکر کہا "الزا پیاری۔ جب تم ایسے فقرات کہتی ہو۔ تو میرے تن مردہ میں نئی جان آجاتی ہے۔ میری راحتوں کا گلشن تازہ ہو جاتا ہے۔ مجھے اپنے سامنے ستارہ اُمید نظر آنے لگتا ہے" اور یہ کہتے ہوئے حالت جوش میں اس نے الزا کو بازوؤں میں لے کر اپنے سینہ سے لگا لیا

مگر عین اس وقت دفعتاً اس قسم کی وحشیانہ اور دردناک چیخ جو زخم کھائے ہوئے چرک کی آواز سے مشابہ تھی۔ دونوں کو سنائی دی۔ وہ اسے سُنکر چونک گئے۔ اور ایک دوسرے سے جدا ہوکر بدحواسی سے ادھر اُدھر تاکنے لگے۔ ڈیوک درختوں کے پیچھے سے باہر نکلا۔ اور اُنہوں نے دیکھا۔ وہ اس وقت بپھرے ہوئے شیر کی طرح دوڑتا انکی طرف آرہا تھا۔ الزا کے منہ سے ہلکی کراہنے کی آواز نکلی۔ اور اس کے ساتھ ہی وہ بیہوش ہوکر فرش زمین پر گر پڑی۔ اس کی یہ حالت دیکھ کر برٹرام کو ڈیوک کا خیال تو بھول گیا۔ ساری توجہ الزا کی بیہوشی پر لگ گئی۔ جھک کر اسے بازوؤں پر اُٹھایا اور دوزانو ہوکر اس کے سر کو چھاتی کا سہارا دیا۔ ساتھ ہی التجائی لفظوں میں کہنے لگا "جانِ من آنکھیں کھولو ... دیکھو تو ..."

اتنے میں ڈیوک پاس آگیا تھا۔ آتے ہی اس نے غصہ کی حالت میں چلا کر کہا "نافرجام! ملعون! چھوڑ دے! اس کو چھوڑ دے۔ اور یہاں سے کالا منہ کرکے کسی طرف کو چلا جا!"

"چچا جان۔ میری عرض سن لیجئے" وہ بیچ اس قدر درد اذیت سے

بھرے ہوئے لہجہ میں جسے قلم بمشکل ادا کر سکتا ہے۔ کہا۔ "میری خاطر نہیں۔ تو اس کی خاطر سے . . . "+

"جاؤ۔ میں حکم دیتا ہوں" ڈیوک نے دوبارہ گرج کر کہا۔ اور آگے بڑھ کر اس نے بیہوش بیگم کو زبردستی برٹرام کے بازوؤں سے چھڑا لیا +

اتفاق سے دو خادمائیں اس طرف سے گذر رہی تھیں۔ انہوں نے ڈیوک کو اس قسم کے غضب ناک کلمات کہتے سنا۔ تو دوڑتی ہوئی اس طرف کو گئیں۔ نظارہ جو انہوں نے دیکھا۔ حیرت خیز تھا۔ ڈچیس اچانک بیہوش پڑی تھی۔ ان کا آقا اسے برٹرام سے چھڑانے کی کوشش کر رہا تھا۔ اور وہ فرطِ جوش سے لرزہ براندام پاس کھڑا تھا +

خادماؤں سے مخاطب ہو کر ڈیوک نے کڑی آواز میں کہا "اپنی مالکن کو گھر لے جاؤ۔ اور اس کی ذاتی خادمہ کے سپرد کرو"

دونو خادماؤں نے اس حکم کی تعمیل میں بطا ہر بے جان الزا کو بازوؤں پر اٹھا لیا۔ اور محل کی طرف چلیں۔ ڈیوک بھی ان کے پیچھے چلنے کو مڑا +

"عم محترم از برائے خدا۔ میری گذارش کو شرف سماعت دیجئے" برٹرام نے انتہائی اذیت کی حالت میں التجا کرتے ہوئے کہا۔ اور اس نے ڈیوک کا بازو پکڑ لیا +

"چپ۔ میں ایک لفظ تک سننا نہیں چاہتا" ڈیوک نے سخت جوش کی حالت میں کہا۔ اور فرطِ غضب سے برٹرام کی کنپٹی پر بزور مکا رسید کیا +

نوجوان کا چہرہ جو چادر کی طرح سپید تھا۔ ایک لمحہ کے لئے شعلۂ آتش کی طرح سرخ ہو گیا۔ ایک بار جی میں آئی کہ اس توہین کا انتقام لوں۔ اور مکے کا جواب مکے سے دوں۔ مگر اس تیزی رفتار کے ساتھ۔ جس سے تاریکی میں بجلی چمکتی ہے۔ یہ خیال دل میں ناندہ ہوا۔ کہ ایک تو یہ میرے چچا۔ دوسرے عمر میں مجھ سے بڑے۔ اور تیسرے ایک حد تک ان کا جوش بھی روا ہے۔ پس جب چاپ پیچھے مڑ کر دہ تیزی سے روش پر چلنے لگا۔ تھوڑے سے فاصلہ پر اسے اپنا بھائی لارڈ کلیفڈن ملا۔

برٹرام کو اس حالت میں دیکھ کر اس نے انداز حیرت سے کہا "کیا بات ہے؟

اس قدر وحشت زدہ کیوں نظر آتے ہو؟"

برٹرام بیٹھ گیا۔ اور ٹوٹے ہوئے بے جوڑ جملوں میں کہنے لگا "ہوا ایک خوف ناک واقعہ ظہور میں آیا ہے ... بہت خوف ناک ... جو اپنی بیگم الزا کو گنہگار سمجھتے ہیں ... تم خدا کے لئے ان کے پاس جاکر اس شخص کے حلف پر جس نے اپنی عمر میں کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ کہہ دو۔ وہ بے قصور ہے۔ سراسر بے قصور ہے۔ پیارے بھائی جس طرح ممکن ہو غریب الزا کو بچاؤ۔ مجھے اپنی فکر نہیں۔ مگر دیکھو اس معصوم ہستی پر آنچ نہ آنے پائے ..."

"مگر ہوا کیا ہے؟" لارڈ کلبنٹڈن نے پوچھا "آخر کچھ معلوم تو ہو۔ تم جانتے ہو۔ مجھ سے جہاں تک ہوگا۔ کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کرونگا"

"داستان لمبی ہے" برٹرام نے جلدی سے کہا "اور وقت قیمتی۔ سارا حال میں پھر کہونگا۔ تم اس وقت ڈیوک کے پاس جاکر ان سے ملو اور کہو ... قسم کھا کر کہو کہ بیگم سراسر بے قصور ہے۔ جلدی کرو۔ ہیو میں تم سے بمنت التجا کرتا ہوں ..."

"اچھا۔ تو اس کے بعد میں تم سے کہاں مل سکتا ہوں؟" لارڈ کلبنٹڈن نے پوچھا "اس وقت تم سخت جوش کی حالت میں ہو ..."

"کہاں؟" برٹرام نے اس انداز سے کہا۔ گویا وہ پہلی بار سوال کی اہمیت کو سمجھا ہو "بے شک مجھے تم سے مل کر معلوم کرنا ہے۔ کہ ڈیوک کا اطمینان ہوا یا نہیں۔ مگر ... کس جگہ؟ یہاں واپس آنے کی میں جرات نہیں کر سکتا ... اچھا تم نے گاؤں کی سرائے میں آجانا۔ میں وہیں انتظار کرونگا"

"بہت اچھا" لارڈ کلینٹڈن نے جلدی سے کہا "تسلی رکھو۔ کہ جہاں تک ممکن ہوا۔ میں ڈیوک کے اطمینان کی پوری کوشش کروں گا"

اتنا کہہ کر وہ محل کی طرف چلا۔ اور بدنصیب برٹرام دوہرے جوش۔ و مجذوبیت کی حالت میں اس گاؤں کی طرف روانہ ہوا۔ جو اس جگہ سے قریباً ایک میل فاصلہ پر واقع تھا۔

پہلی جلد ختم ہوئی